1734

ملکوتی معاشرہ

ازقلم
عابد رضوی

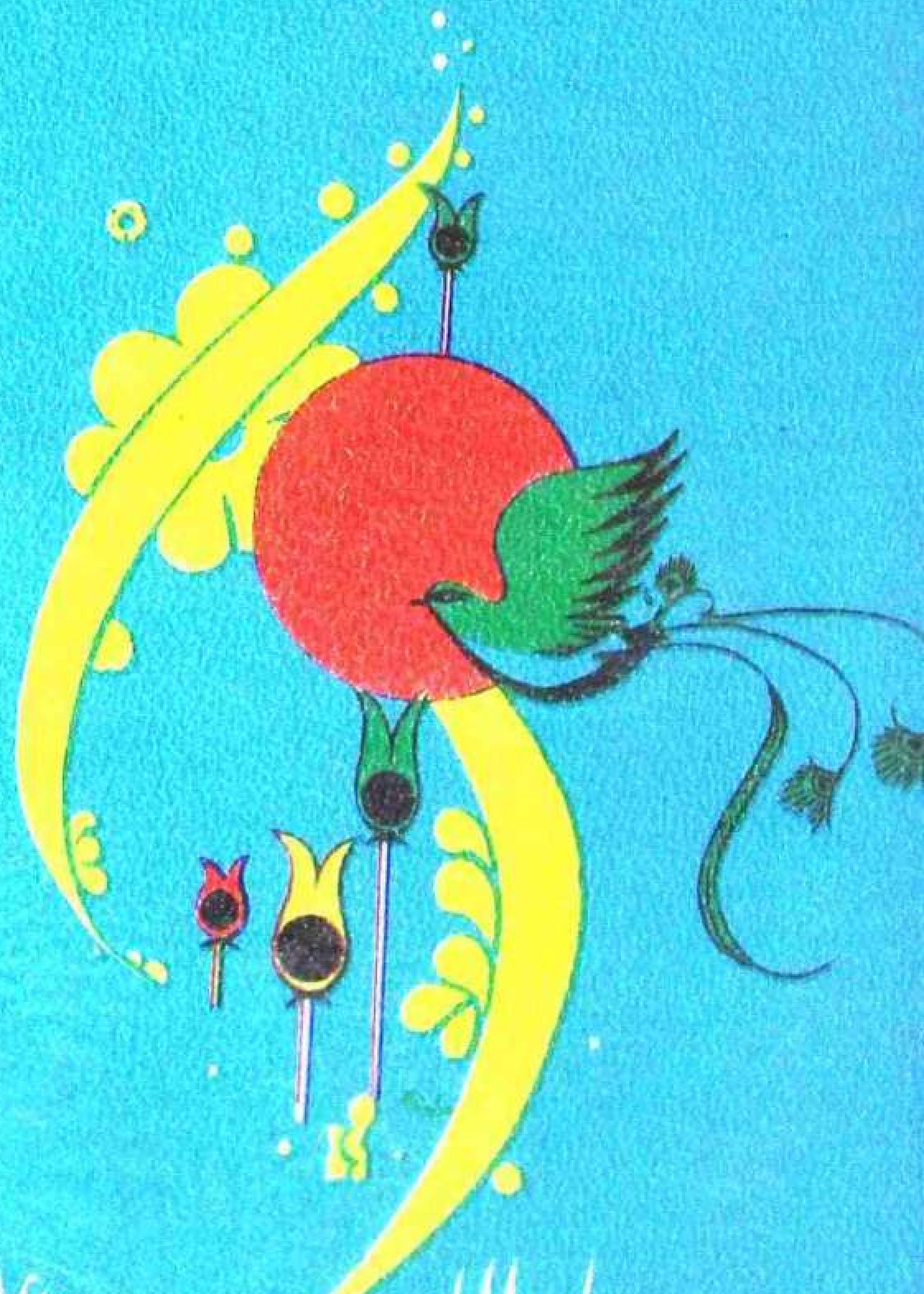

دار الادب ۔ علی باغ ۔ رحمان پورہ لاہور

134

NAJAFI BOOK LIBRARY
Managed by Masoomeen Welfare Trust (R)
Shop No 11, M.L. Heights,
Mirza Kaleej Baig Road,
Soldier Bazar, Karachi-74400, Pakistan.

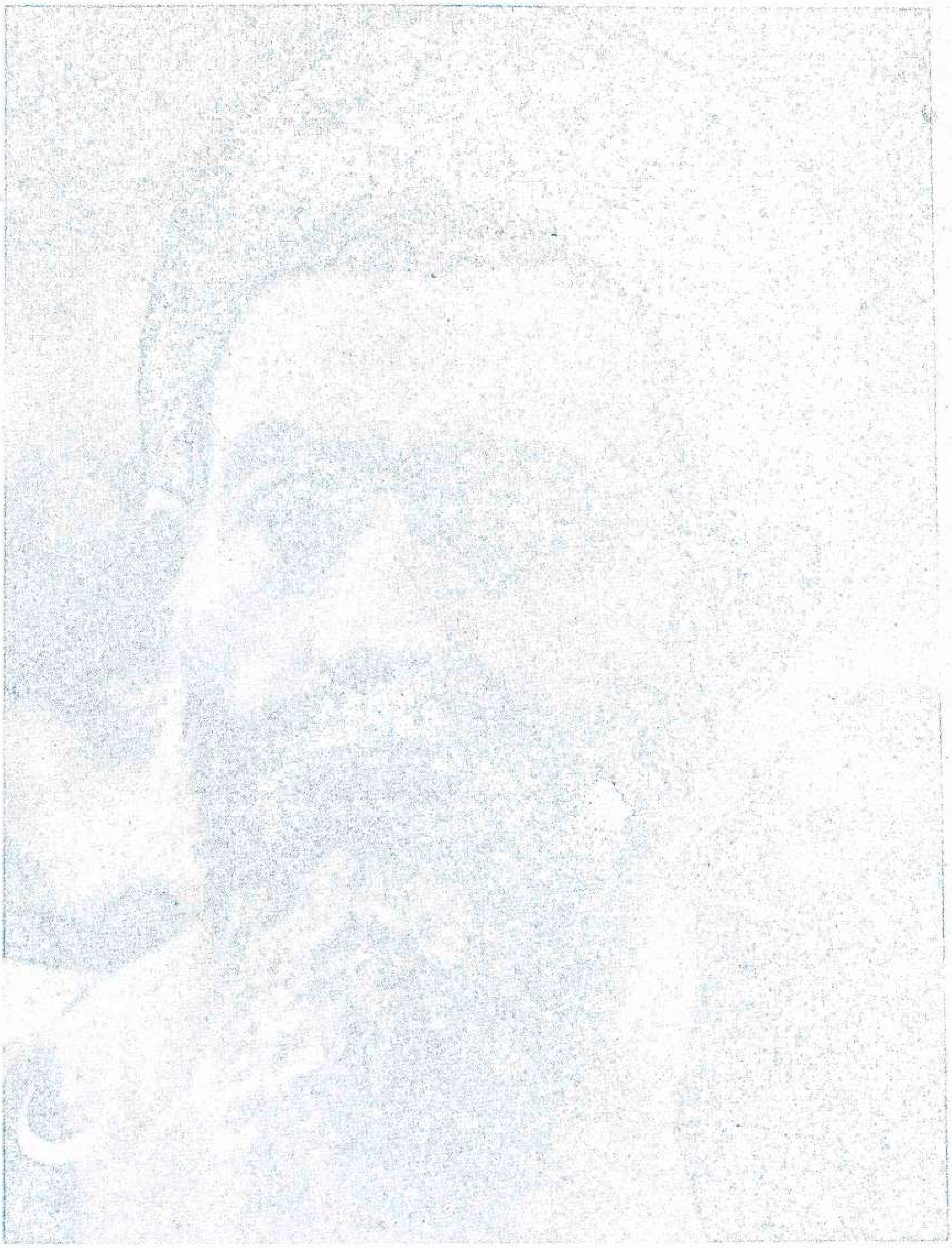

شہید آیۃ اللہ بہشتی

نجفی کیسٹ لائبریری
(شیعہ کتب)
بیت السجاد - مقابل نشتر پارک
سولجر بازار ۔ کراچی

سیّد عابد عباس رضوی

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No 11,
M.I. Heights
Mirza Kalcej
Baig Road,
Soldier Bazar
Karachi.
MASOOMEEN WELFARE TRUST (R)

ملکوتی معاشرہ

نجفی کیسٹ لائبریری
(شعبہ کتب)
بیت السجاد - مقابل نشتر پارک
سولجر بازار — کراچی

از قلم

عابد رضوی

دار الادب علی باغ جی بلاک رحمان پورہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وانجنی القرآن	واسکنی الجنان
وزوجنی الحسان	ونادلنی الامان

الی جنۃ النعیم

نام کتاب : ملکوتی معاشرہ

نام مصنف : عابد رضوی

ناشر : بیگم سید عابد عباس رضوی

قیمت :

کاتب : محمد اسلم   منظور پریس لاہور

ملنے کا پتہ: دارالادب علی باغ جی بلاک ۔ رحمان پورہ لاہور

نجفی کیسٹ لائبریری
(شعبہ کتب)
بیت السجاد - مقابل نشتر پارک
سولجر بازار — کراچی

باسمہ اللہ

فہرست مطالب

نمبر شمار		صفحہ	نمبر شمار		صفحہ
۱	ابتدائیہ	۴	۲۰	دانش مند قوم	۹۵
۲	حرف آغاز	۸	۲۱	دین دار طبقہ	۱۰۴
۳	انتساب	۱۰	۲۲	بدکردار گروہ	۱۰۵
۴	بندگان خدا کو انتباہ	۱۳	۲۳	مفکرین کی آراء بابت سابقہ مسلم معاشرے	۱۰۹
۵	انقلاب اسلامی	۱۸	۲۴	آل رسولؐ و اشاعت دین	۱۱۰
۶	شہادت کے فوائد	۲۷	۲۵	ابلیس کے ہدف	۱۱۵
۷	ولایت فقیہہ	۲۹	۲۶	زندگی کے زریں اصول	۱۱۳
۸	کار رسالتؐ	۳۱	۲۷	اسلامی تعلیم درس اخلاق	۱۱۷
۹	خداشناسی	۳۲	۲۸	فروغ دین میں رکاوٹ کا باعث تنگ نظری و تعصب	۱۱۸
۱۰	عبادت اور انسان	۳۵			
۱۱	ایمان اور علم	۳۷	۲۹	حریص دنیا کے متعلق بانی اسلام کی رائے	۱۲۵
۱۲	نوع بشری کی احتیاج	۳۹	۳۰	اسلام کی راہ کاٹنے والے	۱۲۶
۱۳	یورپی انسان اخلاقی ارتقاء کا روڑا	۴۰	۳۱	فاقہ کشوں کا وجود احکام الٰہی سے غفلت کا ثبوت	۱۳۰
۱۴	مکارم اخلاق	۴۵			
۱۵	منبع علم	۵۹	۳۲	صلہ رحمی	۱۲۷
۱۶	کتاب و حکمت	۶۴	۳۳	قطع رحمی	۱۲۸
۱۷	دین کی سخت منزل	۶۸			
۱۸	صفات مومن	۸۴	۳۴	وعدہ خداوندی	۱۹۸
۱۹	ملکوتی معاشرت	۹۴			

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ الحمد للہ من اول الدنیا الی فناءھا و من الآخرۃ الی بقائھا۔ الحمد للہ علی کل نعمۃ و استغفر اللہ من کل ذنب واتوب الیہ یا ارحم الراحمین ہ

اسلام کی تمام تعلیمات ۔ پیغمبر اسلام سیدنا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تمام تبلیغ اور سیرتِ طیبہ نیز تمام آسمانی کتب بالخصوص قرآن مجید کی تمام آیات کا خلاصہ مندرجہ بالا حمد جو کہ عربی زبان میں ہے پوشیدہ ہے ۔ الہامی تعلیمات اور صحائف آسمانی اور تمام پیغمبران و رسل انسان کو یہی درس ہدایت دیتے رہے ہیں کہ یہ دنیا فانی ہے ۔ اور حیات بعد موت ابدی ہے ۔ اللہ تعالےٰ تم کو اس دنیا میں اس لئے لایا ہے کہ وہ تمہارا امتحان لے کہ تم اس کے شکر گزار بندے اور فرمانبردار عبد بن کر رہتے ہو یا رنگینیٔ دنیا اور نعماتِ فانی کے حصول کی خاطر اللہ کے احکام سے روگردانی اختیار کرکے اس کے منع کردہ امور کو انجام دیتے ہو ۔ اور اس نے جن کاموں کے کرنے کا تمہیں حکم دیا ہے اس سے روگردانی کرتے ہو ۔ اور پھر اس کے منع کردہ امور یعنی گناہانِ کبیرہ و صغیرہ کے سرزد ہو جانے کے بعد بارگاہِ رب العزت میں توبہ و استغفار بھی کرتے ہو یا نہیں ۔ یہ فلسفہ اور تعلیم تمام آسمانی مذاہب میں موجود تھی ۔ اور غالباً اب بھی ہے ۔ مگر جیسا کہ قرآن نے بیان کیا ۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۔ اِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۔

بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے ۔ اور وہ اس بات پر خود بھی ضرور گواہ ہے اور وہ مال کی بہت محبت رکھتا ہے ۔ پس انسان کا یہی ناشکرا پن اور حبّ اموالِ دنیا اس کی تباہی کا سبب اور خدا سے بغاوت کی بنیادی وجوہات ہیں ۔ اس حبّ دنیا سے بچنے کے لئے الہامی تعلیمات نے بہترین راستہ دکھلایا مگر انسان کو اس پر عمل کرنے میں ہمیشہ تردد اور ہچکچاہٹ رہی کیوں کہ ابلیس کا پیدا کردہ وسوسہ اور نفس امارہ کا غلبہ انسان کو ملکوتی راہ اختیار کرنے کی بجائے

طاغوتی راستے پر گامزن ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ لہٰذا قرآن کو کہنا پڑا کہ:۔

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ العصر

وقتِ عصر کی قسم انسان ضرور گھاٹے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کرتے رہے۔ اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے رہے۔

ہر پیغمبر کے دنیا سے جانے کے بعد اس کی اُمت کا امتحان منجانب خدا لیا گیا۔ جبکہ قرآن نے سورہ الدہر کی پہلی چند آیات میں انسان کی خلقت کا طریقہ بتلا کر کہا۔

ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ (گندے پانی) سے پیدا کیا۔ اور اس کو سننے والا اور دیکھنے والا بنایا۔ اس کو راہِ مستقیم کی ہدایت بھی کر دی۔ اب انسان پر خود منحصر ہے کہ وہ راہِ مستقیم جو خدا نے مقرر کر دی ہے اس پر چل کر ہدایت یافتہ اور شکر گذار بندہ بنتا ہے یا ناشکرا۔ نافرمان اور گنہگار اور خدا کا باغی بنتا ہے۔ تاریخ کے اوراق گواہی دیتے ہیں کہ انبیاءؑ کی تعلیمات میں حسب خواہش ترامیم کر کے انسانوں نے ایک نیا دین اور نیا مذہب پرانے مذہب کے نام پر بنا لیا۔

جیسے کہ حضرتِ موسیٰؑ کے پیروکار آج بھی اپنے کو یہودی کہلاتے ہیں۔ لیکن انہوں نے ان کی تعلیمات میں حسبِ خواہش ترمیم کر لی ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے پیروکار آج بھی عیسائی یا نصرانی کہلاتے ہیں۔ مگر ان کا دستورِ حیات تعلیمات عیسیٰؑ کے برعکس ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم ترکِ دنیا کی تعلیم تھی۔ مگر آج ان کے پیروکار ہونے کا دعویٰ کرنے والے شرق و غرب کے خزانے صرف اپنے اور اپنی قوم کے لئے بلا شرکتِ غیرے مخصوص کر لینا چاہتے ہیں آنحضرتؐ کی تعلیم تھی کہ:۔

مت سنو گر بُرا کہے کوئی ! مت لڑو گر تنازعہ کرے کوئی
روک دو گر غلط چلے کوئی ! بخش دو گر خطا کرے کوئی

مگر ان پیروکاران عیسیٰؑ نے حصولِ دنیا کی خاطر جاسوسی کا ایسا نظام وضع کیا ہے۔ کہ اگر کوئی اپنے دل میں بھی ان کو بُرا کہے تو انہیں ان کے آلات خبر دے دیتے ہیں اور یہ اس سے لڑنے پر فوراً آمادہ ہو جاتے ہیں۔ جہاں تک غلط چلنے کا تعلق ہے تو انہوں نے نہ صرف خود اپنے لئے

ایسا راستہ، معاش و معاشرت اپنایا ہے جو تمام قوانین الٰہی سے بغاوت کر کے حصول دُنیا اور لذات دنیا سے پوری طرح لطف اندوز ہونا چاہتا ہے اور اس پر معترض لوگوں کو نہ صرف یہ کہ بخشتا نہیں ہے بلکہ ان کی دُنیا سے جڑ اور بنیاد ہی مٹا دینا چاہتا ہے۔

کچھ اس طرح کا معاملہ مسلمانوں کے ساتھ پیش آیا ہے کہ بعد پیغمبرِ اسلام جو حادثات اور واقعات اہل اسلام کو ملوکیت اور آمریت کے ہاتھوں پیش آئے۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا قدرت نے امتحان لیا۔ اور اس میں وہی لوگ کامیاب رہے جو تواصو بالحق اور تواصو بالصبر کے مفہوم پر پورے اُترے۔ اس سائنسی دور میں جبکہ انسان اتنی ترقی کر چکا ہے کہ قدرت کے کئی سربستہ راز اس پر آشکار ہو چکے ہیں۔ اور وہ چاند و سورج پر کمندیں ڈال رہا ہے مگر دُنیا میں کوئی ایسا طریقہ یہ انسان رائج نہیں کر سکا۔ جو تمام دُنیا کے باشندوں کو مطمئن کر سکے۔

اس کتاب میں الہامی تعلیمات سے مملو ایک ایسے ہی معاشرے کی نشان دہی کی گئی ہے۔ جو اگر دُنیا میں رائج ہو جائے۔ تو ہر فرد مطمئن شکر گزار اور خُدا کا نیک بندہ بن سکتا ہے۔ کاش یہ خواب حقیقت بن جائے۔ یہ تمنّا پوری ہو جائے اور دُنیا جنت بن جائے۔ آمین

فاضل مصنف نے بڑی محنت سے احادیث و آیاتِ قرآنی سے اپنے موضوع کی وضاحت کی ہے۔ اور اسلامی معاشرے کے صحیح و روشن چہرے کو پیش کرنے کے لئے بڑے خلوص سے کوشش کی ہے۔ کاش! قوم اس جذبہ ایمانی کی قدر کرے۔ یہ کتاب اخلاقیات کا درس ہے اس کو ہر گھر میں ہونا چاہیئے۔

سیّد عابد عباس رضوی مصنفِ کتاب ھذا قبل از یں "حج کانفرنس" اور "مجھے ہے حکمِ اذاں لا الہ الا اللہ" دو کتابوں میں اسی مضمون پر تفصیلی روشنی ڈال چکے ہیں کہ مسلمان اسلام کا پاکیزہ معاشرہ کیسے قائم کر سکتے ہیں۔ کتاب حج کانفرنس میں داعیانِ نفاذِ نظامِ اسلام کے سامنے مساجد کی تنظیم کر کے اسلامی نظام رائج کرنے کا مفصل منصوبہ پیش کیا گیا ہے۔ اسی طرح کتاب "مجھے ہے حکمِ اذاں لا الہ الا اللہ" میں مساجد کو مسلمانوں کا عدلیہ۔ دار الامارہ۔ اور دار المعاشرت قرار دے کر مساجد کے ذریعہ حکومت و ریاست و معاش کی گتھیوں کو سلجھانے کا تفصیلی پروگرام صفحہ قرطاس کی زینت بنایا ہے۔ جس کو علماء اور دانشوروں نے اپنے تبصروں میں سراہا ہے۔ مگر افسوس دعویدارانِ نفاذِ نظامِ اسلام سیاسی بھول بھلیوں

میں پڑ کر مخلص مسلمانوں اور دردمندانِ اسلام کی آواز اور خیالات کو کوئی اہمیت اور حیثیت نہیں دیتے۔ ان کا منتہائے مقصود صرف لیلائے اقتدار ہے۔ کہ وہ حکومت کی سیڑھی پر چڑھ کر الہ دین کا چراغ حاصل کر کے چشم زدن میں اسلام نافذ کر دیں گے۔ وہ اسلام جو داعیِ اسلام اور بانیٔ اسلام کے دُنیا سے پردہ پوشی کے بعد صرف پچیس سال کے اندر انسانی خواہشات کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ اور کتاب اللہ پر خواہش نفس غالب آگئی۔ حکومت و ریاست خاندانِ رسالتؐ سے بھی انصاف نہ کر سکی۔ اور اجر رسالت دینے کے بجائے ان کو آب شمشیر سے کشتہ کر کے اسلام کی وراثت سے بھی محروم کر دیا گیا۔ ان حالات میں جب تک ۱۴ صدیوں کی گندگی جو ملوکیت و آمریت نے مسلمانوں اور اسلام پر ڈال دی ہے۔ اس کو دور کرنے کے لئے زبردست اصلاح اور فلاحی پروگرام مساجد اور معاشرے کے ذریعہ مسلمانوں میں رائج نہیں ہوتا۔ اس وقت تک نفاذِ نظام اسلام کا دعویٰ بے کار و عبث ہے۔ ایک فلاحی معاشرہ اسی طرح قائم ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ مصنف کتاب ہذا نے تفصیل سے اس کتاب میں پیش کیا ہے کہ مسلمان وہ ہے کہ جو موت کو ہر وقت یاد رکھے۔ جو کبھی جھوٹ نہ بولے۔ جو اپنے دل میں حُبِ مال و دولت نہ رکھے۔ جو بادشاہت اور آمریت سے مرعوب نہ ہو۔ جو آپس میں جدال و قتال نہ کرے۔ جو ایک دوسرے کی مذمت و ہجو نہ کرے۔ جو اپنی ضروریات زندگی کو کم کر کے اپنے غریب و محتاج بھائیوں کی مدد کرے۔ جو اپنا طرز حیات اپنے ہمسائیوں سے بلند نہ کرے۔ تاکہ پورا معاشرہ ایک سطح پر نظر آئے۔ جو توبہ و استغفار اور مناجات و عبادات خدا سے غافل نہ ہو۔ جو فقراء و مساکین و حاجت مندوں کی ضروریات کو اپنی ضروریات سے اہم سمجھئے۔

یاد رکھیئے جب تک اسلام کا معاشی عدل اور فلاحی نظام پورے معاشرۂ اسلامی پر نافذ نہیں ہوتا۔ اس وقت تک اسلامی نظام کے نفاذ کا دعویٰ بیکار و عبث ہے۔ اسلام عدل و مساوات اور سلامتی کا نام ہے۔

خدا ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اس دُنیا میں عدل و مساوات و سلامتی کے داعی بن جائیں۔ آمین

سید حسن ظہیر نقوی۔ نجفی

امامیہ مسجد سمن آباد

لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ اَنْتَ الْمَرْغُوْبُ مِنْکَ جَمِیْعُ خَلْقِکَ ٥

اے اللہ اے اللہ تو مجھ کو (تیری) تمام مخلوق سے زیادہ پسند ہے اور محبوب ہے۔

تمام صحائف آسمانی، پیغمبران مرسل کی تعلیمات کا مرکزی نقطہ یہی ہے کہ انسان کو سب سے زیادہ دلچسپی اس دنیا میں خداوند عالم کی ذات والا صفات سے ہونا چاہیئے۔

اگر انسان کسی شے سے محبت کرنا چاہتا ہے تو وہ خدا سے محبت کرے۔ اگر کسی کو اپنا مقصد حیات قرار دینا چاہتا ہے تو اس کو چاہیئے کہ وہ رضائے خدا کو اپنا مقصد حیات قرار دے۔ اگر کسی کی اطاعت کرنا چاہتا ہے تو اس کو لازم ہے کہ خدا کی اطاعت کرے۔

اگر کسی کا خوف دل میں رکھنا چاہتا ہے یا کسی سے خوف زدہ ہے تو اس کو صرف خدا سے خوف رکھنا چاہیئے۔ اگر انسان کسی سے عشق کرنا چاہتا ہے تو اس کو چاہیئے کہ صرف خدا سے لو لگائے۔ اور اسی کے رنگ میں رنگ جائے۔

دنیا میں ازل سے آج تک بے شمار ادیان رہے ہیں، اور رہیں گے۔ اور سب میں خدا کا تصور موجود ہے سب خدا کی تعظیم و اطاعت کا حکم دیتے اور اس کی رضا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

مگر جس انداز سے رسول اسلامؐ نے اور ان کے سچے وارثان نے اطاعت و فرمانبرداری خدا کی اور جس طرح سے رضائے الٰہی کے حصول کے جویا رہے۔ اور عشق الٰہی میں ڈوب کر اس کی خوشنودی کے لئے اس کے احکام کے مطابق اپنا سب کچھ اس کے آئین و قانون کی بقاو حفاظت کے لئے نچھاور کر دیا، اور کلام الٰہی کے احکام کی برتری و بالا دستی کو برقرار رکھا۔ اور ان کے جسم کا انگ انگ میدانِ شہادت میں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پکارتا رہا ہے کہ اے اللہ! اے اللہ!! تو مجھ کو (تیری) تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے۔

کاش مسلمان اس کلام کو سمجھتے اور اپنی زندگی کو اسی کے انداز پر ڈھالتے مگر برا ہو حبِ دنیا کا کہ وہ خدا و رسولؐ کی محبت پر غالب آگئی اور انسان نور سے عشق کرنے کے بجائے ناری کا پجاری بن گیا۔ اور فانی دنیا کی فانی لذتوں پر مرمٹا۔

اور حصولِ مقصد کی خاطر آئینِ خداوندی اور ضابطہ اخلاق۔ حیاء و دین سب کو فراموش کر کے ناشکرے پن اور احسان فراموشی کا ثبوت پیش کیا۔ اور اپنی اس غلط روش پر نادم ہونے کے بجائے "عذرِ گناہ بدتراز گناہ است" کے مصداق اپنی اس غلط روی کا نام دینِ حق رکھ لیا۔ اور اسی کو آئینِ الٰہی قرار دیا۔

اسی بنا پر دینِ الٰہی مضمحل ہو گیا۔ اور کفر اور طاغوتی نظام دنیا پر مسلط ہو گیا۔ سیاست دنیاوی اور پرستاران لیلا نے اقتدار کی نت نئی چالوں کے سبب سے جس طرح سرزمینِ کفر پر دارالاسلام بنانے والی جماعت مختلف گروہوں میں بٹ گئی۔ اور ہر گروہ دعویدار ہے کہ وہی اصلی اور حقیقی وارث ہے۔ اس جماعت کا اس کے بانی کا وہ رہبر کا جس نے کفار و مشرکین سے معرکہ آرائی کر کے یہ دارالاسلام حاصل کیا تھا۔

بالکل اسی طرح مسلمان مختلف گروہوں میں تقسیم در تقسیم ہو گئے۔ اور ہر گروہ دعوے دار ہے کہ اصلی اسلام اور اس کے بانی کا سچا اور حقیقی وارث وہی گروہ ہے۔ باقی سب دائرہ دین کے باہر ہیں۔ اور اس بحث نے اعلانیہ دشمنی اور عملی تنازعہ کی شکل اختیار کر لی ہے۔ جس کے باعث دین مضمحل ہو گیا ہے۔ اور صاحبانِ فہم تذبذب ہیں۔ دشمن خندہ زن۔ اسلام اور اہلِ اسلام کمزور ہو گئے۔ اور اغیار غالب آ گئے۔ مگر ہم اپنی غلط روی سے باز نہیں آ سکتے۔ خودستائی۔ خودبینی۔ خودفریبی اور خوش فہمی میں مبتلا ہیں۔ اس خوابِ غفلت سے کس طرح نجات حاصل کی جائے۔ اس خوش فہمی سے کیسے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ اس غلط روش کی کس طرح اصلاح کی جائے۔ یہی میرا موضوع ہے۔ اس پر تفصیل سے روشنی ڈالنا عالمانِ دین کا کام ہے۔ مجھ جیسے بے علم بے نام و نشان انسان کا یہ کام نہیں۔ مگر میں نے یہ دیکھا کہ ہمارے خطیب اور واعظ حضرات مرض تو تشخیص کر لیتے ہیں اور اس کا علاج صرف اسلام کو بتلاتے ہیں۔ اور نفاذِ آئینِ اسلام کا ڈھنڈورہ بھی پیٹتے ہیں۔ مگر دین کی اصل غائت اور ضرورت کو نظر انداز کر کے صرف الفاظ کے معنی مطالب پر زور دیتے ہیں۔ رضائے الٰہی تک پہنچنے اور دین کی روح کو حاصل کرنے اور اس پر صدقِ دل سے عامل ہونے کا جذبہ صادق اسبابِ دنیا اور علائق زمانہ کے سبب سے اس کی دسترس سے باہر نظر آتا ہے۔ اندریں حالت شاید میری یہ جسارت میرے پڑھنے والوں کو پسند آئے اور جس ملکوتی معاشرت کا سراغ میں نے تحریر ہذا میں قصص الانبیاء سے پیش کیا ہے اور جس کے لئے تمہید کے طور پر آیاتِ الٰہی و اخبار پیغمبر آخر الزماں علیہ السلام سے استفادہ کیا ہے۔

انتساب

میں اپنی اس حقیر سعی کو بارگاہ رب العزت میں پیش کرتا ہوں اور امیدوار ہوں کہ وہ اس معمولی دینی خدمت کو شرف قبولیت عطا فرمائے گا، اور ان ہستیوں کو جن کے ذریعہ دین اسلام اور اس کی تعلیمات مجھ تک پہنچیں۔ یعنی میرے والدین ان کو بخش دے گا۔ اور اسلام کی محبت میرے متعلقین کے دل میں تا قیام قیامت تک جاگزین رکھے گا۔ آمین

عابد عباس

گر قبول افتد زہے عز و شرف

کیا بہتر ہوتا کہ صاحبان ایمان اور دردمندان اسلام اس خدمت کو قبول کر کے میرے لئے دعائے خیر کریں۔ اور صاحبانِ حل وعقد اس معاشرت کی ترویج کے لئے کوشاں ہوں۔ اہل قلم اس موضوع پر دعوتِ فکر و عمل کو عام کریں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ آمین یارب العالمین ۝

آخر میں میں محترم جناب سید رضا علی صاحب رضوی اور جناب شیخ نوازش علی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنہوں نے اس کتاب کے مسودات کو دوبارہ لکھنے کی زحمت گوارا کی۔ اور اس کام میں میری مدد کی۔ بارالہا ان سب کی دینی و دنیاوی حاجات برلا۔ آمین

بارالہا ایمان کی محبت ہمارے دلوں میں ڈال اور کفر و فسوق و عصیان سے ہمارے دلوں میں کراہت پیدا کردے آمین

عابد عباس رضوی عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ

حمد ہے خداوند عالم کی اور درود و سلام ہو رسولؐ اکرم اور ان کی پاک آل پر۔ امابعد میں نے محترم سید عابد عباس شاہ صاحب رضوی کی کتاب (ملکوتی معاشرت) کو ابتداء سے آخر تک پڑھا اور وقت کے تقاضا کے مطابق نہایت ہی مناسب پایا ہے۔ کیوں کہ موجودہ دور کے بگڑے ہوئے معاشرہ کی اصلاح کے لئے اشد ضروری ہے کہ آج کا مصنف و مبلغ موجودہ معاشرہ کے نقائص لوگوں کے دلوں پر نقش کرکے ان کو دور کرنے کی تدابیر عوام الناس کے ذہن نشین کرانے کے ساتھ ساتھ بطور نمونہ کوئی ایک مثالی معاشرہ بھی ان کے سامنے پیش کرے۔

لہذا سید موصوف نے اپنی کتاب میں کنایتہً وصراحتاً ان باتوں کو ملحوظ رکھا ہے۔ اور پھر ہر ہر پہلو کو آیات قرآنی سے واضح کرکے کتاب کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ خداوند عالم موصوف کی توفیقات میں برکت عطا فرمائے اور اس کارِ عظیم کے بدلے اجرِ عظیم دے۔ آمین

احقر

سید نذر حسین شاہ

فاضل قم (مجتہد پیجہ وطنی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد ہے اس پروردگار کی جس نے ہمیں صورت انسان پیدا کیا اور اس پر یہ کرم کہ امت احمد مختار بنایا اور اپنے فضل خاص سے ولایت امیر المومنین سے متمسک فرمایا۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میں نے کتاب "ملکوتی معاشرت" مولفہ محترم المقام سید عابد عباس رضوی کا مطالعہ کیا۔ رضوی صاحب موصوف ان حضرات میں سے ہیں۔ جن کا وجود اس کفر و الحاد کے دور میں نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔ اپنے قوت بازو سے کسبِ حلال کر کے قوم و ملت کی بے لوث دینی خدمت کرنا آپ ہی کا حصہ ہے۔ کتاب کیا ہے اصلاح معاشرہ کے لئے ایک حسین و جمیل گلدستہ ہے۔ جسے رضوی صاحب نے اللہ تعالیٰ، رسول مقبول اور آل محمد کے فرامین کے پھولوں سے مزین کیا ہے۔ حضرات علمائے کرام کے افکار کی پتیوں سے سجایا ہے۔ حضرت ذوالقرنین کے سوالوں کی خوشبو دی ہے۔ اور دانشمند قوم کے جوابوں کا رنگ چڑھایا ہے۔ خداوند عالم آپ کی اس سعی کو مشکور فرمائے۔ مومنین اس سے استفادہ کر کے دلی سکون و روحانیت حاصل کریں۔ اور آخرت میں خدا کی رحمت سے نجات کے امیدوار مومنین کی خدمت میں التماس ہے کہ اس کتاب کو خرید کر ایمانی احساسات کا ثبوت دیں۔

خادم ملت۔ محمد رفیع حیدری ناظم اعلیٰ ادارہ تقویت الایمان و تاحیات جنرل سیکرٹری انجمن اتحاد المومنین رجسٹرڈ

اچھرہ۔ لاہور

الله

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع ساتھ نام اللہ کے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ

ہم نے تم سے پہلے بھی امتوں کی جانب رسول بھیجے پھر ہم نے ان کو

بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ○

سخت نقصان اور مصیبت میں گرفتار کیا تاکہ وہ عاجزی و زاری کریں۔

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ

پس جس وقت ہمارا عذاب ان پر پہنچا کیوں نہ انہوں نے گریہ کیا

قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا

لیکن ان کے دل سخت ہوگئے اور جو عمل وہ کرتے تھے شیطان نے ان کے لئے

يَعْمَلُوْنَ ○ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا

اس کو خوشنما کر دکھایا تھا پھر جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جو ان کو کی گئی تھی تو ہم نے

عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا

ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں سے

اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ○ الانعام ۴۲-۴۴/۶

خوش ہوگئے جو ان کو دی گئی تھیں تو ہم نے یکایک ان کو گرفتار کرلیا اور وہ مایوس ہوکر رہ گئے۔

تمام اُمتوں کی آزمائش اس طرح ہوئی، کہ جب ان کے رسول اور پیغمبر ان سے جدا ہوئے۔ یہ اُمتیں تعلیمات انبیاء پر قائم نہ رہ سکیں، اور تعلیمات انبیاء اور صحائف آسمانی میں اپنی خواہشات کے مطابق ردوبدل کر لیا۔

کیا آج مسلمان کو بھی اسی قسم کی صورتِ حال کا سامنا نہیں کرنا پڑ رہا ہے؟ آیئے ہم اس سوال پر غور کریں۔ کہ کیا ہم انہیں تعلیمات اور طریقوں پہ قائم ہیں۔ جو پیغمبرِ اسلام نے وحی الٰہی کے بموجب مدینہ میں اپنے پیروکاروں کو سکھلائے تھے۔ یا ہم نے ان میں تغیر و تبدل کر لیا ہے۔

مسلمان آج ساری دُنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ اس کی آبادی حالیہ مردم شماری کی رُو سے تمام دنیا میں اسّی کروڑ سے ۱۰۰ کروڑ کے درمیان ہے اور تقریباً ۵۰ ممالک میں ان کی اکثریت ہے جہاں انہیں میں سے حکمران ہیں۔ جن کو بادشاہ، امیر، صدر یا رئیس مملکت کہا جاتا ہے۔ کہیں جمہوریت ہے کہیں آمریت، اور کہیں شخصی حکومت ہے۔

مسلمانوں میں مکاتیب فکر بھی بہت سے ہیں۔ جن کی فقہ، اور اسلام پر عمل کرنے کے طریقوں میں نمایاں فرق ہے۔ ان کے عقائد و اعمال مختلف ہیں۔ تفسیر و تاویل آیات قرآنی اور سنت و تاسی رسول کے متعلق احادیث میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

یہ صورتِ حال اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ مسلمان بھی آزمائش میں پڑ گیا ہے صحیفہ زرتشت میں مرقوم ہے کہ

"عنقریب عرب میں ایک عظیم نبی مبعوث ہوگا۔ اور جب اس کی شریعت کو ایک ہزار سال سے زائد عرصہ گزر جائے گا، اور دوسرا ہزارواں سال شروع ہوگا تو اس دین میں ایسی باتیں پیدا ہو جائیں گی کہ یہ پہچاننا مشکل ہوگا کہ یہ وہی دین ہے جو اپنی قرن اوّل میں تھا۔" (قصص الانبیاء محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی جلد سوئم)

تمام اسلامی ممالک کے حکمران اپنے طرز حکومت کو اسلامی قرار دیتے ہیں۔ بہت سی حکومتیں اپنے آپ کو اسلامی جمہوریہ کہتی ہیں۔

تمام مکاتیب فکر اپنے طریقہ اور تصور اسلام کو عین اسلام قرار دیتے ہیں۔

مگر حالت یہ ہے کہ تمام مسلم ممالک یہود و نصاریٰ کی سازشوں کے جال میں جکڑے ہوئے ہیں۔ دنیا کی سرکردہ اقوام نے ان کو اپنے حلقہ اثر میں بانٹ رکھا ہے۔

اہل فرنگ دوستی کے پردہ میں دشمنی کر رہے ہیں۔ اسرائیلی اژدہا فلسطین کو ہضم کر کے لبنان میں داخل ہو چکا ہے لیکن مسلمان آپس ہی میں دست بگریبان ہے

ان حالات میں تمام بلاد ہائے اسلامیہ میں محبانِ اسلام مضطرب ہیں۔ کہ کس طرح اس گرداب سے نکلا جائے، اور حقیقی اسلامی فلاحی نظام اور معاشرت کو رائج کیا جائے تمام بلاد ہائے اسلامیہ میں مختلف ناموں سے احیائے اسلام اور نفاذ نظام اسلام کے لئے جد و جہد جاری ہے۔ مگر غلط طرز حیات اور گمراہ کن فلسفہ اور تعلیم و تعلم کے باعث جو مسلمانوں میں یورپین اقوام کی نقالی و پیروی کے باعث رواج پا چکا ہے۔ کوئی کوشش کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکی۔ اور نہ آئندہ اس کی امید کی جا سکتی ہے۔

شاید ہم ان آیات کو فراموش کر بیٹھے ہیں جن میں خدا نے حکم دیا ہے مسلمانوں کو کہ یہود و نصاریٰ کافرین و مشرکین کی پیروی نہ کریں ان سے دوستی و رسم و راہ نہ رکھیں ان کو اپنا مشیر اور راز داں نہ بنائیں۔ اگر کسی مسلمان نے ایسا کیا تو وہ گمراہی میں پھنس جائے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ

ترجمہ: ایمان والو۔ اگر تم نے کافروں کی اطاعت کی۔ تو وہ تم کو پچھلے پاؤں

عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ (آل عمران ۱۴۹/۳)

لوٹا دیں گے۔

(۵۵۵ آیت ۵۷)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا

اے ایمان لانے والو! ان لوگوں کو اپنا دوست نہ بناؤ جو تمہارے دین کا تمسخر اڑاتے ہیں اور اس کو کھلونا سمجھتے ہیں۔

کیا ہم ان لوگوں کی دوستی اور پیروی نہیں کر رہے ہیں جو احکام الٰہی سے روگردانی کر کے اپنے لیے راہ عمل کا تعین کر چکے ہیں۔ اور بظاہر خدا کو مانتے ہیں۔ مگر ان کا ہر عمل خدا سے بغاوت کا مظہر ہے۔ ہماری مراد یورپ ایشیا اور امریکہ کے سرمایہ پرست طبقات سے ہے۔ جن کا ذکر بالاعلان قرآن میں موجود ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ

اے ایمان لانے والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ یہ ایک دوسرے

بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ

کے دوست ہیں۔ جو تم میں سے ان کو اپنا دوست بنائے گا۔ وہ انہی میں سے

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ مائدہ ۵/۵۱

ہو جائے گا۔ بے شک اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا

خدا نے اپنی کتاب میں صاف صاف کہہ دیا کہ اگر تم نے ان قوموں کو دوست و رازداں مشیر یا سرپرست بنایا تو تمہارا شمار انہیں لوگوں میں ہوگا۔ یہ ظالم لوگ ہیں۔ اور خدا ظالموں کی ہدایت نہیں کرتا۔

الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ

کیا جو لوگ ان کافروں اور مشرکوں کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ ان کے پاس عزت تلاش

اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا النساء ۴/۱۳۹

کرتے ہیں۔ حالانکہ ساری عزت خدا کے پاس ہے۔

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ

اور جسے چاہتا ہے تو عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے تو ذلت دیتا ہے تمام خیر و

اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ آل عمران ۲۶/۳

خوبی اس کے ہی ہاتھ میں ہے۔ بے شک تو ہر شے پر قادر ہے۔

جن قوموں کو ہم نے اپنا دوست و مددگار سمجھ لیا ہے۔ ان کی دشمنی اور عداوت کچھ ڈھکی چھپی چیز نہیں ہے۔ دنیا میں جہاں جہاں بھی مسلمان آباد ہیں۔ انہیں تین طاقتوں کے باعث اذیت، و ہلاکت سے دوچار ہیں۔ فلسطین۔ لبنان، شام، عراق، مصر اردن، افغانستان۔ ایران۔ کشمیر۔ قبرص۔ روس کی مسلم آبادی افریقہ کے مسلم ممالک۔ فلپائن کے مسلمان۔ الغرض ساری دنیا کے مسلمان ان کی پالیسیوں اور برتاؤ سے نالاں و پریشان ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ

اے ایمان لانے والو اپنے لوگوں کے سوا کسی غیر کو اپنا راز دار نہ بناؤ

خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ښ

وہ تمہاری خرابی میں کمی نہ کریں گے۔ جتنی تم کو تکلیف پہنچے گی وہ خوش

وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ

ہوں گے دشمنی ان کی ہر بات سے ظاہر ہے اور جو کچھ ان کے دلوں میں چھپا ہوا ہے۔ وہ اس

تَعْقِلُوْنَ آل عمران ۱۱۸/۳

سے بڑھ کر ہے۔ ہم نے تمہارے لئے نشانیاں کھول کر بیان کر دیں۔

یہ سب محض اس لئے ہو رہا ہے کہ مسلمان امرائے ان لوگوں کو اپنا دوست محافظ اور معاون قرار دے کر اپنے ملک کے دروازے ان کے لئے کھول دیے ہیں۔ اور یہ ہماری زمین پہ پیر رکھتے ہی ہم کو مٹانے کی تدابیر میں مشغول ہو جاتے ہیں دشمنی ان کی خاص حکمت عملی ہے۔ جس سے خداوند عالم نے ہم کو اپنی کتاب کے ذریعہ آگاہ کرنے کی غرض سے بہت سی آیات میں کھول کر بیان کر دیا ہے۔ مگر حصول دنیا کی مہم نے ان آیات و احکام الہٰی سے ہم کو غافل کر رکھا ہے، اور ہم نے جان بوجھ کر ان آیات

کو نظر انداز کر دیا ہے یا یہ سمجھ لیا ہے کہ یہ آیات و احکام صرف رسول خدا کے زمانے کے یہود و نصاریٰ کافرین اور منافقین کے لئے تھے۔ حالانکہ قرآنی احکامات قیامت تک کے لئے ہیں۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ہم نے ان احکامات الٰہی کو نہیں سمجھا۔ اور ان پر عمل نہیں کیا۔ بلکہ اس کے برعکس انہیں اقوام کو اپنا معلم۔ رہبر، بشیر اور اس سے بڑھ کر محسن اور سرپرست سمجھ کر آنکھیں بند کر کے ان کی ہدایات اور طریقوں پر عامل ہو گئے ہیں۔ ان کا آئین۔ قانون اور نظام ہمارے لئے واجب الاحترام بن گیا۔ ان کا تمدن اور معاشرہ ان کا نظام تعلیم اور فلسفہ ہماری زندگی پر چھا گیا اور ہم اپنے اصولوں اور طریقوں کو چھوڑ کر ان کے پھیلائے ہوئے جال میں جکڑ گئے۔

آج مسلمانوں کا بچہ بچہ اسلام کے نفاذ کے لئے تڑپ رہا ہے۔ مگر اسلام کا نظام تمدن اور معاشرت ہم سے کوسوں دور کر دیا گیا ہے۔ سوائے ایک استثناء کے اور وہ یہ ہے۔

ایران کا اسلامی انقلاب

جس کے تحت جمہوری اسلامی ایران تیزی سے اسلام کے فلاحی نظام کی جانب قدم بڑھا رہا ہے۔ یہ اسلامی انقلاب دو ہزار سالہ شہنشاہیت کو منہدم کر کے پروان چڑھا ہے۔ اور اپنی عمر کے ۶ سال پورے کر چکا ہے۔

یہاں ۳ بار عام انتخابات اور پانچ عام رائے شماری سے کسی مخصوص مسئلہ پر عوام کا فیصلہ حاصل کیا گیا ہے۔ اس انقلاب کو ناکام بنانے کی بے شمار کوششیں اور تدبیریں اب تک کی جا چکی ہیں مگر بقول شاعر

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

پانچ سال قبل اس اسلامی جمہوریہ ایران پر برادر اسلامی ملک عراق کے فوجی حکمران نے حملہ کر دیا۔ اس وقت اسلامی انقلاب ایران کے بانی یعنی ایرانی باشندے نہتے اور بے سہارا تھے۔ شاہ کی حمایت کر کے فوج عوام سے ٹکرا کر پاش پاش ہو چکی تھی۔ اسلام کے غدار ملک سے بھاگ گئے تھے۔ اور فوجی بد دل ہو کر منتشر ہو چکے تھے۔ حملہ آور دشمن ملک کی سرحدوں کو پامال کر کے تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ کوئی روکنے والا نہیں تھا۔ ان حالات میں علما اور دینی طلبا رائفلیں لے کر سرحدوں پر ڈٹ گئے۔ پاسداران اسلامی سر بکفن میدان جنگ میں کود پڑے۔ منتشر فوجی جوان غیرت وحمیت لے کر واپس دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ یہ جنگ ہنوز جاری ہے۔ مگر ایران نے اپنا تمام علاقہ واپس لے لیا ہے اور عراقی سرحدوں کے اندر پہنچ گئے ہیں۔ یہ پانچ سالہ طویل جنگ عراق کی معیشت کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا چکی ہے۔ اس کا خزانہ خالی ہو چکا ہے۔ اور دنیا کے چودھری اور وہ عناصر جو ایران کے اسلامی انقلاب کو ناکام بنانے پر تلے ہوئے ہیں وہ عراق کو جنگ جاری رکھنے پر مجبور کئے ہوئے ہیں۔ اور وہی اس کو اسلحہ اور دیگر سامان حرب وخور دونوش بہم پہنچا رہے ہیں تاکہ یہ جنگ جاری رہے۔ اور دونوں اسلامی ممالک تباہ ہو جائیں۔ مگر ایران کو اس جنگ سے یہ فائدہ ہوا۔ کہ وہ اپنی بیشتر ضروریات میں خود کفالت کی جانب بڑھ رہا ہے۔ اسلامی انقلاب کے بانی نے قرآنی احکامات پر عمل کرتے ہوئے دنیا کے چودھریوں اور سرمایہ دارانہ یا سوشلسٹ نظام کے حامیوں کے ساتھ اشتراک عمل کرنے کے بجائے نعرہ لگایا۔

لا شرقیہ ولا غربیہ

یعنی ہم نہ تو مغرب کے سرمایہ پرستوں کے ساتھ ہیں اور نہ ہی ہم مشرق کے کمیونسٹوں

کے ساتھ ہیں بلکہ ہم صحیح اسلامی اصولوں کے پیروکار ہیں۔

میں اگست ۱۹۸۳ء میں اس انقلاب کا نزدیک سے مشاہدہ کرنے کے خیال سے عازم ایران ہوا۔ براستہ زاہدان دکوئٹہ۔ کوئٹہ میں ہر ہفتہ سنیچر کے دن پسنجر ٹرین صبح ۸ بجے کوہ تفتان کے لئے روانہ ہوتی ہے۔

میں قبل ازیں ۱۹۵۶ء میں اور ۱۹۵۸ء اور اس کے بعد ۱۹۶۲ء میں اس راستہ سے بغرض زیارات عتبات عالیہ ایران و عراق آجا چکا تھا۔ اس وقت ایران سے براہ راست بغداد کاظمین تک بسیں عام آتی جاتی تھیں۔ اس طرح یہ تمام مقامات میرے بخوبی دیکھے بھالے ہوئے تھے۔

مگر اب ۲۵ تا ۲۸ سال بعد یہاں بہت سے تغیرات دیکھنے میں آئے۔ زاہدان سے جو راستہ تربت حیدری ہوکر مشہد مقدس جاتا تھا۔ اس کے بجائے زاہدان تا مشہد مقدس سیدھا راستہ بذریعہ نو تعمیر شاہراہ اختیار کیا گیا ہے۔ اس طرح زاہدان تا مشہد مقدس مسافت کم ہوگئی ہے۔ اور یہ سفر پندرہ گھنٹوں میں طے کرلیا جاتا ہے۔ زاہدان کی حیثیت باوجود صوبائی صدر مقام کے ۱۹۶۲ء تک ایک چھوٹے سے قصبہ کی تھی۔ آج یہ ترقی پذیر شہر نظر آتا ہے۔ جس میں کئی منزلہ عمارات اور ہوٹل موجود ہیں۔ مشہد مقدس کا شہر بھی اپنی قدیم حدود سے باہر پھیل چکا ہے۔ حرم مقدس کے اردگرد کی دوکانیں اور گیراج ہٹا دیئے گئے ہیں ان کی جگہ اسلامی یونیورسٹی کی خوبصورت عمارت نے لے لی ہے اردگرد کے مکانات بھی ہٹا دیئے گئے ہیں۔ اور اس میں کشادہ پارک اور ڈبل سڑک۔ مزار مقدس کے چاروں طرف بیضاوی شکل میں بنادی گئی ہے۔

میں ہر سہ بار شیخ مہدی خادم امام رضا علیہ السلام کے مسافر خانہ میں مقیم رہا تھا۔ ان کا مسافر خانہ باوجود تلاش کے نہ مل سکا اس جگہ پر پارک بن چکا ہے۔ ان کے پسر حسن رضا اور غلام رضا بھی تلاش بسیار کے باوجود نہ مل سکے۔ اسی طرح تہران بھی کافی بدل گیا ہے۔

شہزادہ عبدالعظیم اور اس کے ارد گرد آبادی پہلے برائے نام تھی۔ مگر اب چہار جانب دور دور تک مکانات و عمارتیں نظر آتی ہیں۔

ایران ترقی کی منزل کی جانب تیزی سے گامزن ہے۔ جب رعایا اور حاکم دونوں کا مقصد ملک و قوم کی ترقی ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ ملک و ملت ترقی نہ کرے۔ ہاں جب مقصد یہ ہو کہ ساری نعمتیں برکتیں اور عہدے صرف ہم کو اور ہماری برادری یا جی حضوریوں کو ہی ملیں اور سرکاری بیت المال پر عیش و راحت کا بستر بچھایا جائے تو ملک کی ترقی رک جاتی ہے۔ البتہ انفرادی ترقی ضرور تی ہے۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔

میں سفر ایران کی بات کر رہا تھا پاکستانی حصہ میں اس سفر میں جو دشواریاں پیش آتی ہیں ان کا محض اس خیال سے ذکر رہا ہوں۔ تاکہ شاید یہ گزارشات محکمہ آمد و رفت کے حکام کو متاثر کر سکیں۔ اور وہ اس بین الاقوامی شاہراہ پر جو ہمارے ملک کو یورپ سے سے ملاتی ہے کچھ سہولتیں فراہم کر سکیں۔

علی الصبح جو ٹرین کوئٹہ سے سنیچر کے دن کوہ تفتان یعنی سرحد ایران کے لئے روانہ ہوتی ہے۔ وہ اتوار کو شام کے وقت یا رات کو تفتان پہنچتی ہے۔ یعنی پورے ۳۶ گھنٹے کا سفر ہے پہاڑی اور بے آب و گیاہ ریگستان ہیں۔ فاصلہ کل پانچ سو میل کا ہے مگر پٹڑی ریلوے وہی ہے۔ جو انگریز اپنے دور میں بنا کر گیا تھا۔ گاڑی میں مسافروں کے لئے صرف چار بوگیاں ہوتی ہیں۔ باقی ۱۸ ڈبے مال گاڑی کے۔ رفتار اس کی پندرہ یا بیس میل فی گھنٹہ سے زائد نہیں ہوتی۔ سپیز نداسٹیشن پر آمد و رفت دونوں مواقع پر یہ گاڑی پانچ پانچ گھنٹہ کھڑی رہتی ہے غالباً اسمگلر اس تاخیر سے ضرور مستفید ہوتے ہوں گے۔

بارڈر پر امیگریشن حکام کا رویہ بھی زائرین کے ساتھ مشفقانہ نہیں ہوتا۔ جیسا پر خلوص رویہ پچھلے سفروں میں نظر آتا تھا۔ اس ٹرین کا انجن مال کے ڈبے لے کر زاہدان جا ملتا ہے

اگر ٹرین کے پسنجر بھی پہلے کی طرح زاہدان ہی میں اتار دے جائیں تو کوئی قباحت نہیں ہے اگر یہ ممکن نہ ہو۔ تو عین بارڈر پر جہاں رہائش اور خوراک اور امیگریشن وکسٹم کے دفاتر ہیں جو کہ تفتان اسٹیشن سے پانچ میل کے فاطلہ پر ہے۔ وہاں مسافروں کو اتار دیا جائے تاکہ ویگن کا کرایہ اور سامان اٹھانے کا مرحلہ زائرین کو پریشان نہ کرے۔ نظام الاوقات ایسا مرتب کیا جائے کہ یہ ٹرین صبح نو بجے بارڈر پہ پہنچے۔ مسافروں کے لئے زیادہ بوگیاں لگائی جائیں۔

ایران کا اسلامی انقلاب

میں ایران کے اسلامی انقلاب کا نزدیک سے مشاہدہ کرنا چاہتا تھا کیوں کہ یہ پہلا انقلاب اسلامی ہے جو بعد ظہور اسلام واقع ہوا اسلام کا ظہور بھی ایک مکمل انقلاب ہے جس کی قیادت پیغمبر آخر الزمان کے ہاتھ میں تھی۔ یعنی بانی دین خدا یہ انقلاب لائے تھے کہ عرب کے وحشی بدو متمدن شہری بن کر قیصر وکسرے کے محلات پر قابض ہو گئے۔ اور اس کے بعد یہ انقلاب ایران ہے جس کی قیادت دین دار علماء کے ہاتھ میں ہے۔ ظہور اسلام نے جس طرح عرب قوم کو متحدہ فوجی طاقت بنا دیا تھا۔ اور مختلف قبائلی سرداروں کی غلامی سے نکال کر متحدہ عرب ریاست کا تصور پیش کر دیا تھا۔

بالکل اسی طرح ایران کے اسلامی انقلاب نے علمائے دین کی قیادت میں ولایت فقیہہ قائم کر کے اسلام کی عملی جمہوریت کا نمونہ پیش کیا جو ہر موقع پر شورے کو اہمیت دیتی ہے۔ اور ایران کے مسلمانوں کو ایک مضبوط چٹان کی طرح متحد کر دیا ہے جس طرح اسلامی انقلاب نے عرب کے بدوؤں کی تہذیب وتمدن۔ نظریات وخیالات سب کچھ بدل ڈالے تھے۔ اسی طرح ایران کے اسلامی انقلاب نے لادینی معاشرے اور معاشرت کو پلٹ کر ہر شعبہ حیات کو اسلامی احکامات کے سانچہ میں ڈھال دیا ہے اسلامی انقلاب کے وقت عرب میں کوئی بادشاہ نہ تھا۔ قبائلی سردار اور کفر کے پجاری ہی

ان کے لیڈر و رہبر تھے۔ اور انہوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی سخت مزاحمت کی تھی۔ مگر ناکام رہے تھے اس کے برعکس ایران میں بیحد طاقتور شہنشاہیت تھی۔ جن کے خزانوں کے منہ شاہی وفاداری سے وابستہ تھے۔ مگر بوریا نشین۔ صالح اسلامی قیادت نے شاہی وفاداری اور لشکریوں کو موم کی طرح پگھلا دیا اور وہ سب قائدین اسلامی انقلاب کے ہاتھوں کھلونا بن گئے۔ اس طرح اس انقلاب نے اذہان بدل دیئے تھے۔ اب دنیا کے بجائے دین محبوب تھا اور مال و آل کی بجائے آخرت اور اس کا انجام زیادہ محبوب قرار پائے۔

ہجرت رسول کے موقع پر لوگوں نے دین کی خاطر گھر بار چھوڑ دیا تھا۔ نیا وطن بنایا تھا ایرانی انقلاب کے موقعہ پر شاہ کے وفادار ملک سے فرار ہو گئے۔ اور جنگ عراق کے باعث خرم شہر۔ آبادان۔ دیزفل اور دیگر شہروں کے لوگ بے گھر ہو کر مہاجرین گئے صوبہ خوزستان کے متاثرین جنگ کی بڑی خوبصورتی سے مفرور حامیان شاہ کی متروکہ جائداد کی آمدنی سے دیکھ بھال کا کام جاری ہے اور کسی کو شکایت کا موقعہ نہیں ملتا۔

دینی قیادت اسلام در اصل ایسی ہی دینی قیادت کے زیر انتظام پھل پھول سکتا ہے۔ جو تقویٰ کے بلند ترین منازل پر فائز ہو۔ کیوں کہ صاحبان تقویٰ ہی خدا کے نزدیک معزز و مکرم ہیں۔ انہیں کو خدا کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے۔ اور وہی مشکلات میں خدا سے رہبری حاصل کر سکتے ہیں۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (سورہ الحجرات ۴۹/۱۳)

خدا کے نزدیک صاحبان تقویٰ ہی صاحب عزت ہیں۔

میں نے اپنی اولین تصنیف اسرار الدعا میں جو کہ ۱۹۷۰ء میں طبع ہوئی تھی۔ یہ الفاظ تحریر کئے تھے۔

ائمہ کیوں دعا کرتے ہیں۔ ایک حاکم دنیا کو اپنے ملک میں بسنے والوں کی ہر لحظہ فکر رہتی ہے (خواہ اپنے اقتدار و ملکیت کی حفاظت ہی کے خیال سے کیوں نہ ہو) اسی طرح ایک حاکم دین

کو بھی ہر لمحہ اپنے ملک کی حفاظت کے ساتھ ساتھ تمام رعایا کے اعمالِ صالحہ کی بھی فکر رہتی ہے وہ ان کو عذابِ دوزخ سے بھی مامون رکھنا چاہتا ہے گویا حاکمِ دنیا تو صرف دنیا کی زندگی کی بہتری کا خواہاں ہوتا ہے مگر حاکمِ دین۔ دُنیا اور دین یعنی عقبیٰ اور آخرت کو بھی اپنے پیروکاروں اور اپنی مملکت کے باشندوں کے لئے بہتر بنانا چاہتا ہے۔ بالفاظِ دگر ایک مملکت دین ہے اس کا ایک دینی سربراہ حاکم ہے۔ دوسری جانب لشکرِ شیاطین جن و انس ہے۔ جو ہر لمحہ مملکت دین پر حملہ آور ہوتا رہتا ہے۔ بابِ والئ دین کا فرض ہے کہ وہ اپنی حدودِ مملکت میں شیاطین کا داخلہ ممنوع قرار دے کر ان کے ہر حربے کو ناکام بنا دے۔ ان کو اپنی سلطنت میں دخل اندازی کا موقع نہ دے۔ اپنی رعیت کو شیاطین کے لشکر سے مقابلہ کے لئے ہر قسم کا ہتھیار مہیا کرے۔ (روحانی اور مادی) اپنے حاکمِ اعلیٰ خُدا سے بھی مدد مانگے۔ اپنے دوستوں اور پیروکاروں کو بھی بلائے۔ الغرض ہر وہ چیز مہیا کرے جس سے لشکر ہائے شیاطین مغلوب ہو جائے۔ قرآن میں اسی مضمون کو آیۃ الکرسی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا تنہا۔ آئمہ۔ امام یا ولی فقیہ کی دعائیں اور تدبیریں ایک مملکت دینی کے باشندوں کو لشکرِ ظلمات اور شیاطین سے بچا سکتی ہیں تو جواب نفی میں ملے گا۔ تمام تابعین ولی فقیہ یا امام کا متقی ہونا اور مستغیث از خدا ہونا ضروری ہے

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۭ

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کی مثال اس روشن دان کی سی ہے جس میں ایک

اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ۭ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ

قندیل ہو اور وہ قندیل چمکتا ہوا تارا ہو۔ اور زیتون کے مبارک تیل سے روشن ہو۔

مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ

جو نہ شرقی ہو نہ غربی۔ قریب ہے اس کا تیل خود بخود روشن

يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْۗءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۭ نُوْرٌ عَلٰي نُوْرٍ ۭ

ہو جائے گو اس کو آگ نہ چھوئے وہ نور بالائے نور ہے

يَهْدِي اللّٰهُ لِنُورِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ

اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی راہ بتلا دیتا ہے۔ اور اللہ انسانوں کے لئے مثالیں بیان

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (النور ۳۵/۲۴)

کرتا ہے۔ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۵ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اللہ ان لوگوں کا حامی ہے جو ایمان لائے ان کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی جانب

اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ط اُولٰٓئِكَ

لاتا ہے۔ اور جو منکر ہو گئے۔ ان کے حمایتی طاغوت ہیں۔ جو ان کو نور سے نکال کر

اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۵ (البقرہ ۲۵۷/۲)

تاریکیوں کی جانب لے جاتے ہیں۔ وہی جہنمی ہیں۔

دعائے کمیل

میں نے اس نور خدا کی چمک ولایت فقیہ ایران میں مشاہدہ کی ہر شب جمعہ کو ایران کے ہر شہر کی مرکزی مسجد میں دعائے کمیل اجتماعی طور پر ایک عالم دین پڑھاتا ہے۔ اس دعا کے چیدہ چیدہ الفاظ کا ترجمہ یہ ہے

اللّٰهُمَّ اِنِّي اسئلك برحمتك التي وسعت كل شي وبقوتك

خدایا تیری رحمت کا صدقہ میں طلب کرتا ہوں جس کے ذریعے تو ہر چیز پر

التي قهرت بها كل شي وخضع لها كل شي وذل لها كل

غالب جس کی وجہ سے ہر شے پر توانا ہے۔ جس کے سامنے ہر گردن خم ہے

شي وبجبروتك التي غلبت بها كل شي وبعزتك

تیری عزت کا صدقہ میں مانگتا ہوں جس کے مقام پر کوئی شے نہیں آ سکتی ہے

التي لا يقوم لها شي وبعظمتك التي ملات كل شي

تیری اس عظمت کے صدقہ میں جس سے ہر چیز لبریز ہے تیری اس سربلندی کے صدقہ

وبسلطانك الذی علی کل شی وبوجهك الباقی بعد فناء کل

میں جو ہر شے پر ہے ۔ اور تیری اس ذات باقی کی طفیل جس کو فنا نہیں تیرے ان اسمائے

شی وباسمائك التی ملات ارکان کل شی وبعلمك الذی

حسنہ کا صدقہ جس سے ہر شے کی توانائی ہے ۔ اور تیرے اس علم کا صدقہ

احاط بکل شی وبنور وجهك الذی اضاء له کل شی یا

جو ہر شے کو گھیرے ہے ۔ تیری ذات کے اس نور کا واسطہ جس کی بدولت ہر شے

نور یا قدوس یا اول الاولین یا آخر الآخرین ۔ اللهم

منور ہے ۔ اے نور اے پاکیزہ ۔ اے رب سے اول اے سب سے آخر ۔ میرے

اغفر لی الذنوب التی تهتك العصم

عظیم گناہوں کو معاف کر دے ۔

یہ ایک طویل دعا ہے جس میں خدا کو اس کے اسماء حسنہ کے ذریعہ متعدد طریقوں سے پکارا گیا ہے ۔ اور مناجات و التجا کی گئی ہے ۔ یہ دعا توحید کے اعلیٰ مضامین پر مشتمل ہے ۔ اس کی حلاوت صرف عربی دان ہی محسوس کر سکتا ہے ۔ اس کا پڑھنے والا خدا سے ہمکلام ہو کر اپنی مشکلات کا ازالہ چاہتا ہے ۔

میرا ایمان ہے کہ اس کا پڑھنے والا اپنی مراد سے محروم نہیں رہا ۔ اس دعا کا اثر ہے کہ جارح عراق باوجود اپنی پیش قدمی اور فوقیت کے پسپائی پر مجبور ہے ۔ اس کے کیمیاوی ہتھیار بھی فیل ہو چکے ہیں ۔ اور یہ جنگ عراق کے لئے تباہی اور ایران کے لئے خوشحالی اور توانائی لائی ہے ۔

مگر افسوس اس بات کا ہے کہ مسلمانوں کے پاس اس قسم کا الہامی ادبی و دینی سرمایہ موجود ہے اور مسلمان بوجوہ عقائد دینی ان کی جانب سے غفلت کا شکار ہے حالانکہ یہ اس ہستی کا کلام ہے جس کو پیغمبر اسلام نے اپنے علم کا در بتلایا تھا ۔

انا مدینۃ العلم وعلی بابھا

خیر میں مشہد مقدس میں آستانہ قدس حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام پر سلام کے لئے حاضر ہوا چند یوم اس شہر میں قیام کیا۔ اسی شہر کے نواح میں ارض طوس میں عظیم نامور شاعر فردوسی کا مزار ہے۔ یہاں سے میں عازم قم ہوا جو مدرسہ فیضیہ اور مزار خواہر امام رضا علیہ السلام المعروف بہ معصومہ قم کے باعث وجہ شہرت رکھتا ہے۔ اسی مدرسہ فیضیہ کا فیض آج ولایت فقیہ کی صورت میں تمام ایران پر رحمت بن کر چھا گیا ہے۔ انقلاب اسلامی ایران نے یہیں جنم لیا۔ یہیں اس کی پرورش ہوئی، اور پروان چڑھا۔ یہ ایک طویل داستان ہے جس کا ذکر یہاں نہیں کرنا ہے۔ میں نے یہاں کی زیارت کرکے طہران کا رُخ کیا۔ طہران میں امام زادگان شاہ عبد العظیم اور حمزہ بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے مزار آ ہیں اور اسی شہر میں

بہشت زہرا بہشت زہرا کے نام سے ایک عظیم قبرستان ہے جس میں شہدائے انقلاب اسلامی کے مزارات ہیں۔ اس کے باغ میں ایک سرخ لہو جیسے پانی کا فوارہ اُبلتا رہتا ہے۔ جو عجیب تاثر دیتا ہے

میں نے یہاں پہنچ کر عجیب سکون محسوس کیا۔ جیسے میں بھی یہاں کے ساکنوں میں گھل مل گیا ہوں۔ مجھ پر غنودگی طاری تھی۔ میں نے اس عالم میں دیکھا کہ کچھ شہید آکر میرے قریب بیٹھ گئے۔ میں نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں۔ جواب ملا۔ یہ آیت اللہ بہشتی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھی محمد علی رجائی ڈاکٹر محمد باہنر ہیں۔ یہ لوگ تہران میں بم مار کر شہید کر دیئے گئے تھے۔ یہ بانیان و راہنمایان انقلاب میں سے تھے۔ حکومت کی باگ ڈور انہیں لوگوں کے ہاتھ میں تھی کہ انقلاب دشمنوں نے دھوکہ سے بم رکھ کر انہیں شہید کر دیا۔ میں تبادلہ خیالات اور انقلاب کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی غرض سے ان کی مجلس میں جا بیٹھا اور جسارت کرکے سوال کر دیا۔

شہادت کے فوائد

میں ـــــــ اے شہیدانِ گرامی قدر! آپ کی شہادت سے ملک و ملت نے کیا

فوائد حاصل کئے ؟

بہشتی ——— کیا تم کو شہادت کے فوائد کا علم نہیں ہے ؟

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝

جو لوگ راہ خدا میں مارے جائیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم سمجھتے نہیں ۔

ہر انقلاب کے دو رُخ ہوتے ہیں ایک خون کا ۔ دوسرا پیغام کا ۔ شہید کے لغوی معنی گواہ یا حاضر یا موقعہ پر موجود کے ہیں ۔ جو لوگ سُرخ موت کو منتخب کرتے ہیں تاکہ اس حقیقت کے ساتھ اپنے عشق کو ثابت کر سکیں ۔ جو ختم ہو رہی ہے وہ شہید ہیں اور زندہ ہیں ۔ حاظر و ناظر ہیں ۔ نہ صرف خدا کے سامنے بلکہ مخلوق خدا کے سامنے بھی ہر عہد اور مقام پر ۔ شہید تاریخ کا دل ہے ۔ جس طرح دل خشک جسم کی رگوں کو خون اور زندگی فراہم کرتا ہے ۔ اسی طرح معاشرے کے لئے جو قریب المرگ ہو ۔ جس کے بیٹے اپنے ہاتھوں ایمان گنوا چکے ہوں تو تسلیم و بالتحتی پر تکیہ کرلے جس معاشرے سے احساس زیاں جاتا رہے جو انسانیت کا جنازہ نکال چکا ہو ۔ جو تاریخ کو زندگی اور پائندگی نہ بخش سکے ۔ اور متحرک ہونے سے قاصر ہو ۔ ایسے مقام پر شہید کا مقام دل کی حیثیت رکھتا ہے ۔ وہ بے رمق اور خشک معاشرے کو اپنے خون سے سیراب کرتا ہے ۔ اس کی شہادت کا سب سے بڑا اعجاز یہ ہے کہ وہ ایک نسل کو خود پر اعتماد کرنا سکھلاتا ہے ۔ شہادت کا مطلب یہ ہے ۔ تاریخی اہمیت کے ایسے معرکہ میں جو حق و باطل کے درمیان ہو ۔ حاضر رہنا شہید عمل کر کے دکھلاتا ہے کہ وہ لوگ جو ظلم و ستم کے سامنے ترک فریضہ جہاد کو قابل معافی قرار دے کر اس سے پہلو بچاتے ہیں کہ ناتوانی کے باعث اور ظلم کی قوت اور ہیبت کے سامنے جہاد معاف ہے اور وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ دشمن پر فتح درحقیقت اس وقت ہوتی ہے ۔ جب دشمن پر قابو پا لیا جائے ۔ شہید اس خیال کی نفی کرتا ہے ۔ اور کہتا ہے کہ یہ خیالات غلط ہیں شہید کی موت تو در اصل قوم کی حیات ہے ۔ باوجود ناتوانی کے اگر غلبہ حاصل نہ کر سکا تو بھی

۱۵۱۲-۵۰ انیتو

شہید اپنی ظاہری موت کے ساتھ دشمن پر اس طرح فتح یاب ہوتا ہے۔ کہ شہید معرکہ حق و باطل کا دشمن ذلت کی سیاہی اپنے چہرے پر مل لیتا ہے۔ شہید کا خون زمین پر گرتے ہی ایک ایک قطرہ معاشرے کی رگوں میں دوڑنے لگتا ہے۔ اور اس سے ایک انقلابی لہر پیدا ہوتی ہے جو شہید کے پیغام کی صورت میں معاشرے کو بیدار کر دیتی ہے۔ اس طرح شہید کا دشمن مغلوب اور مقہور ہو جاتا ہے۔ اور شہید مقصد شہادت حاصل کر لیتا ہے۔ ہماری شہادت نے ہمارے عوام کو متحد کر کے سیسہ پلائی دیوار بنا دیا ہے ہمارے نوجوان سپاہ پاسداران اسلامی بن کر دفاع وطن اور حفاظت دین کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔

ولایت فقیہ

میں ـــــ آقائے بہشتی! یہ بتلایئے کہ آپ حضرات نے ولایت فقیہ کا نظریہ کہاں سے لیا ہے۔ آیا اس کا وجود قرآن و سنت رسول سے ثابت ہے۔ یا یہ آپ کا اپنا ایجاد کردہ نظام ہے۔

بہشتی ـــــ یہ عین احکام اسلام کے مطابق ہے۔ اور سنت و تاسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے۔

میں ـــــ براہ کرم! اس کا ثبوت قرآن و سنت رسولؐ سے پیش کریں۔

بہشتی ـــــ قرآن میں سورہ جمعہ کی تلاوت کریئے

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ

وہ خدا جس نے مکہ کے رہنے والے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول کو مبعوث

وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ ۗ وَاِنْ کَانُوْا

فرمایا۔ جو ان کو خدا کی آیات پڑھ کر سناتا ہے۔ اور ان کے ظاہر و باطن کو پاکیزہ کرتا ہے

مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (جمعہ ٢/٦٢)

اور ان کو قرآن و شریعت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے قبل وہ کھلی گمراہی میں پڑے تھے۔

اس فرمانِ ربّانی سے معلوم ہوا کہ رسولؐ کا فرض منصبی یہ ہے کہ

۱۔ قرآن کی آیات تلاوت کر کے لوگوں کو خدا کی جانب بلائے

۲۔ جب وہ توحید کا اقرار کرلیں تو ان کو پاکیزہ رہنے اور گناہوں سے بچنے کے طریقے اور احکامِ خدا بتلائے۔

۳۔ جب وہ ایمان کی روشنی سے اپنے قلوب کو منوّر کرلیں۔ تو کتاب و حکمت یعنی علمِ دین کا درس دے۔

اس طرح رسول ایک دینی معلم اور اسلامی معاشرے کا سربراہ ہے۔ اور رسول کے بعد ولی فقیہ کا بھی یہی فریضہ ہے۔ کفار اور اسلام دشمن طاقتوں سے جنگ کے باعث رسول اسلام کی سربراہی مدینہ کی اسلامی ریاست کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ رسول کے بعد چاروں خلفائے رسول کے جانشین کی حیثیت سے مدینہ کی اسلامی حکومت کی سربراہی کو برقرار رکھا۔

بس یہیں سے ولایت فقیہ کا نظریہ اور تصور پیدا ہوتا ہے۔

مسلمانوں کا دینی اور دنیاوی سربراہ ایک ہی ہونا چاہیئے۔ اور وہ علم دین اور قرآن و تفسیر حدیث و فقہ محمدی سے بخوبی واقف ہو تاکہ دین کے احکام کے متعلق بے لاگ فیصلہ اور حکم جاری کرسکے۔ وہ معاشرہ میں کسی خلاف دین اصول کو یا حکومت میں کسی خلاف شرع قانون کو لاگو نہیں ہونے دے گا۔ اس کے پیشِ نظر ہمہ وقت دین کی سربلندی۔ اسلام کا مفاد اور مسلمانوں کی بہبودی اور فلاح اور ان کی دنیا و عقبیٰ میں سرخروی ہونا چاہیئے۔ یہ ہے ولایت فقیہ اور ولی فقیہ کا یہی کام ہے۔ کہ مسلمانوں کو اسلام سے باہر قدم نہ بڑھانے دے مسلمانوں کی تمام زندگی احکام اسلام کے بموجب طاعتِ خدا و رسول احکام قرآن کے مطابق بسر ہو۔ یہ کام ایک جید عالم دین۔ فقہ محمدی سے پوری پوری آگاہی رکھنے والا شخص ہی انجام دے سکتا ہے۔ کوئی سیاست دان۔ دنیادی حاکم بادشاہ یا فوجی آمر ولی فقیہ نہیں بن سکتا۔

رسولؐ کے فرائض

میں ——— آقائے بہشتی! آپ نے ولایت فقیہہ کا مفہوم بہتر طور سے میرے ذہن نشین کرا دیا۔ اب رسول اسلام کے سپرد جو تین کام سورہ جمعہ کی آیت نمبر۲ کے بموجب کئے گئے ہیں۔ ان پر روشنی ڈالئے۔ تاکہ میں اپنے ذہن و قلب کو منور کر سکوں آپ کے افکار عالیہ سے۔ اور اسلامی انقلاب کے متعلق لوگوں کے ذہنوں میں جو غلط فہمی ہے۔ وہ بھی دور ہو جائے۔

آقائے بہشتی ——— دیکھئے رسولؐ کا پہلا کام تو قرآن کی آیات کی تلاوت کر کے اس کے معنی و مطالب سے اپنے اردگرد کے لوگوں کو آگاہ کرنا ہے۔ قرآن کے تمام سورے مکہ و مدینہ میں مختلف اوقات میں پیغمبر اسلام پر نازل ہوتے رہے اور جب بھی جبرئیل امین کوئی آیت لے کر آئے آپ نے اپنے اصحاب کو تلاوت کر کے سنایا اور لکھوا دیا۔ اس کی تشریح کر دی۔ اس طرح قرآن حکیم مکمل طور پر ۳۰ پاروں میں حیات طیبہ رسالتمآبؐ میں نازل ہو کر مسلمانوں اور کفاران مکہ و مدینہ کو سنایا جا چکا تھا۔

جب مسلمان کلمہ پڑھ کر داخل اسلام ہو گیا۔ اور کفر و شرک کی نجاست اس سے دور ہو گئی۔ اب وہ اسی طرح پاک و پاکیزہ انسان ہے جیسا کہ دوسرے کلمہ گو۔ آیات قرآنی سن کر اسلام لانے کے بعد مسلمان ایمان کی منزل میں داخل ہوتا ہے۔ ایمان کے کئی درجے ہیں۔

۱۔ دین کی پہلی اساس خدا کی معرفت ہے۔

۲۔ اور معرفتِ خدا کا کمال یہ ہے کہ اس کی تصدیق دل سے کی جائے۔

۳۔ تصدیق کا کمال یہ ہے خدا کو واحد اور یکتا مانا جائے یعنی توحید

۴۔ اور توحید کا کمال اخلاص ہے۔ یعنی پورے خلوص سے یہ یقین ہو کہ خدا کے علاوہ

کسی میں کسی طرح کی قدرت و طاقت نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے اس کا کوئی مقابل نہیں۔

۵۔ اور اخلاص کا کمال یہ ہے کہ صفات ظاہر کو دور رکھا جائے۔

۶۔ اس لئے کہ صفت اور موصوف میں مغائرت ہوتی ہے اور ہر صفت اپنے موصوف سے علیحدہ ہے۔

۷۔ ہر موصوف بتلاتا ہے کہ وہ صفت سے علیحدہ ہے۔

آج کل مذہب سے لوگ اس لئے غافل ہو رہے ہیں کہ مذہب کی ضرورت نہیں ہے ان کے نزدیک مذہب صرف نیکی پھیلانے کے لئے آیا تھا لیکن ہم یہ کام اخلاقیات سے اور قوانین حکومت کی پابندی کر کے بھی انجام دے سکتے ہیں۔ لہٰذا مذہب کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ فلسفہ سیاسی ہے۔ ایسی معاشرت اور حکومت کا رُخ عدل کی راہ سے منحرف بھی کیا جا سکتا ہے۔ جس قانون کو کچھ لوگ نیک تصور کریں ہو سکتا ہے دوسروں کے نزدیک وہ غیر اخلاقی ہو۔

لہٰذا دین کا پہلا رکن خدا کی معرفت ہے۔ اور غیر اللہ کی نفی کر کے دیگر طاقتوں کا خیال دل سے نکال کر ہی انسان خداشناسی کی جانب قدم بڑھاتا ہے۔

خُداشناسی

خداشناسی کے لئے ضروری ہے کہ انسان ... فکر کرے۔ ہم کہاں سے آئے ہیں؟ ہم کون ہیں؟ اور ہم کو کہاں جا... تک انسان کو مقصد حیات اور اپنے خالق سے آگاہی نہیں ہوتی۔ وہ ایک تاریک اور بے مقصد زندگی بسر کرتا ہے۔ اگر انسان صرف مادی بصیرت رکھتا ہے۔ اور الٰہی جہان بینی نہیں رکھتا تب بھی وہ مکمل انسان نہیں ہے۔ مادی بصیرت فقط مادی طبعی اور محسوس پہلوؤں سے دُنیا اور انسان کو دیکھتی ہے۔ وہ اس سے ماوراء کسی خالق یا منتظم کی موجودگی کا اعتراف نہیں کرتی۔ معاشرے کی ضروریات یا انسانی وجود کو اس کے جسم کو فطری ضرورت کے

احاطے میں محصور کرتی ہے۔ وہ انسانی زندگی کو اسی دنیا کے چوکھٹے میں محدود سمجھتی ہے۔ وہ نہیں مانتی کہ اس دنیا کا نظام کسی باشعور ہستی کے ہاتھوں چل رہا ہے، اور انسان کی مادی ضروریات کے علاوہ بھی کوئی ضروریات اور دلچسپیاں ہیں۔ اور یہ کہ اس دنیا کے بعد بھی کوئی دنیا ہے۔ لہٰذا وہ انسانی زندگی کے لئے مادی پروگرام ہی مرتب کر سکتی ہے اور مادہ پرستی ہی کو انسان کا مقصد حیات قرار دیتی ہے۔

اس کے برعکس الٰہی جہاں بینی ایک خدا شناس اور خدا پرست انسان کو جنم دیتی ہے۔ خدا پرست اور خدا شناس انسان ایک حکیم قوی۔ صاحب تدبیر دیکھنے اور سننے والا مہربان پروردگار کو فطری روابط و عوامل کا حاکم سمجھتا ہے اور دنیا کو اس کی قلمرو خیال کرتا ہے۔ وہ طبیعی قوانین کا اعتراف کرتا ہے۔ اور دنیا کے نظم و ضبط کو تسلیم کرتا ہے۔ تاہم وہ اللہ کے ارادے کو تمام قوانین اور عوامل پر حاوی سمجھتا ہے۔ اور تمام علمی قوانین اور روایات کو تخلیق کا طریق کار اور خدا کی مخلوق سمجھتا ہے۔ اس خدا کی مخلوق جو فیض۔ رحمت۔ حکمت اور مہربانی کا سرچشمہ ہے۔ اس طرح ایک خدا شناس انسان خود کو ایک تاریک اور بے مقصد دنیا میں نہیں۔ بلکہ آگاہ ہدایت یافتہ اور عدل پر مبنی دنیا میں موجود خیال کرتا ہے، اور ایسے ایمان و یقین کے ساتھ دنیا میں خدا کو بھی اپنے ساتھ محسوس کرتا ہے۔ جو ایک مضبوط سہارا ہے۔ تمام قوتوں اور حرکت کا سرچشمہ ہے جو انسان کی ترقی کی راہیں کھولنے والا ہے۔

الٰہی جہاں بینی انسان کی طبعی حاجتوں اور انہیں پورا کرنے کی ضرورت کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی روحانی ضروریات کو بھی زندگی کے لیے لازمی خیال کرتا ہے۔ انسان کی روحانی ضروریات یہ ہیں۔ روح کی بلند پروازی۔ دل کی صفائی۔ سچائی سے لگاؤ، کمال کی خواہش، پاکیزگی سے ربط۔ محبت۔ آزاد منشی، جذبہ قربانی۔ اور بالآخر انسانیت یہی وہ چیزیں ہیں۔ جن کا موجودہ دور میں بڑی شدت سے خلا محسوس کیا جا رہا ہے صنعتی معاشرے ان صفات سے عاری ہیں۔ ان کے فقدان سے جو خلا پیدا ہوتا ہے اسے

شدت سے محسوس کیا جاتا ہے۔ اسی لئے مغرب نعرہ لگاتا ہے کہ ہم خدا پر یقین رکھتے ہیں۔ اور اس طرح وہ خداشناس بننا چاہتے ہیں۔ حالانکہ خداشناسی یہ ہے کہ انسان اپنے خالق کو پہچانے اور اس کی مخلوق سے محبت کرے۔ اور یہ چیزیں مادہ پرستی کی نفی کرتی ہیں۔ الہی جہاں بینی میں انسان اپنی ذات کے خول ہی میں بند نہیں رہتا ہے بلکہ اس کا ہدف خدا اور خدا کی مخلوق ہوتی ہے۔ وہ صرف مادی ضروریات کی تکمیل کا خیال نہیں رکھتا مادی دلکشیوں اور روحانی لذات دونوں کے بارے میں غور وفکر کرتا ہے وہ دنیا کی خوش نصیبی اور آخرت کی سعادت دونوں کا جویا ہوتا ہے اور دونوں جہان کی ضروریات کی تکمیل کرتا ہے گویا دینی جہاں بینی ایک ایسالائحہ کار ہے۔ جو انسان کی دنیا و آخرت دونوں کو سنوارتا ہے۔ اور دنیاوی جہاں بینی صرف دنیا کا عیش حاصل کرنا سکھاتی ہے۔ انبیاء کا کام یہ ہے۔ کہ انسان کو خداشناس بنائیں۔ ان کے سامنے آیات قرآنی پڑھ کر اور اس کی تفسیر کر کے ان کی نجی زندگی پر خداشناسی اور خدا پرستی کا اثر دیکھیں۔

مادہ اور روح

انسان کا وجود مادی بھی ہے اور روحانی بھی ہے۔ ایک انسان جو دیگر حیوانوں کے خواص کا حامل نظر آتا ہے۔ مگر چند بنیادی خصوصیات کی وجہ سے حیوانوں سے متمیز بھی ہے اور دور بھی۔ ان میں سے ہر خصوصیت اس کے وجود کو ایک نیا رخ عطا کرتی ہے، اور یہ امتیاز تین صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔

۱۔ خداشناسی اور فطرت شناسی

۲۔ خواہشات جن کی انسان پر حکمرانی ہے۔

۳۔ ان خواہشات کے اثر کی شدت اور انتخاب کی صلاحیت۔

کہ کن خواہشات کی اثر پذیری قبول کی جائے انسان اپنی اس قوت غور وفکر کے ذریعہ فطرت کے اصولوں کا ادراک کرتا ہے۔ یہ غور وفکر صرف انسان کا خاصہ ہے

اور اسی قوت کی صحیح نشوونما اور رہبری انسان کو خداشناس بناتی ہے۔ اور روحانی انسان پیدا ہوتا ہے اور خدا کی جانب بڑھتا ہے۔ یہ سب کچھ غور و فکر سے حاصل ہوتا ہے

جہاں تک انسان کی نفسانی خواہشات کا تعلق ہے یہ دوسری مخلوقات کی طرح انسان میں بھی فطرت کے زیر اثر ہے۔ انسان بھی حیوانات کی طرح کھاتا، پیتا، آرام کرتا ہے سوتا ہے جنسی تعلقات قائم کرتا ہے۔ یہ سب مادی دنیا کی طرف لے جاتی ہیں۔ مگر وہ جذبات جو انسان کو روحانیت کی جانب لے جاتے ہیں۔ ان کو کسی دنیاوی آلے یا پیمانے سے پرکھا نہیں جاسکتا۔ یہ صرف الہامی تعلیمات کا نتیجہ ہیں۔ انسان علم صرف مادی اور دنیاوی زندگی ہی کی تکمیل کے لئے نہیں حاصل کرتا ہے۔ بلکہ وہ حق و حقیقت کا کھوج لگانے کے لئے بھی علم کا حصول چاہتا ہے۔ انسان جبلّی طور پر جہالت سے رُخ موڑ کر علم کی جانب رغبت کا جذبہ رکھتا ہے۔ اور یہی علم و شعور کی تشنگی انسانی وجود کا روحانی رُخ ہے انسان کے بعض اعمال محض اخلاق اور نیکی کا پرتو ہیں۔ ایسی نیکیاں انسان کی جبلّی ضروریات میں سے ہیں۔ اسی کو قرآن نے سورہ رحمان میں ذکر کیا ہے۔

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ رحمٰن ۶۰/۵۵

کیا احسان کا بدلہ احسان کے سوائے اور کچھ ہوسکتا ہے۔

اور شکر گزار قابل تعریف ہے۔ اور ناشکرا قابل مذمت ہے۔ انسان کے بیشتر افعال کا محرک یہی نیکی ہے۔ اخلاقی اقدار بغیر کسی مادی لالچ کے یہ صفت انسان کا طرہ امتیاز ہے۔ جبکہ دوسری مخلوقات اس صفت سے عاری ہیں۔ انسانی روح کو تسکین انہی اعلیٰ صفات سے ملتی ہے۔

عبادت اور انسان

پرستش عبادت اور دعا انسانی روح کا ایک بنیادی اور اہم عنصر ہے۔ انسان کا اپنی دنیا میں آمد کے دن سے ہی پرستش اور عبادت کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اگرچہ جس کی پرستش

کی جاتی ہے اور طریقہ پرستش مختلف ہے۔ پرستش کا طریقہ ناچ گانے سے لے کر مودبانہ عاجزی انکساری اور بہترین حمد و ثنا تک پھیلا ہوا ہے۔ اسی طرح معبودوں کا سلسلہ پتھر کے بتوں سے لے کر اس ذات حیّ و قیّوم تک وسیع ہے۔ احساس عبودیت کا جذبہ ہر انسان میں موجود ہے۔ لہٰذا اصل مسئلہ یہ ہے کہ انسان کس قسم کے مذہب کی جانب مائل ہے۔ کسی میں خدا کے سامنے جھکنے کا جذبہ کم اور کسی میں زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی کہے کہ میں خدا کو مانتا ہی نہیں، تو دراصل وہ اپنے آپ کو دھوکا دیتا ہے۔ انسان کا یہ جذبہ پرستش اس کو اس بات کی جانب مائل کرتا ہے کہ وہ اپنے وجود سے نکل کر ایسی ذات کی جانب سفر کرے، جو نقائص سے پاک حدود سے بے نیاز اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہو۔ جب انسان حق کی پرستش کی جانب مائل ہوتا ہے تو اپنی خواہشات کو حقیر اور آخرت کو کامل سمجھنے لگتا ہے۔ عبادت ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعہ ہمارے کردار کا محدود جزیرہ اس بحر ناپیدا کنار میں اپنے وجود کا تعین کر لیتا ہے۔

انسان واحد مخلوق ہے۔ جس کی تخلیق ایسی ہے کہ وہ اپنی مرضی سے اپنا مستقبل بنائے جسمانی اعضا رحم مادر ہی میں تیار ہوتے ہیں۔ لیکن انسان کی نفسیات اور ذہنی ساخت اس کی پیدائش کے بعد نشوونما پاتی ہے۔ اب انسان وہی کچھ بنتا ہے جیسا کہ وہ خود بنتا ہے۔ یا اس کے سرپرست اور معاشرہ اس کو بناتے ہیں۔ اسلامی روایات کے مطابق لوگ اپنے روحانی اوصاف کے مطابق قیامت میں میدان حشر میں داخل ہوں گے۔ قرآن نے آگے بڑھ کر کہہ دیا۔

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا — الدهر ۳/۷۶

ہم نے اس کی صحیح راہ پر رہبری کی اب یہ انسان کی مرضی پر ہے کہ وہ شکر گزار بندہ بنے یا ناشکری اختیار کرے

ہیں۔" آپ نے خدا شناسی کی عمدہ طریقے سے تفصیلی بیان کے ساتھ تعریف کر دی۔

ایمان اور انسان

اب یہ تبلایئے کہ انسان اور ایمان کا کیا مسئلہ ہے اور اس کو کیسے حل کیا جائے۔

بہشتی ـــــــــ انسان بغیر علم کے ایمان کی منزل تک نہیں پہنچ سکتا اور اس علم کی کنجی مذہب ہے اور اس کے معلم انبیاء، اولیاء اور ائمہ ہیں۔ ایمان انسان کے ارادے اور اختیار کو صحیح راہ پر لے جاتا ہے۔ دنیا کے بارے میں انسان کے وسیع افکار بشریت کی ان مجموعی کوششوں کا نتیجہ ہیں جن کو صدیوں میں جمع کیا گیا ہے اور ارتقاء دیا گیا ہے۔ یہ افکار جب ایک خاص استدلال اور معین قواعد وضوابط کے تحت آگئے تو ان کو علم کا نام دیا گیا۔ انسان کے تفکرات اس علم میں فلسفہ کے نام سے شامل ہیں۔ اور پیغمبران اُولی العزم کے ذریعہ خدا نے آسمانی کتب نازل کرکے بہت سے معاشرتی اور معاشی عائلی اور اخلاقی قواعد وضوابط امم سابقہ کے احوال وواقعات اور انسان کو ان کے انجام سے واقف کیا۔ یہ الہامی علوم کہلاتے ہیں۔

انسان کا ارتقائی سفر یکساں اور سیدھا نہیں ہے یہ ایک ایسی تحریک ہے جو کبھی دائیں اور کبھی بائیں جانب کج ہو جاتی ہے۔ مستقبل کا انسان ثقافتی حیوان ہے نہ کہ معاشی حیوان۔ مستقبل کا انسان عقیدہ وایمان کا انسان ہے نہ کہ روٹی۔ کپڑا اور مکان کا انسان۔

ایمان اور علم

علم اور ایمان کے رابطہ کے بارے میں دو نظریے ہیں۔ کیا کوئی ایسا نظریہ اور تفسیر موجود ہے جو ایمان کا سرچشمہ ہو اور منطق اس کی تائید کرے؟ یا یہ کہ علم اور فلسفہ ہمیں جس قدر افکار وخیالات عطا کرتا ہے۔ وہ سب کے سب ایمان، امید اور خوش فہمی کے مخالف ہیں؟

کیا علم ایک چیز کی دعوت دیتا ہے اور ایمان اس کی مخالف سمت میں لے جاتا ہے؟

- علم ہم کو روشنی اور توانائی دیتا ہے ــ اور ــ ایمان عشق و اُمید و حرارت
- علم اُوزار بناتا ہے ــــ اور ــ ایمان مقصد عطا کرتا ہے
- علم سُرعت عطا کرتا ہے ــــ اور ــ ایمان راستہ اور سمت مقرر کرتا ہے
- علم توانائی حاصل کرتا ہے ــــ اور ــ ایمان خوب سے خوب تر کا خواہاں ہے
- علم نمایاں کرتا ہے کہ انسان کیا ہے ــ اور ــ ایمان الہام دیتا ہے کہ کیا کرنا چاہیئے
- علم بیرونی انقلاب ہے ــــ اور ــ ایمان اندرونی انقلاب
- علم دنیا کو دُنیائے آدمیت بناتا ہے ــ اور ــ ایمان رُوح کو رُوحِ آدمیت
- علم انسان کے وجود کو اُفقی شکل ــ اور ــ ایمان عمُودی شکل میں عروج دیتا ہے۔ میں وسعت دیتا ہے۔
- علم طبیعت ساز ہے ــــ اور ــ ایمان انسان ساز ہے
- علم بھی انسان کو طاقت بخشتا ہے ــ اور ــ ایمان بھی ــــ لیکن علم مُنفصل طاقت عطا کرتا ہے ــ اور ــ ایمان مُتّصل طاقت بخشتا ہے۔
- علم حُسن ہے ــ اور ــ ایمان بھی حُسن ــــ لیکن علم عقل کا حُسن ہے اور ــ ایمان رُوح کا حسن ہے۔
- علم افکار کی خوبصورتی ہے ــ اور ــ ایمان احساسات کی خوبصورتی۔
- علم بھی انسان کو امن و امان دیتا ہے ــ اور ــ ایمان بھی ــــ لیکن علم بیرونی اَمنیت دیتا ہے ــ اور ــ ایمان ــ داخلی اَمنیت۔
- علم انسان کو بیماریوں، زلزلوں، طوفانوں کے ہجوم کے مقابلہ میں محفوظ کرتا ہے ــ اور ــ ایمان اضطرابوں، تنہائیوں، بے پناہیوں کے احساس ــ اور بے مقصدیت کے خیالات کے مقابلہ میں اپنی پناہ میں لے لیتا ہے۔
- علم دنیا کو انسان کے لئے سازگار بناتا ہے ــــ اور ــ ایمان انسان کو

انسان سے ہم آہنگ کرتا ہے۔ انسان کو علم اور ایمان کی ایک ساتھ ضرورت ہے۔
اسی لئے پیغمبر اسلام نے فرمایا:۔

اَنَا مَدِیْنَةُ عِلْمٍ وَ عَلِیٌّ بَابُهَا ○

میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔

قرآن نے کہا:۔

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ ○ انعام ۵۹/۶

اور کوئی خشک و تر ایسا نہیں ہے جس کا ذکر کھلی کتاب میں نہ ہو۔

وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ○ یٰس ۱۲/۳۶

اور ہم نے ہر چیز کو امام مبین میں (از روے علم و شمار) جمع کر لیا ہے۔

انسان کو علم اور ایمان کی ضرورت نے مفکرین کو گہری سوچ و بچار میں مبتلا کر رکھا ہے

نوعِ بشر کو کس چیز کی حاجت ہے

اس دور کی بشریت تین چیزوں کی محتاج ہے۔

۱۔ دنیا کی ایک روحانی تفسیر۔ ۲۔ فرد کی روحانی آزادی

۳۔ اور ایسا بنیادی اصول جو عالمگیر ہو۔ تاکہ بشری معاشرے کے ارتقاء کو روحانی بنیادوں پر استوار کیا جائے۔

اس میں شک نہیں کہ نئی مغربی تہذیب نے علم و حکمت اور ٹیکنالوجی کے ذریعہ مثالی فکر و مشینز یال تاسیس کی ہیں لیکن تجربہ سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جو حقیقت عقلِ محض کے ذریعہ حاصل ہو۔ اس میں زندہ اعتقاد کی حرارت نہیں ہوتی۔ جو صرف شخصی الہام کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ عقلِ محض نے نوعِ بشر پر کبھی کوئی خاص اثر نہیں چھوڑا ہے حالانکہ دین ہمیشہ افراد کے ارتقاء اور انسانی معاشرہ کی تبدیلی کا سبب بنا ہے۔ یورپ کی مثالی پسندی

کبھی بھی ایک زندہ محرک کی شکل میں اس کی زندگی میں ظاہر نہیں ہوئی اور اس کا نتیجہ وہ سرگردانی ہے جو متصادم ڈیموکریسیوں کے درمیان اپنے آپ کو تلاش کر رہی ہے۔ ان کا کام سرمایہ داروں کے مفاد کی خاطر غریبوں کا استحصال کرنا ہے

یورپ کا انسان اخلاقی ارتقا کا سنگ راہ

آج کا یوروپ انسانی اخلاق کے ارتقاء کا سب سے بڑا سنگ راہ ہے جس کو ہٹائے بغیر انسان الہی اخلاقیات کی راہ پر نہیں آسکتا۔

لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصٰرٰىٓ اَوْلِيَآءَ — المائدہ ۵/۵۱

اے ایمان لانے والو یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ۔

ہم مسلمان وحی کی بنیاد پر استوار ایک ایسے اعلیٰ وارفع مقاصد اور افکار کے حامل ہیں۔ جو زندگی کی عمیق ترین گہرائیوں سے بیان ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس کے ظاہر کو باطنی رنگ دیتے ہیں مسلمان کی زندگی کی روحانی بنیاد اعتقادی امر ہے اور اس عقیدہ کے دفاع کی خاطر جان دینا شہید کے لئے معمولی کام اور بہت آسان امر ہے۔ مشہور مفکر ویل ڈورینٹ کہتا ہے۔

"دولت و ثروت تھکا دیتی ہے عقل و حکمت ٹھنڈی اور ہلکی روشنی ہے۔
لیکن عشق ناقابل بیان سعادت کے ساتھ دلوں کو حرارت بخشتا ہے۔"

سائنس ٹیکنالوجی اور خالص دینی علوم انسان کو سنوارنے سے عاجز ہیں۔ اس قسم کی تربیت نصف انسان بناتی ہے۔ نہ کہ کامل۔ یہ طاقتور اور قوی انسان تو بنا سکتی ہیں۔ مگر صاحبِ فضیلت اور مکمل انسان نہیں بنا سکتی۔

ویل ڈورنیٹ کہتا ہے۔ ہمارے اسکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں کو جو نقصان پہنچ رہا ہے۔ وہ اس نظریہ کی وجہ سے ہے کہ ہمارا نصاب تعلیم فطری اور میکانکی ہے یونانی ادب تاریخ اور فلسفہ اس طرز تعلیم کی اصل بنیاد ہیں۔ وہ تہذیب جو صرف علمی ہو

اس کا نتیجہ اوزار ہیں۔ یہ عمل انسان کو حسن سے بیگانہ اور حکمت سے جدا کر دیتا ہے
علم اور ایمان ایک دوسرے کا تکملہ ہیں علم اور ایمان کی جدائی سے انسان اور انسانیت کو ناقابل تلافی نقصانات پہنچ چکے ہیں۔ ایمان کے بغیر علم ایک مدہوش کے ہاتھ میں تلوار ہے۔ جارج سارٹن اعتراف کرتا ہے کہ انسان جس ایمان کا محتاج ہے وہ دینی اور مذہبی ایمان ہے وہ انسان کے لئے ہنر۔ دین اور علم کے مثلث کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ ہنر حسن کو آشکار کرتا ہے۔ اور یہی چیز زندگی کی خوشیوں کا سبب بنتی ہے۔ دین محبت پیدا کرتا ہے اور زندگی کی موسیقی ہے۔ علم حق و صداقت و عقل سے سروکار رکھتا ہے اور انسانوں کی ہوشیاری کا سبب بنتا ہے۔ انسان کو ان تینوں چیزوں کی ضرورت ہے۔ یعنی ہنر کی بھی۔ دین کی بھی اور علم کی بھی لیکن تنہا علم کافی نہیں ہے۔

اس دنیا میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو کسی نہ کسی دین کا محتاج نہ ہو۔ جو لامذہب ہیں۔ ان کا بھی ایک مذہب ہے۔ اور اس کے کچھ اصول ہی ان کا مذہب ہے۔

پس چونکہ انسان کے لئے عقیدہ ارمان اور ایمان لازمی ہیں۔ اور صرف مذہبی ایمان ہی ایک ایسا ایمان ہے جو انسان کو واقعی طور پر اپنے زیر اثر رکھ سکتا ہے۔ لہذا نجات کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ ہم اپنے مذہبی ایمان کو مستحکم بنیادوں پر استوار کریں۔

قرآن حکیم سب سے پہلی کتاب ہے جس نے پوری صراحت کے ساتھ دعویٰ کیا کہ صرف مذہبی ایمان ہی نظام تخلیق کے ساتھ ایک طرح کی یگانگت رکھتا ہے۔

أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
کیا خدا کے دین کے علاوہ کسی دوسری چیز کی جستجو کرتے ہیں حالانکہ زمین و آسمان
وَالْأَرْضِ ۝ آل عمران ۸۳/۳
کے تمام باشندے اس کے آگے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔

قرآن کریم ایمان کو انسان کی فطرت کا جزو بتلاتا ہے۔

الروم ۳۰:۳۰

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ

حق پسندی کے ساتھ اپنے چہرے کو دین کی طرف پھیر دو۔ وہی جو خدائی فطرت ہے۔ جس سے اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔

رُوسی مصنف ٹالسٹائی کہتا ہے :-

"ایمان ہی وہ چیز ہے جس کے سہارے عوام زندہ ہیں"

حکیم ناصر خسرو علوی اپنے فرزند کو مخاطب کرکے یہ اشعار بیان فرماتے ہیں

۵ ز دُنیا روی زدین کردم ایراک

مراں دین جہان چہ بُود زندان

مرا پور از دین ملکی است در دل

کہ آن ہرگز نخواہد گشت ویراں

ترجمہ :- میں دنیا سے دین کی جانب اس لئے واپس آیا ہوں کہ دین کے بغیر یہ کائنات میرے لئے کنواں اور جیل کی مانند ہے۔ میرے بیٹے دین دل میں ایک ایسی دولت اور بادشاہی ہے جس کو کبھی زوال نہ آئے گا۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ — آل عمران ۱۹/۳

دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ

اور جو اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا خواستگار ہوگا۔ وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ

مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ؕ آل عمران ۸۵/۳

روز قیامت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

پس —— آقائے بہشتی! آپ نے بہترین طریقہ سے سمجھا دیا کہ رسولؐ نے آیات الٰہی کی تلاوت کرکے کس طرح انسانوں کو دینِ خدا اور کتاب خدا کی جانب رغبت دلائی۔ ان کو اسلام کے دائرہ میں لائے۔ اب دوسری منزل تزکیہ نفس کی ہے ذرا اس موضوع پر بھی روشنی ڈالیئے۔

تزکیہ نفس

بہشتی —— یہ منزل پہلی منزل سے زیادہ مشکل ہے پہلی منزل میں انسان قرآن کی آیات سن کر اور رسولؐ کا عمل دیکھ کر اسلام لے آتا ہے کفر و شرک کی نجاسات سے وہ پاک ہو جاتا ہے۔ ایمان کے پہلے درجے پر فائز ہو جاتا ہے مگر ایمان کے کئی درجات ہیں۔ تزکیہ نفس کے لغوی معنی ہیں پاکیزگی۔ یہ پاکیزگی انسان کے قلب و دماغ سے تعلق رکھتی ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا — شمس ۹-۱۰ / ۹۱

جس نے اسے پاک کر لیا وہ تو یقیناً کامیاب ہوا اور جس نے اسے خفیہ گناہ سے دبا دیا وہ یقیناً ناکام رہا۔

جو شخص تزکیہ کرے نجات پاتا ہے۔ اور جو شخص خود کو گناہ اور کفر سے آلودہ کرے خسارہ پائے گا۔ دنیا انسان کے لئے دارالامتحان ہے۔ انسان جس کو قدرت نے تمام اختیارات دیئے ہیں۔ زمین پر اپنی تمام مخلوق سے ممتاز کیا ہے اور ان پر تصرف دیا ہے۔ کہ وہ آزادی اور اختیار سے جو راہ چاہے اپنے لئے منتخب کرے۔ خدا نے انسان کو برائی کی جانب جانے والے راستوں سے بھی آگاہ کر دیا۔ اور نیکی اور پرہیزگاری کی راہ بھی دکھلا دی اور ایسے انسان بھی دکھلا دیئے جو خیر اور شر کے درمیان حد فاصل بن کر انسانوں کے لئے منارۂ ہدایت بن گئے۔

انسان کو عقل و فہم بھی عطا کی۔ تاکہ خود ہی خیر اور شر میں امتیاز کر سکے۔ اور نیکی کی جانب جانے والی صراط مستقیم کو حاصل کر سکے۔ خدا نے پیغمبروں کے ذریعہ الہام اور اپنی کتب میں ماضی کی اقوام کے حالات بیان کر کے انسان کی تعلیم و تربیت دینی کا انتظام کیا۔

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا — شمس ۸ / ۹۱

پھر اس کی بدکاری اور اس کی نیکی بھی اُسے پہچنوا دی

نجات کا راستہ اصلاح نفس و معاشرہ

ہر قوم کی نجات کا راستہ نفس اور معاشرے کی

اصلاح کی راہ سے گزرتا ہے۔ اگر انسان بذاتِ خود اور پورا معاشرہ اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کرے۔ اور نیکیوں کی روشن دنیا کی طرف چلنے والے راستے پر قدم رکھ دے۔ تو اُسے نجات اور کامیابی کی اُمید رکھنی چاہیئے۔

لیکن تزکیہ نفس آسانی سے بلا مشقت اور تکالیف برداشت کئے بغیر حاصل نہیں ہوتا جب تک سرکش نفس کی لگام مکمل طور پر عقل اور ایمان کے ہاتھ میں نہ آجائے اس وقت تک شیطانی قوتوں اور طاغوتی لشکروں سے نجات نہیں۔

اگر انسان کا تزکیہ ہوجائے تو بلا خوف کہا جاسکتا ہے کہ اس کو نجات مل گئی۔ کیونکہ یہ وعدہ خداوندی ہے جس کے برعکس نہیں ہوسکتا ہے۔

اسی طرح معاشرہ کا بھی اصلاحی کاموں کے ذریعہ تزکیہ ہوسکتا ہے۔ پاک کرنے کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ فاسد اعضا کاٹ دیئے جائیں بلکہ تعمیری کاموں یعنی سیرت و کردار کی درستی کا انتظام اور تعلیم دینا نیز اچھائی اور نیکی کی جانب دعوت یہ سب اُمور ایسے ہیں۔ جن سے معاشرے کی تطہیر ہوسکتی ہے۔

اگر معاشرہ گناہ آلود ہے۔ اور چھوٹے بڑے گناہ اہم معلوم نہیں ہوتے لیکن یہ بُرائیاں آہستہ آہستہ اپنی جڑیں پوری قوم میں پھیلا کر آخر کار تمام معاشرے کی تباہی کا سبب بن جاتی ہیں۔ جو معاشرہ ایسی صورت حال سے دوچار ہوتا ہے وہ بھنور میں پھنس جاتا ہے۔ اور آخر کار تباہ و برباد ہوجاتا ہے۔

خدا نے انسان کو پیدا کیا اس کو خیر و شر سے آگاہ کیا۔ نجات پانے اور خسارہ میں رہنے کی شرائط۔ حدود اور قوانین سے بھی آگاہ کردیا۔ اور شر و فساد کی جانب راغب قوموں کے حالات اور ان کا انجام بھی بتلا دیا۔ اب یہ خود انسان پر منحصر ہے کہ وہ آیات الٰہی کا صحیح مفہوم اخذ کرکے اپنے لئے سیدھا راستہ منتخب کرے۔ اور اپنی عقلی قوت اور شعور کے ساتھ تزکیہ نفس کرے، اور نجات کی منزل حاصل کرے یا گناہوں کے

گندے نالے میں بہہ کر خسارے کا سودا کرے۔

جو چیز پاک دل انسانوں اور اندرونی اور بیرونی شیطانوں کے مدمقابل انفرادی یا اجتماعی زندگی میں دستورالعمل بن سکتی ہے وہ خود کو اور دیگر انسانوں کو فسق و فجور سے زندگی پاک رکھنے کی کوشش و تدبیر ہے۔ مسلم معاشرے کی ہر ہر فرد واحد کو اجتماعی و انفرادی طور پر تزکیہ و تہذیب نفس کی راہ اختیار کرنا چاہئے۔ اس کے لئے راہ عمل معین کی جائے۔ اسی طریقہ کار میں رضائے خداوندی ہے نفس اور معاشرے کی اصلاح اور تزکیہ کا کام اسلام کے خالص نظریات، خدا کی ہدایت، اور انبیاء کے مقاصد کو جاری رکھنے کے لئے ہونا چاہیئے پیغمبر اسلام اخلاقی خوبیوں کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوئے تھے

مکارم اخلاق

إِنِّي بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاق

مجھ کو اللہ نے مکارم اخلاق سے روشناس کرانے کے لئے بھیجا۔

مکارم اخلاق یہ ہیں :- پارسائی۔ قناعت۔ بردباری۔ شکر گذاری۔ صبر سخاوت۔ شجاعت۔ غیرت۔ نیکو کاری۔ راست گوئی۔ اور۔ امانت داری

درحقیقت بعثت انبیاء کا مقصد خوش اخلاقی۔ پسندیدہ کردار اور تہذیب نفس کی دعوت دینا تھا۔

پارسائی

پارسائی علم اخلاق کا موضوع نفس ناطقہ انسان ہے۔ تمام مخلوقات کو نفس اور جسم عطا ہوا ہے مگر وجہ اختلاف اخلاق اور صفات پسندیدہ ہیں۔ جب تک انسان میں اخلاق حسنہ راسخ نہ ہوجائیں۔ وہ اشرف المخلوقات کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہے کہ۔

"دو شخصوں نے میری کمر توڑ دی ایک وہ عالم جو مطابق شرع عمل نہیں کرتا ہے اور دوسرا وہ جاہل جو آداب عبادت سے ناواقف ہے اور عبادت کرتا ہے"

پارسائی ـــــ اخلاق ذمیمہ سے بچنے اور عادات بد و اُمورِ شر و فساد مکروہات و ممنوعات سے اجتناب کا نام ہے۔

عقل مند انسان پارسائی کے ذریعہ لذت عقلیہ حاصل کرتے ہیں۔ جو حقیقتاً لذت آخرت ہے۔ جس سے سُرورِ حقیقی اور قربِ پروردگار حاصل ہوتا ہے۔ اہل بصیرت کے نزدیک لذت جسمانیہ کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہے جو لوگ انواع و اقسام کے کھانے پینے اور نکاح و جماع اور دولت و مال و اسباب دُنیا۔ ساری دنیا کی سیر و تفریح کو ہی کمال و عروج انسانی قرار دیتے ہیں۔ حصول جاہ و منصب ہی کو لُطف زندگانی تصور کرتے ہیں۔ اور جو اِن چیزوں سے محروم ہیں۔ ان پر فخر و مباہات کرتے ہیں۔ ان چیزوں سے محرومی کو ان کی بدنصیبی قرار دیتے ہیں۔ وہ درحقیقت بندہ نفس اور بے عقل و شعور ہیں۔

قناعت حرص کی ضد قناعت ہے۔ یہ ایک ایسی حالت ہے۔ نفس ناطقہ انسانی کی جس کے باعث بقدر ضرورت و حاجت آدمی اکتفا کرتا ہے اور مال فضول کے حصول کی زحمت نہیں اُٹھاتا۔ یہ اعلیٰ ترین صفت ہے اخلاق حسنہ میں صفت قناعت ایک ایسی سواری ہے جو انسان کو اس کے مقصود حقیقی اور سعادت ابدی تک پہنچاتی ہے۔ جو ضرورت کے مطابق قناعت کرے۔ اس کا دل زیادتی کے حصول میں منہمک نہیں ہوتا وہ ہمیشہ فارغ البال و مطمئن رہتا ہے۔ جو اس صفت سے محروم ہے وہ دُنیا پر مائل ہے حرص و طمع و طول اَمل میں مشغول۔ دل پریشان۔ کام متفرق۔

قول رسولؐ ـ جس نے دین اسلام کی ہدایت پائی اس کو قناعت اختیار کرنا چاہیئے دُنیا کی طلب میں زیادہ کوشش نہ کرے۔ کیونکہ کسی کو مقدر سے زیادہ نہیں ملتا۔

حدیث قدسی اے فرزند آدم اگر تمام دنیا بھی تیری مملکت میں ہو تب بھی تیری قوت سے زیادہ تجھ کو نہیں ملتا۔ پس جو کچھ تجھ کو تیری قوت کے مطابق دیتا ہوں۔ اُس کا حساب دوسروں سے لیتا ہوں۔ یہ تجھ پر میرا احسان ہے۔

بُردباری

بُردباری کے معنی ہیں۔ برداشت کرنا۔ صبر کرنا۔ غصہ کو روکنا
قولِ رسولؐ کسی کو خدا نے جہل و نادانی کے سبب سے ہرگز عزیز نہیں کیا۔
اور کسی کو حِلم و بردباری کے سبب ذلیل نہیں کیا۔
عِلم تعلیم سے اور حِلم تحمل سے یعنی غیظ کو پینے سے حاصل ہوتا ہے۔ کوئی اپنے غصہ کو پئے۔
تو خداوندِ عالم قیامت میں اس کا دل خوشنودی و رضا سے بھر دے گا۔
کظمِ غیظ اور حلم اخلاقِ حسنہ ہیں۔ علم بغیر حلم کے فائدہ نہیں رکھتا۔ مرتبہ بلند کو طلب کرو۔ حلم کے ذریعہ اور وہ یہ ہے کہ جو دشمنی کرے اس کے ساتھ دوستی کرو۔ جو محروم کرے اس کے ساتھ احسان کرو۔ جو نادانی و جہالت کا برتاؤ کرے اس کے ساتھ حلم سے پیش آؤ۔
خدا حلیم کو دوست رکھتا ہے۔ اور فحش گو کو دشمن۔
کوئی عمل فائدہ نہ دے گا۔ اگر ان تین صفات میں سے کوئی صفت بھی موجود نہیں ہے
۱۔ تقویٰ جو گناہوں سے بچائے۔
۲۔ حِلم جو نادانوں کی زباں درازی سے بچائے
۳۔ خُلقِ نیک جس کے ساتھ لوگوں کے ساتھ زندگی بسر کرے۔
خدا دوست رکھتا ہے اس کو جس کو یہ چار چیزیں عطا کرتا ہے۔
۱۔ خاموشی۔ یہ اول درجہ کی عبادت ہے۔
۲۔ خُدا پر توکل کرنا۔
۳۔ تواضع
۴۔ دُنیا میں پرہیزگاری۔
تواضع اور فروتنی۔ کبر و غرور کی ضد ہیں۔ یعنی شکستہ نفسی کہ انسان اپنے آپ کو بلند مرتبہ اور بزرگ نہ سمجھے۔ اس کا لازمہ گفتار و کردار سے اس کا اظہار ہے۔ جو دوسروں کی تعظیم و تکریم کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔

خدا اس کو دوست رکھتا ہے۔ جو بزرگی پر تواضع اختیار کرے۔ اور مخلوقِ خدا پر تکبر نہ کرے۔ خوفِ خدا رکھے۔ ذکرِ خدا میں زندگی بسر کرے۔ اور خواہشات نفس کا تابع نہ ہو۔

شکر گزاری انسانیت کا جوہر ہے کسی کے احسان وکرم کا بدلہ یا تو یہ ہو سکتا ہے کہ محسن کے ساتھ اسی قسم کا احسان اور سلوک کیا جائے جیسا اس نے ہمارے ساتھ کیا۔ یا پھر اس کا شکر گزار ہو۔

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ۝ البقرہ ۱۵۲/۲

پس تم میری یاد کرو میں تمہاری یاد کروں گا اور تم میرا شکر کرو اور ناشکری نہ کرو۔

ہر ایک نعمت جو انسان کو ملے اس کے لئے خدا کا شکر ادا کرنا لازمی ہے۔

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۝ الرحمٰن ۶۰/۵۵

کیا نیکی کا بدلا سوائے نیکی کے کچھ اور ہو سکتا ہے۔

خدا کا شکر اس طرح ادا کیا جا سکتا ہے۔ کہ انسان نیک امور بجا لائے۔ حرام امور سے پرہیز کرے اور صدقِ دل سے زبان پر یہ کلمات جاری کرے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ فاتحہ ۱/۱

کل عالموں کے پرورش کرنے والے خدا کے لئے ہر قسم کی تعریف خاص ہے۔

خدا کا شکر ادا کرنے کی بے حد تاکید خاص ہے۔

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ابراہیم ۷/۱۴

وہ وقت یاد کرو جبکہ تمہارے پروردگار نے جتلا دیا تھا کہ اگر تم شکر ادا کرو گے تو (نعمت) تمہیں بڑھا کر دوں گا۔ اور اگر کفرانِ نعمت کرو گے۔ تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔

توراۃ میں لکھا ہے۔ تم شکر کرو اس کا جو تم کو کوئی نعمت دے۔ اور تم نعمت دو اس کو جو تمہارا شکر ادا کرے۔ کیوں کہ اگر تم نے شکر ادا کر دیا۔ تو پھر نعمتوں کے لئے زوال

نہیں ہے اور اگر تم نے کفرانِ نعمت کیا۔ تو پھر ان کے لئے بقا نہیں ہے۔ تین چیزوں کے ہوتے ہوئے کوئی امر نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

۱۔ دُعا مصیبت کے وقت۔

۲۔ استغفار گناہ کے وقت ـــــــــ اور

۳۔ شکرِ نعمت کے وقت۔

صبر | قرآن میں صبر کی بے حد تاکید کی گئی ہے۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ شوریٰ ۴۳/۴۲

البتہ جو صبر کرے اور بخش دے تو یہ معاملات کی پختگی میں داخل ہے۔

اَلَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ۝ النحل ۴۲/۱۶

جن لوگوں نے صبر کیا اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کیا۔

اُولٰٓئِكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ

یہی وہ لوگ ہیں جن کو بوجہ اس کے کہ انہوں نے صبر کیا۔ دُہرا اجر دیا جائے گا۔ اور یہی لوگ بدی کو نیکی

السَّیِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ القصص ۵۴/۲۸

کے ذریعے سے دفع کرتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے۔ اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں

آئمہ حق اور مومن کامل کی خاص شناخت صبر ہے۔

مصائبِ دُنیا اور آلامِ زندگی کی تشریح ہی بہت حد تک صبر اور امتحان سے ہوتی ہے۔

حدیث | صبر کو ایمان سے وہی نسبت ہے جو جسم کو سر سے ہے۔ جب سر چلا جاتا ہے۔ تو جسم مردہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب صبر چلا جاتا ہے تو ایمان بھی رخصت ہو جاتا ہے۔

صبر دو قسم سے ہے ایک مصیبت کے وقت صبر۔

لیکن اس سے بھی بہتر صبر وہ ہے۔ جو ان چیزوں سے کیا جائے۔ جو خدا نے حرام کر دی ہیں ـــــ جنت۔ مکروہات و مصائبِ دنیا اور سر کے درمیان میں ہے جس نے دُنیا

کے مصائب وآلام پر صبر کیا وہ جنت میں داخل ہوا۔

جہنم لذات وخواہشات کے درمیان ہے۔ جس نے اپنے نفس کی لذات اور خواہشات کو پورا کیا۔ وہ دوزخ میں داخل ہوا۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝ الدہر ۸/۷۶

اور مسکین یتیم اور قیدی کو باوجود خود (بھوکے ہونے کے) خواہش کے کھانا کھلاتے ہیں۔

سخاوت بخل کی ضد ہے۔ یہ زہد وعبادت وریاضت کا ثمر ہے۔ صفات پیغمبران خدا اور اخلاق اصفیاء واولیاء اللہ میں سے ہے یہ خلق اعلیٰ ہے جو اس صفت سے متصف ہے۔ وہ اہل آفاق کا ممدوح ہے۔ جس نے بخشش وجود وسخا کی راہ اختیار کی وہ بزرگ ومعزز ہوا۔

حدیث حضرت موسیٰؑ نے سامری کو قتل کرنا چاہا۔ تو خدا نے حکم دیا۔ کہ اس کو قتل نہ کرنا کیونکہ یہ سخی ہے۔

سخاوت کا بلند مرتبہ ایثار ہے کہ باوجود صاحب احتیاج ہونے کے دوسروں کی ضروریات کو پورا کرے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ ۝ البقرہ ۲/۲۰۷

اور آدمیوں میں ایسے بھی ہیں جو رضائے خدا حاصل کرنے کے لئے اپنے نفس کو فروخت کر دیتے ہیں۔

بخل کے خاتمہ کے لئے علم اور عمل کی ضرورت ہے کہ بخل کی خرابی کو جانے۔ بخیلوں کی ذلت اور ان سے نفرت کرنے والوں کی طبیعت کا مشاہدہ کرے۔ دل سے مال دنیا کی محبت نکال دے۔ فقراء کے ساتھ احسان اور بخشش وعطا کی عادت ڈالے۔ جب ارادہ کرے کسی کو کچھ دینے کا تو دیر نہ کرے۔ ورنہ احتمال ہے کہ شیطان ڈال کر ارادہ فسخ کرا دے صفت جود وسخاوت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب واجبات شرع مستحسن وظیفہ مستحسن اور عرف وعام عادت میں جو مقدار وتعداد مقرر ہے اس سے زیادہ بخشش و

عطا کرے۔ اور مال کے بخشش کرنے میں کوئی غرض دنیوی نہ رکھتا ہو۔

جو کوئی بخیال مدح و ثنا، شہرت و نیک نامی و تالیف القلوب عطا و بخشش کرے وہ ہرگز سخی و کریم نہیں ہے بلکہ وہ اہل معاملہ ہے۔ کہ شہرت و مدح کو مالِ دنیا سے خریدنا چاہتا ہے۔

اِنَّمَا نُطۡعِمُكُمۡ لِوَجۡهِ اللّٰهِ لَا نُرِيۡدُ مِنۡكُمۡ جَزَآءً وَّلَا شُكُوۡرًا ۝ الدھر ۹/۲۷

ہم تم کو محض خوشنودی خدا کے لیے کھانا کھلاتے ہیں۔ نہ ہم تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں۔ اور نہ ہی شکر گذاری

دست از طلب ندارم تا کام من بر آید
یا جاں رسد بجاناں یا جان ز تن بر آید

شجاعت

اس کی اصلیت یہ ہے انسان کی قوت غضبیہ اس کی عقل کے تابع ہو تا کہ آدمی ہلاکت میں نہ پڑے۔ جس کام کے کرنے کا عقل حکم دے اس کو انجام دے۔ جس کام سے عقل منع کرے اس کو ہاتھ نہ لگائے۔ بغرض حصول کمال و سعادت شجاعت دکھائے۔ کس لالچ۔ خوف، یا امید میں یا فخر اور شہرت کے لئے اپنے آپ کو ہولناک کاموں میں ڈالنا شجاعت نہیں ہے۔ بلکہ ان امور میں داخلہ شہوت یا بدگمانی یا بے صبری وغیرہ کا باعث ہوتا ہے۔ ایک شخص مہلکہ میں داخل ہو کر غلبہ حاصل کرتا ہے اور باوجود پوری قوت اور قابو حاصل کر لینے کے قتل و غارت گری ابن آدم سے باز نہیں رہتا۔ ایسا شخص شجاع نہیں کہلا سکتا۔ واقعی شجاع وہ ہے۔ جس کے افعال اشارہ عقل پر صادر ہوں۔ ان میں خواہشات دنیا شامل نہ ہوں۔

شجاع حقیقی کے نزدیک حفاظت ننگ و نام زندگی چند روزہ سے زیادہ محبوب ہے۔ وہ رسوائی اور عیب کو ہرگز روا نہیں رکھتا۔ بلکہ موت و ہلاکت کو پسند کرتا ہے۔ مردان شجاعت بلا و مصیبت بخوشی برداشت کرتے ہیں عیب و بدنامی کا جامہ ان کو زیب نہیں دیتا۔ ان کے لئے نیک نامی کے ساتھ موت زندگی ہے۔ اور ذکر نیک کو

حیات ابدی جانتے ہیں۔ شجاعان نیکوکار نے حفاظت دین و شریعت میں شمشیر و سنان و نیزہ و تیر کا مقابلہ کیا۔ حمایت مذہب میں گرز و تیغ کے وار اپنے سر پہ لئے اور صبر کیا۔ شیر دل اور شجاع حمایت دین و شریعت میں اپنے خون میں تڑپنا سعادت ابدی سمجھتا ہے۔ مرتبہ شہادت کی تمنا کرتا ہے۔

مرنا سب کو ہے۔ ایک بستر پر ایڑیاں رگڑ کر روتے ہوئے مرتا ہے۔ اور شیر بیشۂ شجاعت میدان کارزار میں دین کی سربلندی اور نصرت کے لئے جان قربان کر دینا حاصل زندگی سمجھتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ العنکبوت ۶۹/۲۹

اور جو لوگ ہمارے دین کے بارے کوشش کریں گے ہم بالضرور ان کو اپنا راستہ دکھلائیں گے۔

غیرت

حدیث خداوند تبارک و تعالیٰ غیور ہے اور صفت غیرت رکھنے والے کو دوست رکھتا ہے۔ اور یہ اس کی غیرت ہے۔ کہ اس نے تمام اعمال ناشائستہ ظاہریہ اور باطنیہ کو حرام کیا ہے۔

حمیت اور غیرت یہ ہے کہ آدمی اپنے دین اور ناموس اور اولاد و اموال کی نگہبانی اور محافظت کرے۔

غیرت و حمیت دینی یہ ہے۔ کہ بدعت کو دور کرے دین کو باطل کرنے والے دعویٰ کو دور کرنے کی کوشش کرے۔ منکرین کے شبہ کو رد کرے۔ رواج احکام دین میں لازماً جدوجہد کرے۔ مسائل حرام و حلال کو ظاہر کرنے میں کوشش کرے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں دلیری سے کام لے۔

اعلانیہ معصیت اور فعل حرام کرنے والوں سے دوستی نہ کرے اور بقدر ضرورت ان پر مخفی طور پر غضبناک ہو۔

ناموس حرم میں غیرت یہ ہے کہ اہل خانہ سے غافل نہ ہو۔

نامحرموں سے اپنی عورتوں کی حفاظت کرے۔ ان کو کوچہ و بازار میں نہ جانے دے

پردہ کا حکم

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ

اے نبی! تم اپنی ازواج سے اپنی بیٹیوں سے اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی چادروں

مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ

سے گھونگھٹ نکال لیا کریں۔ اس سے قرین عقل ہے کہ وہ پہچانی جائیں اور ستائی نہ جائیں اور اللہ بڑا

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ احزاب ۵۹/۳۳

بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

حدیث عورتوں کے لئے بہتر ہے کوئی غیر مرد ان کو نہ دیکھے اور نہ ہی کسی نامحرم پر ان کی نگاہ پڑے۔

مرد صاحب غیرت کے لئے لازم ہے۔ اپنے کو عورت کی نظر میں باوقار رکھے۔

عورتوں کے لئے لازم ہے کہ بیکار نہ بیٹھیں کسی نہ کسی کام میں مشغول رہیں۔ ورنہ شیطان فکر باطل میں ڈالے گا۔ سیر و تفریح، خود آرائی، خود نمائی۔ لہو و لعب، ہنسی کھیل تماشہ۔ ڈرامہ فلم وغیرہ دیکھنے سے پرہیز کریں۔ ورنہ شیطان خرابی پیدا کرے گا۔ اور اقوال و اعمال ناشائستہ سرزد ہوں گے۔

غیرت اولاد

اولاد کے متعلق مقتضائے غیرت یہ ہے کہ ان کی خبر گیری اور پرورش میں کوتاہی نہ کرے۔ غذائے حرام سے ان کی پرورش نہ کرے۔ کیونکہ جو طفل غذائے حرام سے پرورش پاتے ہیں۔ یا فعل حرام سے تولد ہوتے ہیں۔ وہ خبیث الطبیعت و بد طینت ہوتے ہیں۔ ان سے کارہائے نیک کا ہونا ناممکن ہے۔ اولاد کی پرورش

ف اہل ایمان کی عورتیں اگر چادر میں باہر نکلیں تو لوگوں کے طعن اور نظر بد سے جو بے پردہ خواتین کے بارے میں عام ہے۔ ہر زمانہ میں اس سے محفوظ رہیں۔ چادر عورت کی شرافت کی پہچان ہے۔

اُن کی تعلیم و تربیت کا انتظام، ان کو احکام دین اور قرآن و فرمان رسول کی تعلیم دینا لازمی اُمور ہیں۔ ان کو اخلاقِ رذیلہ سے بچانا چاہیئے۔ جو یہ ہیں:۔

حسد ـــ عداوت ـــ غرور ـــ چوری ـــ خیانت

ان کو اُمور نیک اور صفات پسندیدہ سے آگاہ کریں جو یہ ہیں:۔

صبر ـــ شکر ـــ توکل ـــ رضا ـــ سخاوت ـــ شجاعت ـ ریاضت ـ صداقت صفائی۔

اولاد کو نماز، روزہ اور دیگر احکام دین سے آگاہ رکھے۔ اور اس کے لئے پوری پوری کوشش کرے۔

غیرتِ مال دُنیا میں ہر شخص کو مال کی احتیاج ہے اور اس کا حصول اور اس کا استعمال اسی پر انجام آخرت موقوف ہے کیوں کہ معرفت و اطاعت الٰہی۔ بقائے بدن اور حیات پر ہے۔ اور حیات، بدن غذا اور قوت پر منحصر ہے۔ اور غذا مال سے حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا مال حلال ذرائع سے پیدا کرے۔ اور حرام اُمور میں خرچ نہ کرے۔ خود نمائی اور خود فریبی میں نہ ضائع کرے۔ چوروں و ڈاکوؤں سے بچائے ظالموں کو اپنے مال پر قابض نہ ہونے دے۔ بلکہ مقتضائے غیرت یہ ہے کہ اپنی حیات میں اپنا مال صرف کرے تاکہ اس کا فائدہ اُٹھا سکے۔ اپنے وارثوں کے لئے مال نہ چھوڑے جو صاحبان اخلاق حسنہ نہ ہوں اور ترکہ کو مال مفت سمجھ کر فحش اُمور اور شکم پرستی میں اسراف بیجا میں ضائع کردیں۔

نیکوکاری نیکوکاری یہ ہے کہ دُنیا میں پرہیزگاری کے ساتھ بسر کرے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو تمہارے مال اور اولاد تم کو مشغول نہ کریں یاد خدا

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ المنافقون ۹/۶۳

سے نہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ خسارے میں ہیں۔

پس مومن کو لازم ہے کہ جو کام کرے۔ خدا کے واسطے ہو تاکہ وہ کام اس کے لئے عبادت ہو۔ جو کوئی اپنے مال میں سے بقدر اپنی یا اپنے اہل وعیال کی ضروریات کے لئے رکھے باقی اپنے برادر مومن کو اس کی ضروریات پوری کرنے کے لئے دے دے تو اس نے مال کے تریاق کو حاصل کرلیا اور اس کے زہر کو دور کردیا۔

ایک جماعت پیغمبر اسلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ ہم صاحب ایمان ہیں فرمایا تمہارے ایمان کی علامت کیا ہے۔

اس جماعت نے عرض کیا کہ ہم بلاؤں پر صبر کرتے ہیں۔ نعمت پر شکر ادا کرتے ہیں۔ حکم خدا پر راضی ہیں۔ دشمن کی مصیبتوں پر خندہ زن نہیں ہوتے۔

حضرت نے فرمایا۔ اگر اتنا کرتے ہو تو یہ بھی کرو۔ کہ جو مال تم استعمال نہیں کرسکتے اس کو جمع نہ کرو۔ جو مکان تمہاری ضروریات سے زیادہ ہو اس کو نہ بنایا کرو۔ اور مال اولاد اور جائداد کے سبب سے دوسروں پر حسد نہ کرو۔

خداوند عالم فرماتا ہے کہ میرے بہترین دوستوں میں سے وہ ہے جو خود سبک بار رہ کر اپنی نماز سے لذت اٹھائے۔ اور اپنے پروردگار کی عبادت بجالائے۔ وہ آدمیوں میں گمنام ہو روزی بقدر کفاف ہو۔ قناعت حاصل کرکے اس پر صبر کرے جب وہ مرجائے تو اس کی میراث بھی کم ہو اور اس پر رونے والے بھی کم ہوں۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

کہہ دو لے رسول کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو تم میری اطاعت کرو خدا بھی تم کو دوست رکھے

ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ آل عمران ۳۱/۳

گا۔ اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور خدا بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب پیروی و اطاعت رسول پر مبنی ہے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ

اے ہمارے پروردگار بعد اس کے کہ تو ہم کو ہدایت کر چکا۔ ہمارے دل حق سے نہ ہٹنا

رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ آل عمران ۸/۳

اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت عنایت فرما بیشک تو سب سے بڑا عطا کرنے والا ہے۔

انسان کا دِل ٹیڑھا ہو جاتا ہے اگر وہ خدا سے نہیں ڈرتا۔ خدا سے ڈرنے والے عقل بند اور عالم ہیں۔

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا ۝ فاطر ۲۸/۳۵

خُدا سے ڈرنے والے اس کے بندوں میں عالمان دین ہیں۔

عقل کامل نہیں ہوتی جب تک اس میں یہ صفات نہ ہوں۔

کُفر و بدی سے دُوری ہو۔ سچائی اور نیکی اس کا جوہر ہو۔ مال زائد از کفاف راہ خدا میں تہیہ کرتا ہو۔ زیادہ گفتگو کا عادی نہ ہو خوراک صرف اتنی ہو کہ طاقت بدن قائم رہے۔ علم حاصل کرنے سے عمر بھر سیری نہ ہو۔ راہ خدا کے لئے ذلت برداشت کرے۔ یہ بمقابلہ اس کے کہ غیر اللہ یا نافرمان خدا کے ساتھ رہ کر عزت ملے۔ اظہار بزرگی کے بجائے عاجزی و فروتنی محبوب ہو۔ لوگوں کی قلیل نیکی جو اس کے ساتھ کی جائے اس کو زیادہ سمجھے، اور جو نیکی وہ دوسروں کے ساتھ کرے اس کو قلیل سمجھے۔ اپنے تئیں خود کو سب سے کمتر اور دوسروں کو اپنے سے بہتر سمجھے۔

راست گوئی

عاقل کبھی جھوٹ نہیں بولتا وہ راست گو ہوتا ہے دین بغیر سچائی کے حاصل نہیں ہوتا۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ توبہ ۱۱۹/۹

اے ایمان والو خدا سے خوف کرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

پیغمبر اسلام نے ان چھ اوصاف کے حامل مسلمان کو جنت کی ضمانت دی ہے۔

۱۔ جو شخص کسی بھی حالت میں جھوٹ نہ بولے۔

۲- وعدہ کے خلاف نہ کرے۔

۳- امانت میں خیانت نہ کرے۔

۴- نامحرموں پر نگاہ نہ ڈالے۔

۵- ممنوعہ اشیاء کی جانب دست نہ بڑھائے۔

۶- اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے۔

ہمیشہ سچ بولنے والے کا عمل پاکیزہ ہے۔ نیک نیت رکھنے والے کی روزی زیادہ ہے، اہل خانہ سے نیکی۔ صلہ رحمی کرنے والے اور رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ کی عمر دراز ہے۔

مقاماتِ دین میں بندہ صادق کی علامت یہ ہے کہ تمام سختیوں اور تکلیفوں کو برداشت کرے اور ان کے اظہار میں زبان نہ کھولے۔

زندگی طاعت وعبادت الٰہی میں بسر کرے اور اس کو خلق اللہ کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھے۔

جو شخص اپنے شکم۔ فرج اور زبان کے شر کی حفاظت کرے۔ تو تمام شر و فتنہ سے مامون اور محفوظ رہتا ہے۔

جب کسی مومن کو خاموش و صاحب وقار دیکھو تو اس کی ہم نشینی اختیار کرو۔ کیوں کہ اس کے دل پر حکمت القا ہوتی ہے۔

امانت داری

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَھْلِھَا وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ

خدا تم کو حکم دیتا ہے۔ کہ امانت کو ان کے مالکوں کے حوالے کردو۔ اور عدل و راستی

النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ ط نساء ۵۸/۴

کا حکم دو۔

امانت داری و راست گوئی صفات نیک ہیں۔ خداوند عالم نے ہر ایک پیغمبر کو

راست گوئی اور امانت داری پر مبعوث کیا۔

کسی شخص کے نماز اور روزہ سے فریب نہ کھاؤ۔ بلکہ اس کے تقویٰ و خشیت الٰہی کا امتحان راست گوئی اور امانت داری سے کیا جائے۔

تین امور ہیں جن میں سے کسی کا عذر ترک مسموع نہ ہوگا۔

۱۔ امانت کی ادائیگی و حفاظت خواہ نیک ہو یا فاجر۔

۲۔ ایفائے وعدہ خواہ نیک ہو یا فاجر۔

۳۔ والدین کے ساتھ نیکی خواہ اچھے ہوں یا بُرے۔

ان چار صفات کا حامل مومن کامل ہے۔

۱۔ راستی ۲۔ امانت داری ۳۔ حیا اور ۴۔ حُسنِ خلق

امانت کی ضد خیانت ہے۔ خیانت کرنے والا تنگ دست و پریشان رہتا ہے اور امانت دار غنی و مالدار۔

کسی کا مال بلا علم و اطلاع خلاف مرضی مالک۔ کم فروشی۔ مکر و حیلہ۔ عداوت وغیرہ سے بغیر عذر شرعی رکھا جائے۔ یا کسی کی ناموس یا حرمت و آبرو کو ضائع کیا جائے یہ سب داخل خیانت ہیں۔ یہ سب امور اخلاق خبیثہ میں سے ہیں۔

آئمہ طاہرینؑ نے فرمایا ہے کہ ہمارا مُحِب اور دوست وہ نہیں ہے جس نے پرہیزگاری اختیار نہ کی۔ اور اطاعت الٰہی نہ کی۔ جو لوگ پرہیزگار اور مطیع خدا و رسول ہیں وہی اولیا اللہ ہیں۔ اور آئمہ کے مُحِب و دوست ہیں۔ خدا اس کا ضامن ہوتا ہے۔ جو معصیتِ خدا سے پرہیز کرتا ہو۔

خُدا اس کی حالت کو بدل دیتا ہے جس سے کراہت رکھتا ہے اس حالت سے جس کو وہ دوست رکھتا ہے اور اس جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا گمان بھی نہ ہو۔

خُدا جب کسی بندہ کو ذلت عصیان سے عزت تقویٰ پر فائز کرتا ہے تو اس کو بغیر

مال کے غنی اور بغیر قبیلہ کے عزیز کرتا ہے اور بغیر کشادہ روی کے خلق میں محترم فرماتا ہے۔

انبیائے خدا اپنی تمام تر خارق العادت خصوصیات مثلاً معجزات۔ معصوم عن الخطا جہالت شرک اور ظلم سے مبرّا ہونا رہبری تبلیغ اور دشمنان دین سے نبرد آزمائی کے باوجود انسان ہیں۔ انسانوں ہی کی طرح کھانے پیتے۔ سوتے۔ شادی بیاہ کرتے اور بچے پیدا کرتے ہیں اور مدت العمر پوری کر کے دار فانی سے کوچ کر جاتے ہیں۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ٥ انعام ۹/۶

اگر ہم رسول کو فرشتہ بناتے تو اس کو مرد بھی بناتے اور اس کو ایسا ہی لباس پہناتے جیسا کہ یہ لوگ پہنتے ہیں۔

اگر یہ طے ہوتا کہ خدا پیغمبری کی ذمہ داری کسی فرشتہ کے سپرد کرتا تو ضروری تھا کہ وہ فرشتہ بھی انسان کی صورت میں مبعوث بر رسالت ہوتا۔ تاکہ انسانوں کے ساتھ باتیں کرے، اور زندگی بسر کرے۔ انسی کی طرح کھاتے پیتے اور پہنے۔

انبیاء اور عام انسانوں کے درمیان فرق صرف وحی کا ہے۔ انبیاء کی زندگی نمونہ اور مثالی انسان کی زندگی ہے۔ تاکہ ان کی سیرت کو انسان اپنے لئے نمونہ عمل قرار دیں۔ وحی الٰہی خود انبیاء کی زندگی پر اپنا نقش ثبت کرتی ہے۔

جب تک ہم انبیائے خدا کی معرفت نہ حاصل کریں۔ اور اس امر سے باخبر نہ ہوں کہ وہ اس وحی سے بہرہ مند ہیں جو فوق العادت علم و یقین کا سرچشمہ ہے۔ اس وقت تک وحی بذات خود ہماری زندگی پر براہ راست کوئی اثر مرتب نہیں کر سکتی۔ جیسے ہم خدا کے پیغمبروں کو پہچان لیں۔ اور ان کے حالات کے بارے میں تحقیق اور جستجو کر کے یہ کامل اطمینان کر لیں کہ ان عالموں کے پاس علم کا ایک سرچشمہ ہے اور مبداء ہستی کے پاس سے وہ ہمارے لئے ایسی تعلیمات لائے

وحی الٰہی منبع علم

ہیں ۔جو شخصی سوچ کی پیداوار یا ان کے ذاتی تجربہ کا نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ خالق کی جانب سے مخلوق کے لئے ایک روشنی بخشنے والا پیغام ہے ۔اس وقت وحی الٰہی خود بخود ہماری حساس زندگی کا رُخ متعین کر کے اس کو مستحکم کر دیتی ہے ۔ انبیا کے وسیلے سے علم کا ایک نیا سرچشمہ انسان کی گرفت میں آجاتا ہے ۔جس کے وسیلہ سے کائنات اور اس کے آغاز و انجام کے علاوہ انسانی زندگی کیلئے سیدھے راستے کے بارے میں نہایت اہم معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں ۔جو ہماری زندگی کے راستہ کو روشن بنا دے۔

اگر انسان انبیاء سے لاتعلق ہے اور ان کے مکتب سے کتاب و حکمت کا علم نہیں حاصل کرتا تو علم کا صرف ایک منبع اس کی دسترس میں ہوتا ہے۔ جو کہ اس کی شخصی سوچ صرف یا اس کے ذاتی تجربہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔

لیکن جس انسان کا تعلق انبیاء سے قائم ہو جاتا ہے اس کی پہنچ دو منابع علم تک ہوتی ہے ۔یعنی اس کا اپنا تجربہ اور سوچ اور پیغمبر پر وحی الٰہی ۔ جو کہ خالق کی جانب سے مخلوق کے لئے ایک روشنی بخشنے والا پیغام ہے ۔ وہ پیغام جو انسان کی زندگی کا رُخ متعین کرتا ہے ۔ اور مخلوق کو خالق کا قرب عطا کرتا ہے ۔انسانوں میں کچھ لوگ نوابغ ہوتے ہیں ۔جو وہ ذہین لوگ ہیں ۔ جو سوچ سمجھ کر اندازہ لگا کر اپنے ذہن کی اُوپج کی بنا پر کام کرتے ہیں ۔ اور نت نئے تجربات سے نئے نئے فارمولے ایجاد کرتے ہیں ۔ لیکن اکثر غلطی بھی کر جاتے ہیں ۔ اس کے علاوہ اس غور و فکر و جستجو میں چونکہ دین کی رہبری معطل ہے ۔ لہٰذا زیادہ تر ایجادات انسان کی ہلاکت اور تباہی پر مبنی ہیں ۔

لیکن خدا کے پیغمبروں کا طریقہ ہدایت کچھ اور ہے ۔ وہ ان کا اپنا ذاتی کردار ان کی سمجھ بوجھ اور ذہنی اندازے کے علاوہ وہ وحی الٰہی سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں نوابغ اس قوت سے محروم ہیں ۔ اس طرح جس انسان کا تعلق بحیثیت پیغمبر خدا سے ہو وہ اشرف المخلوقات میں رحمۃ للعالمین سید المرسلین کہلا سکتا ہے ۔ چونکہ انبیاء کا

تعلق وحی کے ذریعہ خدا سے ہوتا ہے۔ اس لئے ان سے خصوصی تعلق رکھنے والا انسان بھی اہم کارنامے انجام دے سکتا ہے۔ جو انسان کے امن و سلامتی کا باعث اور حیات ابدی میں نجات اُخروی کا باعث بنتے ہیں۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا ٥ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ

غیب کا جاننے والا وہی ہے پس وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اس کے کہ جس

رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ٥ جن $\frac{26-27}{72}$

کو رسولوں میں سے علم غیب کے لئے منتخب کر لے کہ اس کے آگے اور پیچھے کی طرف سے نگہبان فرشتے مقرر فرما دیتا ہے۔

تمام دنیاوی اور دینی علوم کا منبع وحی الٰہی ہے الہامی کتب کے مطالعہ سے یہ امر بخوبی ظاہر ہے کہ اس زمین پر پہلے آتشین مخلوق آباد تھی۔ ان پر بھی وحی الٰہی آتی تھی۔ اور ان میں پیغمبروں کا سلسلہ جاری تھا۔ یہ دنیا موجودہ تمام سائنسی ایجادات و عروج تمدن کو جو ہم انسانوں سے پہلے اس دنیا میں آباد آتشین مخلوق کا دور تھا۔ اس میں حاصل کر چکی تھیں صرف پیغمبروں اور وحی الٰہی کی تعلیمات سے انحراف اور حصول اقتدار کی جنگ کے باعث تباہ ہوئی اور خدا اس قدر اس مخلوق سے غضب ناک ہوا کہ ان سے دنیا خالی کرا لی گئی۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب "حکیم اذان")

اور موجودہ دنیا اور اس میں آباد مخلوق انسان جس طرح سائنسی ایجادات کے سہارے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم بنا کر حصول اقتدار کی کشمکش میں مبتلا ہو کر قدرت کے سربستہ رازوں سے آگاہی حاصل کر کے تمام دنیا پر قابض ہونے کے خبط و جنون میں مبتلا ہے۔ اس کا نتیجہ انسانیت کی تباہی اور غضب خدا کی صورت میں انسان کی انسان کے ہاتھوں ہلاکت کے سوا کیا نکل سکتا ہے۔

خداوند عالم اپنے پیغمبر داؤد۔ اور۔ سلیمان علیہما السلام کا ذکر کرتے قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے۔

ص ۱۸-۱۹-۲۰ / ۳۸

إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ۝ وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً

ہم نے پہاڑوں کو ان کے لئے مسخر کر دیا تھا۔ کہ وہ ان کے ساتھ تسبیح کرتے اور پرندے بھی

كُلٌّ لَّهُ أَوَّابٌ ۝ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ

جمع رہتے تھے کہ یہ سب ان کے مطیع تھے۔ اور ہم نے ان کی سلطنت کو مضبوط کر دیا تھا۔ اور

ہم نے ان کو قانون شریعت اور فیصلہ کرنے کی قوت عطا کی تھی۔

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ۝ وَالشَّيَاطِينَ

ہم نے ہوا کو ان کا تابع کر دیا تھا۔ وہ ان کے حکم سے جہاں وہ چاہتے ان کو بہ نرمی و آسانی پہنچا

كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ ۝ وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝ ص ۳۸ / ۳۶-۳۷-۳۸

دیتی تھی۔ اور شیاطین کو ان کا ماتحت کر دیا تھا کہ وہ ان کے لئے عمارتیں بنانے تھے۔ اور دریا میں

غوطے لگاتے تھے۔ اور کچھ اور تھے جو بیڑیوں میں جکڑے ہوتے تھے۔

یہ تمام سائنسی کارنامے وحی الہٰی کے ذریعے پیغمبروں نے انجام دیئے۔ قرآن حکیم کے بیان کے بموجب ہر کام پر ملائکہ مقرر ہیں۔ کوئی برگ و شجر بغیر حکم خداوندی ہل نہیں سکتا۔ چرند و پرند کی عادات و خصائل اور ان کی حرکات و سکنات سے ظاہر ہوتا ہے کہ گو وہ عقل و خرد سے محروم رکھے گئے ہیں۔ مگر ان کو ان کے نفع و نقصان سے بر وقت آگاہ کرنے کا قدرت نے انتظام کر دیا ہے۔ ہر انسان پر دو فرشتے مقرر ہیں۔ جو اس کے نیک و بد افعال کو قلم بند کرتے رہتے ہیں۔

تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۝ قدر ۹۷/۴

روح اور کل فرشتے اپنے پروردگار کے حکم سے ہر معاملے کو لے کر اترتے ہیں

یہ تمام آیات اور ان کی تفاسیر جو راسخون فی العلم کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہیں اس جانب اشارہ کرتی ہیں کہ دنیا میں الہٰی شخصیت موجود ہے۔ جس پہ روح اور فرشتے ہر سال شب قدر میں احکام الہٰی تمام سال کے لئے لے کر اترتے ہیں اور یوں دنیا کا نظام خالق کائنات کے حکم کے بموجب جاری و ساری ہے۔ پیغمبران کرام اور خالق کائنات کے درمیان رابطہ فرشتوں کے ذریعہ جاری رہتا ہے۔ اس میں ایک فرشتہ روح نامی ہے

جو ہر پیغمبر اور ولی اللہ کے ساتھ ہمیشہ رہتا ہے اور ان کو مشیت الٰہی سے ہر لمحہ آگاہ کرتا رہتا ہے۔ اسی مطلب کی سورۂ جن[1] میں آیت موجود ہے۔ اور اس کا مشاہدہ ایک مشہور واقعہ سے ہوتا ہے جو سیّد الشہداء حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ السلام کے بچپن میں ظہور پذیر ہوا۔

حدیث ایک راہب پیغمبر اسلام کے پاس فرزند کے لئے دعا کرانے آیا۔ اس کے اولاد نہیں تھی۔ پیغمبر اکرمؐ نے رُوح فرشتہ کے ذریعہ لوحِ محفوظ کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں اس کے نام پر اولاد کا خانہ خالی ہے۔ آپؐ نے قدرے توقف کے بعد راہب سے کہہ دیا کہ تیری قسمت میں اولاد نہیں ہے۔ راہب بے حد دل گرفتہ ہوا اور مسجد سے باہر نکل آیا۔ یہاں اس کی ملاقات شہزادہ امام حسین علیہ السلام سے ہوگئی۔ آپ کا بچپن تھا۔ اس کے رنج کا سبب دریافت کیا اور اس کو دوبارہ نانا کے پاس مسجد میں لائے۔ دُعا کے لئے درخواست کی۔ رسولِ اکرمؐ نے فرمایا۔ بیٹے! لوحِ محفوظ میں اس کی قسمت میں اولاد نہیں لکھی ہوئی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے پاس بھی ایک فرشتہ روح نامی تھا۔ جس کے ذریعہ آپؑ بھی لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے تھے۔ آپؑ کی نگاہ اس کے اوپر پڑی اور فرمایا ایک پسر ملا۔ رسول اللہؐ نے شہزادہ حسینؑ کو پھر جواب دیا۔ بیٹا ایسا نہ کہو۔ اب حسین علیہ السلام لوح محفوظ میں دو پسر دیکھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپؑ نے راہب کو سات پسروں کی بشارت دی۔ اب جو پیغمبر اسلام نے لوح محفوظ پر نظر ڈالی تو سات پسر کی راہب کو بشارت وہاں بھی نظر آرہی تھی۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جس انسان کا تعلق خدا سے بذریعہ وحی یا ملائکہ سے قائم ہو جائے۔ اور جس انسان کا تعلق ایسے انسان سے قائم ہو جائے جس پر وحی یا ملائکہ کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ وہ انسان وہ منابع علوم

[1] سورہ جن ۲۶-۲۷-آیت

سے فیض یاب ہوتا۔ ایک اس کی ذاتی عقل و فہم اور سوچ اور دوسرا خالق کائنات کا عطا کردہ علم بذریعہ وحی۔

کتاب و حکمت

میں ـــــ آقائے بہشتی! آپ نے تزکیہ نفس کا طریقہ بھی بتلا دیا۔ اور اس کی خوبیاں بھی بطریق احسن بیان کر دیں۔ اب کتاب و حکمت کی بابت بھی وضاحت سے ارشاد فرمایئے۔ تاکہ میرا ایمان زیادہ ہو۔ اور قلب مطمئن ہو جائے۔

بہشتی ـــــ کتاب سے مقصود تو قرآن ہے۔ حکمت سے مراد دانائی بھی ہے اور شریعت بھی ہے کیوں کہ ہماری شریعت کے تمام احکام دانائی اور حکمت پر مبنی ہیں۔ قرآن میں کتاب اور علم الکتاب کا لفظ بہت وسیع مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝ الرعد ۴۳/۱۳

تم کہدو میرے اور تمہارے درمیان گواہی کو اللہ کافی ہے۔ اور وہ جن کے پاس اس کتاب کا پورا علم ہے۔

قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ ۝ النمل ۴۰/۲۷

وہ شخص جس کے پاس علم کتاب کا ایک جزء تھا عرض کی کہ میں اُسے لائے دیتا ہوں قبل اس کے کہ آپ کی پلک جھپکے

قرآن پاک علم و دانش اور حکمت کا لامحدود خزانہ ہے۔ ہر خشک و تر کا اس میں بیان موجود ہے۔ اس کے علم کے ذریعے ہی انسان تقرب خداوندی حاصل کر سکتا ہے۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۝ فاطر ۲۸/۳۵

تمام بندگانِ خدا میں سے علماء ہی خدا سے ڈرتے ہیں۔

هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ الزمر ۹/۳۹

عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے

مصدقہ حدیث ہے کہ ایک ساعت اس مجلس میں بیٹھنا جس میں گفتگوئے علم ہو

رہی ہو۔ بیداری ہزار شب سے بہتر ہے۔ اگر مومن مرجائے اور اس کا لکھا ہوا ایک ورق مسائل علمیہ کا باقی رہے تو وہ ورق اس کے اور آتشِ جہنم کے درمیان حجاب بن جائے گا۔

جو لوگ جنگلوں اور قریوں میں رہتے ہیں۔ جہاں اہل علم نہیں ہیں۔ وہ سب لوگ اپنی جہل اور نادانی کے باعث دوزخ میں جائیں گے۔

عِلم کی اقسام

عِلم کی دو قسمیں ہیں :-

(۱) علم دُنیا (۲) عِلم آخرت

عِلم دُنیا میں تمام دنیاوی علوم شامل ہیں۔ جن کا فائدہ دُنیا ہی میں ملتا ہے۔ جیسے طِب۔ ہندسہ۔ نجوم۔ عروض۔ موسیقی وغیرہ۔

ان کا حاصل کرنا واجب نہیں ہے۔ صرف علُوم آخرت کا حصول واجبات میں سے ہے۔ علم آخرت میں یہ علوم شامل ہیں۔

علم الٰہی جس سے اصولِ دین یعنی معرفت مَبدَ وَ مَعَاد کا تعلق ہے۔

علم اخلاق جس سے تحصیل راہ سعادت ہوتی ہے۔

علم فقہ جس سے عبادت ومعاملہ۔ حلال وحرام وآداب وکیفیت احکام سمجھ میں آتی ہے۔

اِن تینوں عُلوم کا حاصل کرنا واجب ہے۔ نیز وہ عُلوم جن سے ان عُلوم مذکورہ کے حصول کی استطاعت حاصل ہوتی ہے جیسے علم لُغت وتفسیر وغیرہ۔

علم الٰہی: یعنی علم اُصول عقائد کا جاننا ہر شخص پر واجب ہے اور عذر جہالت اس مقام پر [illegible] نہیں ہے لیکن تمام مسائل حکمیہ ہر شخص نہیں سیکھ سکتا۔ لہٰذا کسی عالم کی تقلید ضروری ہے۔

اسلام کے اندر تعلیم اور تعلُّم کے لئے کئی شرائط ہیں۔ اور آدابِ تعلّم میں چند چیزیں

ضروری ہیں۔

اول یہ کہ طالب علم پیروی شہوات نفسانیہ وخواہش جسمانیہ اور موافقت اہل دنیا اور مصاحبت صاحبان ہوا وہوس سے پرہیز کرے۔ کیونکہ ان امور میں مبتلا ہو کر انوار قدسیہ کا حصول ناممکن ہے۔

دوئیم یہ کہ۔ تعلیم کی غرض صرف یہ ہو کہ انسان تقرب خداوندی حاصل کرے اور درجہ بہائم سے ترقی کر کے عالم انسانیت میں داخل ہو جائے۔

طالب علموں کی تین اقسام ہیں

پہلی قسم وہ ہے جو اپنے برابر والوں سے جھگڑا اور ان کی ایذا رسانی اور ان پر غلبہ حاصل کرنے میں مشغول ہیں۔

دوسری قسم وہ ہے جو مکر وحیلہ کرتے ہیں۔ برابر والوں سے تکبر۔ تونگروں سے تواضع و فروتنی ان کے دسترخوان سے اپنا پیٹ بھر کر دین کو ضائع کرتے ہیں۔

تیسری قسم وہ ہے۔ جو ہمیشہ محزون وغمگین رہتے ہیں۔ شب بیداری کرتے ہیں اندھیری راتوں میں عنداللہ پروردگار کی عبادت پوشیدہ طور پر کرتے ہیں۔ اپنی تقصیر سے خائف و ترساں اپنے اعمال سے مضطرب و لرزاں اور خدا کو پکارتے رہتے ہیں۔

- جس علم کے ساتھ عمل نہ ہو۔ اس سے سوائے کفر و دوری خدا کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔
- جس عالم نے اپنے علم پر عمل نہ کیا ہو۔ اس کی بو سے اہل دوزخ عذاب پاتے ہیں۔

قرآن مجید علم و دانش کا مجموعہ اور حکمت کا لامحدود خزانہ ہے۔

یہ کتاب الٰہی اپنے دامن میں تمام دنیا کے علوم کو سموئے ہوئے ہے۔

یہ سراسر خیر بلکہ خیر کثیر ہے اس کی آئتیں دنیا و آخرت کی کامیابی کی ضمانت ہیں۔

حکمت ۔ کسی عمارت کی محکم اور پائیدار بنیاد۔

______ کسی عدالت میں اپنے حق کا تعین

کسی معاشرے میں نظم وضبط کی برقراری کا نام حکمت ہے۔

وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ٥ البقرہ ٢٦٩/٢

اللہ نے جس کو حکمت عطا کردی اس کو خیر کثیر عطا کردیا۔ خیر کثیر نہ ختم ہونے والی نعمتیں ہیں۔

خدا حکیم وعلیم ہے تمام کائنات پر اس کے علم وحکمت کا احاطہ ہے اس نے اپنی مخلوقات کے دائرہ میں نظم وضبط وعدالت برقرار فرمائی۔ اور کائنات میں جو بھی چیز ہے اور اس کا جو حق ودرجہ ہے۔ اس کو عطا فرمایا جس کو جس انداز پر رہنا ہے۔ اس کو وہی انداز دیا۔ ہر چیز کو اس کا محل وموقع عطا فرمایا۔ اس طرح ہر چیز وہر مخلوق کو عدل واحسان سے نوازا۔ ظلم وعدوان سے دور رکھا۔ کائنات کی ہر چیز پہ اللہ کی عدالت وحکومت قائم ہے۔

ہر خیر وخوبی عدل ہے اور گناہ ومعصیت ظلم ہے۔ تمام نیکیوں اور بھلائیوں کو جمع کیا جائے۔ تو اس کا نام عدل ہوگا۔ اور تمام بدیوں وبرائیوں کا مجموعہ ظلم ہوگا۔ اسی لئے قرآن نے فرمایا ہے۔

اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ٥ مائدہ ٨/٥

عدل کرو کہ یہ تقویٰ کے قریب تر ہے۔

اور جو صاحب تقویٰ ہے وہی خدا کے نزدیک پسندیدہ انسان یا محبِ خدا ہے

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ٥ الحجرات ١٣/٤٩

خدا کے نزدیک بزرگ صرف صاحبان تقویٰ ہیں۔

یعنی عادل لوگ ہی صاحب تقویٰ بن سکتے ہیں۔ جن کی ذات کی جانب ظلم کا شائبہ تک نہ کیا جا سکے۔ جن کا ہر فعل مرضی رب العالمین کا تابع ہے۔

عاقل وہوش مند انسان اپنے لئے خیر ہی کا انتخاب کرتا ہے جیسے کہ قرآن میں ہے سورہ لقمان میں کہ ایک دن لقمان دوپہر کو سو رہے تھے۔ کہ ان کو آواز آئی۔

حکام کے لئے قرآن کی نصیحت

اے لقمان کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ خدا تم کو زمین کا خلیفہ مقرر کردے تاکہ تم لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا کرو۔ انہوں نے اس کے جواب میں کہا کہ اگر خدا نے اس امر میں مجھ کو اختیار دیا ہے۔ تو میں عاقبت قبول کرتا ہوں۔ اور آزمائش میں نہیں پڑنا چاہتا۔ فرشتوں نے کہا عذر کی وجہ؟ لقمان نے جواب دیا۔ حکومت کی منزلیں بڑی سخت ہیں، اور ان پر ظلم کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ اگر حاکم برحق فیصلہ کرے گا تو نجات پائے گا۔ اور اگر خطا کرے گا تو یہ ظلم و زیادتی ہوگی۔ بھٹکتا پھرے گا۔ جو شخص دنیا میں شریف اور ذی مرتبت ہو کر آخرت میں ذلیل ہو تو اس سے بہتر ہے کہ دنیا ہی میں ذلیل رہے۔ اور آخرت میں بزرگی حاصل کرے کیونکہ یہ دنیا تو فانی ہے باقی رہنے والی حیات تو آخرت میں ہے۔ اور جو شخص آخرت کو فراموش کرکے دنیا کو اختیار کرے اسے نہ تو دنیا ہی ملے گی۔ اور نہ ہی آخرت نصیب ہوگی۔

دین کی سخت منزل بغیر تائید ایزدی حکمران بن جانا ہے

لہٰذا خدا نے لقمان کو حکمت عطا کی اور داؤد کو بادشاہت ملی۔ اور لقمان داؤد کے وزیر بنے۔ داؤد نے لقمان سے کہا۔ آپ خوش نصیب ہیں۔ کہ آپ کو حکمت (دانائی) مل گئی۔ اور حکومت میں جو آزمائشیں ہیں۔ آپ ان سے بچ گئے۔ لقمان نے کہا آدمیوں کے درمیان عدل کرنا دین کی سب سے کٹھن منزل ہے۔ اور بہت بڑی آزمائش ہے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ خدا کی تائید حاصل نہ ہو۔ اس طرح ایسے شخص کو ظلم چہار جانب سے گھیر لیتا ہے۔ اور معصیت الٰہی اس کو متکبر و جاہ پسند و خودسر بنا دیتی ہے۔ اس طرح وہ ایک دلدل میں پھنس جاتا ہے۔ اگر اس کا فیصلہ عدل پر ہوا تو ممکن ہے کہ بچ جائے اور اگر فیصلہ میں غلطی

کی ٹھوکر کھائی بھٹک گیا۔ تو ہمیشہ کے عذاب دوزخ کا مستحق بن گیا۔

لہٰذا حکومت و بادشاہت اگر خدا عطا کرے گا تو اس کے لئے طاقت عدل اور صحیح فیصلہ کرنے کا ملکہ اور پوشیدہ باتوں سے آگاہی بھی عطا کرے گا تاکہ عدل کیا جا سکے جس طرح دُنیاوی بادشاہ اگر کسی کو اپنا نائب یا وائسرائے بناتے ہیں تو اس کو ضروری طاقت و قوت دیتے ہیں۔ اس کی ہر چہار جانب سے حفاظت کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جن کو خدا نے بادشاہی بخشی یعنی حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام ان کو چرند و پرند کی زبان سمجھنے کی صلاحیت عطا کی۔ دلوں کے بھیدوں پر مطلع کیا۔ اپنے زمانے کے تمام انسانوں سے زیادہ طاقت ان کو دی۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ

اور غیب کے خزانے اس کے پاس ہیں۔ اس کے سوا ان خزانوں کو کوئی نہیں جانتا۔ اور وہ

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ

خشکی اور تری کی سب چیزوں کو جانتا ہے۔ اور ایک پتہ بھی ایسا نہیں گرتا ہے جسے وہ نہ جانتا

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ انعام ۵۹/۶

ہو۔ اور کوئی دانہ زمین کی اندھیریوں میں اور کوئی خشک اور تر ایسا نہیں ہے جس کا ذکر کھلی کتاب میں نہ ہو

اب معلوم کرنا پڑے گا کہ وہ کھلی کتاب کون سی ہے، اور اس کو کون پڑھ سکتا ہے جو خشک و تر کے حالات سے واقفیت حاصل کرے۔

اگر ہم اس معاملے پر غور کریں۔ تو قرآن حکیم کی یہ آیات اس معاملے میں ہماری رہبری کریں گی۔

"خداوند عالم نے ملت ابراہیمؑ میں کچھ لوگوں کو مجتبیٰ قرار دیا۔ جو ابراہیمؑ ہی کی نسل سے ہیں۔ خدا نے آدمؑ و نوحؑ اور آل ابراہیمؑ اور آل عمرانؑ کو مصطفےٰ قرار دیا اور ان کو تمام جہانوں پر یہ فضیلت عطا کی ہے۔" آل عمران ۳۳/۳

"جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے۔ یہ کھلی کتاب ان کے سینوں میں موجود ہے۔" عنکبوت ۴۹/۲۹

رسولؐ کی رسالت کی تصدیق کے لئے خدا اور وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔ کافی ہے۔ (رعد ۴۳/۱۳)

ایسے وارثان کتاب خدا کے گھر سے علم الکتاب حاصل کر کے آتے ہیں اس دنیا میں اور اپنے زمانہ کے ہر صاحب علم سے بڑھ کر ان کا علم ہوتا ہے وہ سب عالموں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ (یوسف ۷۶/۱۲)

معلوم ہوا کہ خدا نے اپنا پیغام اپنے بندوں تک پہنچانے کے لئے آدمؑ و نوحؑ اور آل ابراہیم و آل عمران کو اور ان میں سے بعض بعض کی اولادوں میں سے کچھ مخصوص ہستیوں کو منتخب کر لیا ہے۔ اور اپنی کتاب کا علم ان کو اپنے گھر میں عطا کیا۔ یعنی ان کی تخلیق کے ساتھ ہی ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دی۔ اور یہ کتاب ان کے سینوں میں موجود ہے جب ہی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام گھوارہ میں دعوے کرتے ہیں۔ میں بندہ خدا ہوں مجھ کو کتاب الہی عطا ہوئی ہے۔ اور میں نبی ہوں۔

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ تف اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝ مریم ۲۹/۱۹

اللہ نے ان کو کتاب و حکمت کی خود تعلیم دی۔

وَیُعَلِّمُہُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ۝ آل عمران ۴۸/۳

اور وہی اسے کتاب اور حکمت کی تعلیم دے گا۔

اعتقاد صالح سے ہی عمل صالح ہوتا ہے۔ ایمان اور عمل صالح سے جو زندگی بنتی ہے وہی منصود قرآن ہے۔

وَالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتَابِ ھُوَالْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ

اور ہم نے جو کتاب تمہاری طرف بذریعہ وحی بھیجی ہے۔ وہ برحق ہے۔ اور اپنے سے پہلے

یَدَیْہِ ط اِنَّ اللّٰہَ بِعِبَادِہٖ لَخَبِیْرٌ بَصِیْرٌ ۝ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ

کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ بے شک خدا اپنے بندوں کے حال سے خوب واقف ہے اور ان

الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَ

کا نگران ہے۔ پھر ہم نے اپنی اس کتاب کا وارث ان کو بنایا۔ جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے

مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرَاتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ

منتخب کرلیا۔ پس ان میں سے کچھ تو اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہیں کچھ میانہ رو ہیں اور کچھ حکم

هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝ فاطر ۳۲-۳۱/۳۵

خدا سے تمام نیکیوں میں بڑھ جانے والے ہیں یہی تو بڑا فضل ہے۔

الٓمّٓ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۝

الٓمّٓ ۝ یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔ ان نیکی کرنے والوں کے لیے ہدایت و رحمت

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ

ہیں۔ جو باقاعدہ نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر بھی پورا یقین رکھتے

هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ

ہیں۔ ایسے ہی لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔ اور یہی پوری

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ لقمٰن ۵-۱/۳۱

فلاح پانے والے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ خیر کثیر حکمت ہے۔ اور یہ نیکی اور احسان کرنے والوں کے لئے مخصوص ہے۔ جو خدا اور آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں۔ اور نماز و زکوٰۃ کے سختی سے پابند ہیں ممکن ہے کہ جن لوگوں کے پاس دنیا جہان کی نعمتیں ہیں۔ ان کو لوگ خیر کہہ دیں۔ اور جو غریب و کمزور ہیں ان کو خیر سے محروم قرار دیں لیکن خدا نے صاف صاف تبلا دیا۔

قُلْ لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ

کہہ دو بُرا اور اچھا برابر نہیں ہوسکتے گو تم کو بُرے کی کثرت تعجب میں ڈالے۔ پس اے

فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (مائدہ ۱۰۰/۵)

عقل والو! خدا سے ڈرتے رہو۔

پاک و ناپاک برابر نہیں ہیں۔ پاک ہمیشہ برقرار رہنے والی شے ہے۔ اس کی جڑیں مضبوط اور شاخیں آسمان پر پھیلی ہوئی ہیں۔ اور ہمیشہ پھلتی پھولتی رہتی ہیں۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ حکمت انسان کا عالی ترین ہدف ہے۔

اور وہ خیر کثیر ہے اور کوثر کی شکل میں حضرت پیغمبر خدا کی اس پر حکومت ہے اور کوثر یعنی تمام کائنات پر حکومت یعنی علم الٰہی بھی کوثر نبوت بھی کوثر امامت بھی کوثر اولادِ رسولؐ بھی کوثر۔ اس کی کثرت اور بقا بھی کوثر۔ گویا تمام خیر کوثر ہے۔ اب ایسی قوم کے شرف کی عظمت و بلندی کا کیا کہنا۔ جس کا ہادی کوثر ہو۔ ساقی کوثر ہو۔ جو حوض کوثر کا مالک ہو۔ جس کو اللہ نے حکمت عطا فرمائی ہو۔ جس طرح حکمت میں درجات اور مراتب ہیں۔ اسی طرح کوثر میں بھی درجات ہیں کمال اور فضائل ہیں۔ اکثر بادشاہ سرکشی اور طغیانی کرتے ہیں۔ اور اپنے پروردگار کے راستہ سے منحرف ہو جاتے ہیں لیکن صاحبان حکمت اپنے خالق کے مطیع و فرمانبردار رہتے ہیں۔ اور سب سے بڑی حکمت خوف الٰہی کا نام ہے۔ باایمان حکیم کسی بھی حالت میں اپنے مولا کو فراموش نہیں کرتا۔ وہ جانتا ہے کہ حیوانی خواہشات ہلاکت کا سبب بنتی ہیں۔ حکمت کوثر ہے اور قابل ستائش۔ ملک اور بادشاہت۔ خواہش دُنیا اور پستی و ضلالت کا سبب بن جاتی ہیں۔

حضرت لقمان کی نصیحتیں، جو قرآن میں درج ہیں مسلمانوں کے لئے حکمت کے موتی ہیں۔ کاش مسلمان انہیں کو دستورِ حیات بنا کر اپنے معاشرے کی بنیادیں استوار کرتے لقمان حکیم بیٹے سے کہتے ہیں۔ جب سے تم دُنیا میں آئے ہو۔ اس کی جانب تمہاری پشت ہے اور تمہارا رُخ آخرت کی جانب ہے۔ پس وہ مکان جس کی جانب تم جا رہے ہو وہ تم سے زیادہ قریب ہے۔ بہ نسبت اس مکان سے جس سے تم ہٹتے جاتے ہو۔ انسان کی زندگی روزانہ کم ہوتی جاتی ہے تم علماء کی صحبت اختیار کرنا۔ دُنیا سے اتنا لینا جتنا تمہاری واقعی ضرورتوں کو کفالت کرے۔ بالکل دُنیا کو چھوڑ بھی نہ دینا کہ تمہارا بار دوسرے

لوگ برداشت کریں۔ (نہ حریص دُنیا ہو اور نہ فقیر) دنیا میں اتنا نہ مشغول ہونا کہ آخرت کو ضرر پہنچے۔ روزہ رکھو تاکہ شہوات نفسانیہ کم ہوں۔ مگر ایسا روزہ نہ رکھنا جو تم کو نماز پڑھنے سے روکے۔ (یعنی کمزور کر دے) اس لئے کہ نماز اللہ کو بہ نسبت روزہ کے زیادہ محبوب ہے۔ دُنیا ایک گہرا سمندر ہے۔ جو بہت سی مخلوق کو ہلاک کر چکا ہے۔ پس تم ایمان کی کشتی سے توکل کے بادبان سے اور تقویٰ کے زادِ راہ سے اس کو عبور کر جاؤ۔ اگر نجات پاؤ تو یہ خدا کی رحمت ہے اور نجات نہ ملی تو یہ تمہارے گناہوں کا وبال ہے۔ ادب سیکھو۔ علم کو عبادت سمجھ کر حاصل کرو۔ حصول علم کے لئے اوقات مقرر کرو۔ بیہودہ گو سے بحث نہ کرو۔ عالم دین سے حجت نہ کرو۔ بادشاہ سے دشمنی نہ رکھو۔ ظالم بن کر نہ چلو۔ ظالمین سے دوستی نہ کرو۔ فاسق فاجر اور بیہودہ گو اور بدنام لوگوں سے صحبت نہ رکھو۔ علم کو دولت سمجھ کر جمع کرو۔ خدا سے ڈرو اور اسی سے اُمید رکھو۔ اگر مومن کا دل نکال کر دو ٹکڑے کئے جائیں۔ تو اس میں دو نور پائے جائیں گے۔ ایک خوفِ خدا کا اور دوسرا اُمید الٰہی (رجا) کے لئے دونوں وزن میں برابر ہوں گے پس مومن اس پر جو اللہ نے فرمایا ہے یقین کامل رکھتا ہے اور اس کی تصدیق اس کا عمل کرے گا۔ کہ وہ من و عن احکامِ الٰہی کا پابند ہے۔ اور جو احکام الٰہی کی اطاعت نہیں کرتا تو اس کے لئے عذاب الٰہی یقینی ہے۔

جو خدا سے ڈرتا ہے۔ وہ اللہ کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ سے محبت اس کے احکام کی پیروی ہے اور خدا کی پیروی احکام میں جنت ہے۔ خدا کی رضامندی ہے جو احکام خدا سے روگردان ہے وہ غضب خدا کو سہل قرار دیتا ہے۔ خدا کے غضب سے خدا ہی کی پناہ۔ دُنیا کی جانب مائل نہ ہو۔ اپنے دل کو اس میں نہ الجھا۔ اس لئے کہ خدا کی کوئی مخلوق دُنیا سے زیادہ ذلیل نہیں ہے۔ یہ اس بات سے ثابت ہے کہ نہ تو دُنیا کی نعمتوں کو اپنے فرمانبرداروں کی اطاعت کا صلہ قرار دیا۔ اور نہ ہی اس کی تکلیفوں کو نافرمان کی سزا ٹھہرایا۔

پس معلوم ہوا کہ قرآن سراسر حکمت ہے۔ اس کی آیتیں حکمت و دانائی کی جانب دعوتِ فکر دیتی ہیں۔ رسول مامور تھے۔ ان آیتوں کی تلاوت کر کے انسانوں کو خدا سے روشناس کرانے پر اور جب آیاتِ الٰہی کو سُن کر لوگ اس کی جانب متوجہ ہوئے تو وہ مسلمان بن گئے شرک کی نجاست ان سے زائل ہو گئی۔ اور وہ پاک و پاکیزہ انسان بن گئے۔ اب رسولؐ کا ذمہ یہ ہے۔ کہ ان کو تزکیہ نفس کی منزل سے آگاہ کر کے کتاب و حکمت کی باتیں تعلیم دے۔ یہ بڑی مشکل منزل ہے۔ ابھی تو رسول ان کو آیاتِ الٰہی سُنا کر پاک ہی کر چکے تھے۔ کہ کافر دل نے مسلم معاشرے پر حملہ کر دیا۔ جو ابھی ابھی رسول کے گرد تزکیہ نفس اور کتاب و حکمت کی باتیں سیکھنے کے لئے اکٹھا ہوا تھا۔ لہٰذا رسول کو کفار و مشرکین کی سرکوبی کے لئے مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دینا پڑی۔ جہاد بھی عبادت ہے۔ مسلمان اس عبادت میں رسول کی سربراہی میں کامیاب رہے۔ کفر و شرک نے مغلوب ہو کر اپنے آپ کو مسلم معاشرے میں مدغم کر دیا۔ ان میں کچھ سچے دل سے ایمان لائے تھے۔ کچھ طوعاً و کرھاً مسلمان ہوئے تھے۔ اس طرح وہ منافقین رسولؐ اور مسلم معاشرے کو برابر نقصان پہنچانے کی تدابیر کرتے رہے۔

یہ فتح مکہ کا موقعہ تھا۔ اس عظیم الشان فتح سے مسلمان جزیرہ نمائے عرب کی ایک زبردست سیاسی و حربی طاقت بن کر ابھرے تھے اور کفار و مشرکین طوعاً و کرھاً اسلام کے حلقہ اطاعت میں داخل ہوئے اور اس کی برتری تسلیم کرنے میں ہی اپنی نجات سمجھنے لگے تھے۔ خود مسلمانوں کو بھی اپنی اس اجتماعی طاقت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ اور رسول اسلام کو ایک عظیم سردار یا بادشاہ کی حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔ اور مفتوحہ علاقوں کو ایک سلطنت کی حیثیت سے جانا پہچانا جانے لگا۔ جس کے والی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تھے۔ اور جس کا آئین کتابِ الٰہی اور اُسوہ حسنہ رسولؐ خدا تھا۔

غزوات میں کفار و مشرکین کے ساتھ ٹکراؤ کے سبب سے تزکیہ نفس اور تعلیم کتاب و حکمت یکسوئی سے مکمل نہ ہو سکی کیونکہ رسولؐ ان کے اصحاب و انصار کو کفار و مشرکین

اور منافقین سے ایک لمحہ بھی اطمینان و سکون کا میسّر نہ آیا۔ ہمیشہ کفار و مشرکین و منافقین رسُول اور ان کے مشن کے درپے آزار رہے۔ لہٰذا عام مسلمان علم کتاب اور تزکیہ نفس کی اس منزل پر فائز نہ ہوسکا جو خدا اور رسُول کے مدِ نظر تھی۔ ۲۲ سالہ تبلیغ رسالت کے بعد پیغمبر اسلام مسلمانوں سے جُدا ہو گئے۔ اور مسلمان اسلامی ریاست کے نئے سربراہ کے چناؤ میں ایسا منہمک ہوئے کہ بہت سے اشد ضروری واجبات کو ترک کر بیٹھے۔ اور بعد نبی کوئی ایسی ہستی مسلمانوں کو میسّر نہ آئی۔ جو اسی معیار پر مسلمانوں کا تزکیہ نفس کرتی، اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتی۔ لہٰذا وہ اسلامی معاشرہ جس کی داغ بیل پیغمبر اسلام نے مدینۃ الرسولؐ میں ڈالی تھی۔ بعد رسولؐ صرف چالیس سال کے عرصہ میں اصحاب رسول کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اور مسند رسولؐ پر ملوکیت قابض ہو گئی۔ جس نے اسلامی تاریخ۔ تمدن و تعلیم سب کچھ بدل دیا۔

کتاب الٰہی کا سمجھنا آسان کام نہیں ہے۔ جبکہ دنیاوی علوم کی کتب کو سمجھنے کے لئے مُعلّم اور لغات کی ضرورت ہے۔ تو وہ کتاب جو دعویٰ کرتی ہے کہ تمام خشک و تر کا اس میں بیان ہے۔ اور تمام دُنیا کے عالم اس کی ایک آیت کی مثل لانے سے بھی قاصر ہیں۔ قرآن معجزہ ہے اور ایک عربی دان اس کی آیات کی گہرائی اور معنی و مطالب کو سمجھ سکے تو پھر معجزہ ہی کیا رہا۔ اس کی تشریح و تفسیر کے لئے ایک صاحبِ اعجاز شخصیت کی ضرورت ہے۔ جو آیاتِ قرآنی کی منشاء ایزدی اور مقصد نبوی کے مطابق شرح کر کے اور اسی جذبہ و لگن سے تعلیم دے جو رسُولؐ اسلام کا خاصہ تھا۔

ایک خطاب کرنے والا ہوتا ہے، ایک مخاطب۔ تیسرے شخص کو جب تک ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کے تمام سابقہ کوائف نہ معلوم ہوں۔ وہ زیرِ بحث موضوع کو پوری طرح نہ سمجھ سکیں گے۔

آپ مجھ سے ملنے آئے۔ روانگی کے وقت میں نے آپ سے کہا۔ آج میں شکار

کر کے مرغابی لایا ہوں ۔ پک رہی ہے ۔ آپ شام کو گھر سے آدمی بھیج کر منگوا لیں ۔ آپ نے آدمی کو رقعہ دے کر بھیجا ۔ حامل ھذا کو وہ چیز دے دیں ۔ کوئی تیسرا شخص میرے اور آپ کے علاوہ اس تحریر کا مطلب نہیں سمجھ سکتا کہ وہ چیز کیا ہے جو آپ نے طلب کی ہے پکھ یہی حال آیات قرآنی کا ہے ۔ تمام علماء حروف مقطعات کے معانی بیان کرنے سے عاجز ہیں ۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے ذومعنی الفاظ ہیں ۔ جن کی تشریح راسخون فی العلم پر موقوف ہے ۔

اَقِیموا الصلوٰۃ ۔ اٰتوا الزکوٰۃ ۔ استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ۔ اَطِیعُوا اللّٰہَ وَاَطِیعُوا الرَّسُولَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۝ (النساء $\frac{59}{4}$)

اس میں اولی الامر منکم محتاج تشریح معلم ربانی ہے ۔ کیوں کہ اولی الامر غیر صالح اور کافر و مشرک بھی ہو سکتا ہے ۔ جس کی پیروی گمراہی کا سبب بن سکتی ہے ۔ نماز کا طریقہ ۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کا طریقہ ۔ صبر کے معنی روزہ ہیں یا استقامت ۔ یہ سب محتاجِ تشریح ہیں کہ رسول اکرم اپنے قول اور فعل سے اس کے طریقے بتائیں ۔

فَاَوْحٰیٓ اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ۝ النجم $\frac{10}{53}$

شب معراج منزل وحدت میں اللہ نے اپنے رسول کو وحی کی جو وحی کی ما اوحی کا مطلب خدا اور رسول کے علاوہ کوئی جان سکتا ہے ۔ لہٰذا جو لوگ اپنی رائے سے تفسیر قرآن کر کے دین کے قواعد و ضوابط مقرر کرتے ہیں ۔ یہ مدنظر رکھیں کہ کہیں ان کے افکار و خیالات دین کی راہ سے ہٹ تو نہیں گئے ۔

خداداد علم کا پتہ خدا ہی دے سکتا ہے ۔ کہ کس کے پاس ہے ۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۝ فاطر $\frac{32}{35}$

"ہم نے رسول پر کتاب نازل کی اور پھر ہم نے اپنے ان بندوں کو اس کا وارث قرار دیا جو پاکیزہ تھے ۔" یہ خدا کے پاک بندے کون ہیں ۔ جن کو وارثان کتاب قرار دیا گیا ۔

ہر دنیاوی علم محدود ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود اس کو سمجھنے سمجھانے کے لئے معلمؑ اور مکتب کی ضرورت ہوتی ہے پھر ایسی کتاب جو خود پکار کر کہہ رہی ہے کہ مجھ میں محکم اور متشابہ آیات ہیں جس کا دعویٰ ہے کہ اس میں سارے جہان کے خشک و تر بیان موجود ہے۔ اور یہ قیامت تک کے لئے مخلوق خدا کی ضروریات تمدن اور تدین کا کفیل ہو کر آیا ہے۔ ایسی کتاب کا مفہوم اور مطلب بغیر معلم ربانی سمجھ میں آنا مشکل ہے۔

یہ کتاب قلب رسولؐ پر اتاری گئی۔ اس کو سوائے پاکیزہ لوگوں کے کوئی نہیں چھو سکتا۔ اس کتاب کے ذریعہ پہاڑوں کو حرکت دی جا سکتی ہے۔ اور زمین کو قطع کیا جا سکتا ہے اس کو راسخون فی العلم کے علاوہ کون سمجھ سکتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو علم کتاب دیا گیا ہے۔ یہی رسولؐ کے گواہ ہیں۔ انہیں سے ہر طرح کی نجاست دور کر کے ان کو پاکیزہ قرار دیا گیا۔ انہیں کے لئے درود و سلام واجب کیا گیا جس کے بغیر نماز کی تکمیل نہیں ہوتی۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی اُن پر درود

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○ الاحزاب ۵۶/۳۳

سلام بھیجو اور ان کی فضیلتوں کو ایسا تسلیم کرو۔ جیسا کہ تسلیم کرنے کا حق ہے۔

قرآن رمزیہ زبان میں ہے رمزیہ زبان ایسے جملوں میں ادا کی جاتی ہے جو ہمیشہ تازہ معلوم ہوں ہر زمانہ میں ان کے معنی و مطالب زندہ رہیں۔ اور ان کی چاشنی برقرار رہے ان کو سمجھنے کے لئے پاکیزہ دل اور پاکیزہ نفسی کی ضرورت ہے ان کے سمجھانے کے لئے ایسے معلم درکار ہیں۔ جو خدا کے محبوب بندے ہوں۔ جن کو خدا نے معصوم عن الخطا بنایا ہو۔ جن پر خدا اور فرشتے درود بھیجتے ہوں اور ایمان والوں کو بھی حکم ہو کہ ان پر درود بھیجیں۔

قرآن حکیم میں کئی جگہ بیت سے مراد کعبہ لیا گیا ہے۔ اور اس کو خدا نے اپنا گھر قرار دیا ہے اور حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کو حکم دیا گیا کہ میرے اس بیت کو طواف اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک رکھو۔

اور آیہ تطہیر میں فرمایا کہ اے اہل بیت رسالتؐ! ہم نے تم سے ہر قسم کی نجاست و گندگی کو دور کر کے تم کو ایسا پاک و پاکیزہ کر دیا جو پاک کرنے کا حق ہے۔ بیت اللہ کو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حکم تو حضرت اسمٰعیل و حضرت ابراہیم علیہما السلام کو دیا۔ طواف اور نماز پڑھنے والے تو سب ہی تھے لیکن خاص طواف اور نماز کے ادا کرنے والے خاص ہی آدمی تھے۔

اب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ان کی آل یا اہلبیتؑ کو ایسا انسان سمجھنا چاہیئے۔ جو صحیح انسانی جذبات کے حامل تھے۔ اور ان میں سے بشریت کی ساری خرابیاں دور رکھی گئی تھیں۔ ایسے بشر ملائک سے افضل تھے۔ کیونکہ ملائکہ کی فطرت تو بشری برائیوں سے آزاد ہوتی ہے اور یہ انسان جن کو خدا نے معصوم عن الخطا قرار دیا اور ہر طرح کے رجس (یعنی گناہ) کو ان سے دور رکھا۔ یہ انسانوں میں رہ کر انسانی امتحانوں سے گذر کر انسانوں کے ظلم و زیادتیوں کو سہہ کر بھی بشریت کی کمزوریوں سے پاک و منزہ رہے۔ لہذا یہ معصوم ہیں۔

کفر کے ذہن میں یہ بات کبھی آہی نہیں سکتی کہ انسان معصوم بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ یہودیت و مسیحیت نے بھی اپنے نبیوں کو معصوم نہیں سمجھا۔ تحریف شدہ موجودہ توریت و بائبل کو پڑھ جایئے۔ سب میں پیغمبروں کے ذمے بڑے بڑے گناہوں کا الزام عائد کیا گیا ہے۔ اسی طرح وہ لوگ جن کا بچپن کفر کی آغوش میں گذرا۔ ان کے تخیل میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ انسان معصوم بھی ہو سکتا ہے۔

یہ مخصوص بندگان خدا ہی معلمان قرآن ہیں۔ یہی وارثان قرآن ہیں۔ یہی انسانیت کی

رہبری کے منجانب خدا ہادی مقرر ہوئے انہی کی پیروی میں نجات ہے۔

ولی فقیہہ

میں ـــــ آقائے بہشتی۔ آپ کی تقریر سے ولایت فقیہہ کا مفہوم واضح ہو گیا؟ یعنی علوم دینیہ کے افاضل ہی ولایت فقیہہ کے منصب دار بن سکتے ہیں۔

بہشتی ـــــ جی ہاں۔ وہ لوگ علم دین میں بلند مقام حاصل کر چکے ہوں۔ جن کا تقویٰ اور دین سے خلوص زبان زد عام ہو۔ جو عدالت۔ دیانت۔ صداقت کے بلند ترین مقام پر فائز ہوں۔ قرآن کریم جن انسانوں کو راسخون فی العلم کہہ کر خطاب کرتا ہے علوم دینیہ کے یہ عالم ان کی معرفت سے فیض یاب ہو کر ان کے سچے پیروکار اور شاگرد کہلانے کا استحقاق رکھتے ہوں۔

میں ـــــ جن افراد کو اولی الامر کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے۔ کیا وہ بھی راسخون فی العلم ہیں؟

بہشتی ـــــ یہاں پر ابہام ہے۔ کیوں کہ مسلمانوں نے اولی الامر سے مراد دنیاوی حکام اور بادشاہوں کو قرار دیا ہے حالانکہ اولی الامر کی اطاعت مثل اطاعت رسولؐ واجب ہے مگر جب ایک بادشاہ یا حاکم وقت مسلمانوں پر مسلط ہو کر اپنے تئیں اولی الامر قرار دے اور ہم کو خوب معلوم ہے کہ یہ بادشاہ یا مطلق العنان حاکم دنیا احکام اسلامی سے اپنے آپ کو کس طرح بچاتا ہے۔ اور اپنی خواہشات نفس کو باوجود ممانعت حکم ربانی کے کن طریقوں سے پورا کرتا رہتا ہے۔

میں ـــــ جی ہاں! بہت سے اسلامی مفکرین اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ بادشاہت اور ملوکیت نے خلافت کا لبادہ اوڑھ کر تعلیمات اسلامی کو ضعیف کر دیا اور مسلمان تزکیہ نفس کی منزل سے دور ہو گیا۔ جس کے نتیجہ میں مسلمانوں میں اقوام غیر کا فلسفہ، تعلیمات نظریہ

حیات اور طرز معاشرت سرعت کے ساتھ مقبول ہو گئے۔ اور اسلامی تعلیمات کمزور پڑ گئیں۔

بہشتی ـــــــ جی ہاں! ملوک جابرہ نے خلافت اسلامیہ کا لبادہ اوڑھ کر رسول اسلام کی خلافتِ الٰہیہ کو شخصی حکومت جور بنا دیا۔ اسلام کا فلاحی نظام درہم برہم کر دیا۔ اور تزکیہ نفس و کتاب، حکمت کی تعلیم قصۂ پارینہ بن گئی۔ خدائی احکامات اور آیات الٰہی کی تفسیر و تعبیر اپنی خواہشات کے مطابق کر لی گئیں۔

میں ـــــــ آخر ایسا کیوں ہوا۔ اصحاب رسول اور مخلص مومنین نے ملوک جبابرہ کو کیوں کر اولی الامر مان لیا۔

بہشتی ـــــــ اس کے اسباب بہت سے ہیں۔ جن کے بیان سے سوائے تلخی کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ میں صرف تاریخی واقعات بیان کروں گا۔ اور وہ مقامات جہاں رسولؐ اسلام کے مقرر کردہ قوانین اور اصولوں کو بدلا گیا۔ حیات رسول میں تمام جنگیں دفاعی تھیں۔ تبلیغی وفود فوج لے کر نہیں جاتے تھے۔ کسی علاقہ پر قبضہ کرنا ان کا مقصود نہیں ہوتا تھا۔ غزوات میں جو مسلمان شریک ہوتے وہ سب بلا معاوضہ فی سبیل اللہ شرکت کرتے۔ مال غنیمت اور خراج وغیرہ سب میں برابر کی بنیاد پر تقسیم کیا جاتا تھا۔ یہ سب اصول حاکمانِ دنیا نے بدل دیئے۔ اگر تبلیغی وفد کی کوشش سے کسی علاقہ کے لوگ اسلام قبول کر لیتے۔ تو ان پر حاکم انہیں میں سے مقرر کیا جاتا تھا۔

نجاشی یا نجاشی حبشہ کا بادشاہ اسلام لے آیا تھا اگر اس کی عمر وفا کرتی تو اس کا پورا ملک مسلمان ہو جاتا۔ اور پھر بھی وہ وہاں بادشاہ ہی کہلاتا رہتا۔ مگر اس کے اوپر اقتدار اعلیٰ پیغمبر اسلامؐ کو حاصل ہوتا۔ اور اس علاقہ میں وہ رسول کی جانب سے حاکم مقرر کیا جاتا۔ اسلام بس ایسی ہی حکومت چاہتا ہے۔ جس کا سربراہ دین کا سب سے بڑا عالم۔ صاحب تقویٰ اور نمازی ہو۔

رسولؐ نے مال غنیمت کی تقسیم ہمیشہ منصفانہ اور عادلانہ کی سب کو برابر کا حصہ دیا

گیا۔ یہ اصول بدل کر مجاہدین کی تنخواہ مقرر کر دی گئی۔ افسر و ماتحت کی تنخواہ میں فرق پیدا کر دیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مجاہدین اسلام کے سپاہی کے بجائے حکومت وقت کے تنخواہ دار ملازم بن گئے۔ ان کی وفاداریاں اسلام کے اعلیٰ اصولوں کے بجائے قرآن اور رسول اور خدا کے بجائے امیر سے قرار پائیں۔ وہ امیر جو اپنے اقتدار کی پائیداری کے لئے مسلمانوں کا خون بہانے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ بلکہ خاندانِ رسالت کا قاتل بھی بن جاتا ہے۔ رسول نے وہ آراضیات جو مجاہدین نے حاصل کی تھیں۔ مسلمانوں پر تقسیم کر دی تھیں۔ اور جو بغیر کسی جنگ کے رسول کے حوالے کر دی گئی تھیں۔

اس کو خدا نے رسولؐ کا خاص حصہ قرار دیا تھا۔ جس سے رسولؐ مومنین کی غریبوں کی اور خود اپنے عزیزان خاص کی امداد کرتے تھے۔

یہ اصول بھی بدل دیا گیا۔ اور شام کی متروکہ آراضیات کو گورنر شام نے اپنی (بلا اجازت خاص) جاگیر بنا لیا۔ اور رسول کا مخصوص حصہ سرکاری ملکیت قرار دیا گیا۔

رسول نے بیت المال کی رقومات فوراً مساوی تقسیم کرنے کا اصول بنایا تھا۔ مگر یہ اصول بدل کر مفتوحہ علاقوں کا خراج اپنے پسندیدہ اعزا کو بخشا جانے لگا۔ اور اس پر نکتہ چینی کرنے والوں کو جلا وطن کیا گیا۔

ان تمام امور میں سنت رسولؐ سے انحراف کیا گیا۔ اور وہ بہترین عادلانہ اصول جو رسول نے مقرر کئے تھے بدل دیئے گئے۔ حالانکہ رسول کا ہر فعل احکام الٰہی کا پابند ہوتا تھا۔ چونکہ اچھے اصول بدل کر ان سے بہتر اصول اسلامی معاشرے کو نہیں دیئے گئے لہٰذا رسول اللہ کا قائم کردہ فلاحی معاشرہ بھی اپنی اصل حالت پر قائم نہ رہ سکا۔ اور تیس سال کے بعد ہی مسلمانوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ جس کے اثرات سے مسلمان مختلف مکاتیب فکر میں بٹ گئے۔ اور سب نے اپنا اپنا دین جدا جدا بنا لیا۔ نماز میں اختلاف ارکان و اصول دین میں اختلاف۔ فقہ میں اختلاف، فکر و نظر میں اختلاف۔ غرضیکہ

مسلمانوں کے مختلف گروہ بن گئے۔ سب کی راہیں جدا جدا ہیں اور سب کے نظریات مختلف ہیں۔ اس تفریق اور اختلاف سے مسلمانوں کے دشمن فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

میں ——— آقائے بہشتی! اس کا حل کیا ہے۔ کہ مسلمان ایک متحدہ قوم بن سکیں۔

بہشتی ——— مسلمان جب تک اپنے لئے ایک صاحب تقویٰ امام کی پیروی کو لازمی نہیں قرار دیتے۔ اس وقت تک ان کا متحد ہونا ممکن نہیں ہے۔

میں ——— کیا آپ ولی فقیہ کو مسلمانوں کا امیر بنانا چاہتے ہیں۔

بہشتی ——— جی ہاں! تمام دنیا کے مسلمان اگر متحد ہو سکتے ہیں۔ تو صرف ایسے شخص کی ذات کو مرکز عقیدت قرار دے کر جس نے کبھی معصیت نہ کی ہو۔ جو خشیت الٰہی سے کانپ رہا ہو۔ جس کا ہدف اُخروی نعمات ہوں اور جس کا مرکز تمنا رضائے الٰہی ہو۔ جو انسان کو انسان سمجھ کر ان کی خدمت کو عین عبادت قرار دے۔ نہ کہ ان کا حاکم بن کر ان کے حقوق سلب کر لے۔

میں ——— ایسا امام مسلمانوں کو کہاں سے مل سکتا ہے؟

بہشتی ——— اس کا پتہ اقبال کے کلام سے ملتا ہے۔ کاش مسلمان اس کو تلاش کریں۔ ؎

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحب اسرار کرے

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق!
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

فتنہ ملت بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلمان کو سلاطین کا پرستار کرے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ

اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں۔ جو خدا کو چھوڑ کر دوسروں کو اس کا ہمسر بناتے ہیں۔ اور ان سے خدا

کی سی محبت رکھتے ہیں مگر جو لوگ ایمان لانے والے ہیں۔ ان کو سب سے زیادہ محبت خدا ہی سے ہے۔

جو اللہ کو اس قدر محبوب رکھتا ہو کہ ہر طرف سے منہ موڑ کر صرف خدائے واحد پر توکل کر لے۔

کیا بات ہے کہ صاحب دل کی نگاہ میں　　جچتی نہیں ہے سلطنت شام و روم و رے
وہ سجدہ روح زمین جس سے کانپ جاتی تھی　　اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب
(اقبال)

میں ـــــــ ایسے مومن کہاں سے آئیں ان کو ہم کہاں تلاش کریں۔

بہشتی ـــــــ یہ مومن قرآن اور رسولؐ کے احکام پر صدق دل سے عمل کرنے سے پیدا ہو سکتا ہے لیکن جب زبانی دعویٰ ایمان ہو اور عمل نہ ہو پھر ایسا مومن کس طرح پیدا ہو سکتا ہے۔

حدیث　آدمؑ جب زمین پر آئے تو جبریل امینؑ نے آن سے کہا۔ خدا نے آپ کو تین چیزوں میں سے ایک کو اختیار کرنے اور دو کو ترک کرنے کا حکم دیا ہے۔

آدمؑ نے دریافت کیا وہ کیا ہیں؟ جبریلؑ نے جواب دیا وہ عقل[1] ۔ حیا[2] اور دین[3] ہیں۔

آدم نے کہا میں نے عقل کو لے لیا۔ جبریل نے حیا اور دین کو واپس جانے کو کہا مگر ان دونوں نے جواب دیا۔ ہم کو خدا نے حکم دیا ہے کہ ہمیشہ عقل کے ساتھ رہیں۔

معلوم ہوا کہ عقل کا دین اور حیا سے گہرا تعلق ہے اور جو لوگ دین کو چھوڑ کر بے شرمی اور لا دینیت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ وہ صاحبان عقل نہیں کہلا سکتے۔ ہاں یہ ابلیسی عقل و حکمت ہو سکتی ہے۔ اشرف المخلوقات یا بنی آدم کی عقل سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

اسلام سچا دین ہے۔ اخبار و احادیث رسول برحق ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث مسلم اور

مومن کی پہچان اور انسان اور انسانیت کی شناخت کے لئے ایک کسوٹی ہے اگر کوئی مسلمان بے حیائی کا مظاہرہ کرتا ہے اور بے دینی کی راہ چلتا ہے۔ تو وہ بے عقل و شعور ہے اسی طرح وہ معاشرت جو لہو و لعب سے پُر ہو۔ بے حیائی و بدکاری جس میں معیوب نہ ہو۔ خدا کے ذکر کو فراموش کر کے ناچ و رنگ اور کھیل تماشے میں وقت گزارا جائے۔ خود غرضی اور شقاوت قلبی کا مظاہرہ کیا جائے۔ اس کو بے عقل و بے شعور ہی قرار دیا جائے گا۔ خواہ وہ عقل کُل ہونے کا دعوے دار ہی کیوں نہ ہو جو زبان سے خدا کا اقرار اور عمل سے اس کے احکام کی نفی کرے۔ وہ صاحب عقل نہیں کہلا سکتا۔

خدا نے جس رسُول کو بھی بھیجا۔ وہ از روئے عقل کامل تھا۔ اس کی عقل افضل ہوتی ہے۔ تمام عابدوں کی عقل سے زیادتی عبادت کی وجہ سے۔ عبادت گذاروں ہی کو خدا نے اولی الالباب کہا ہے۔

صفاتِ مومن

بیس ——— آپ مومنین کی صفات بیان کریں۔ تاکہ ان کی شناخت ہو سکے؟

بہشتی ——— مومن خدا کی اس آیت کو یاد رکھتا ہے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ٥ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ٥ الرحمٰن ۲۶-۵۵

سب جو اس (زمین) پر ہیں فنا ہونے والے ہیں۔ اور باقی رہے گی تیرے پروردگار صاحب جلالت کی وجہ سے

مومن اس طرح دنیا کو ایک ایسی کارگاہ عمل قرار دیتا ہے جس میں اُخروی حیات کے لئے کام کر کے کامیابی حاصل کی جائے۔ خلاق عالم بہترین صناع ہے انسان اس کا اعلیٰ شاہکار ہے۔ اس کو وہ مٹانا نہیں چاہتا۔ بلکہ اس کو مزید جلا اور خوبی عطا کرنا چاہتا ہے لہٰذا اس دُنیا کی حیات کو عارضی اور مابعد کی حیات کو دائمی قرار دیا گیا۔

اگر یہاں ہم نے خدا کے پسندیدہ دین اور اس کے بتلائے ہوئے طریقوں پر زندگی بسر کر کے اُخروی نعمات کا اپنے کو مستحق قرار دلوا لیا تو حیاتِ ابدی میں ہم کو جنت ملے گی اگر اس کے برعکس کیا تو دوزخ میں جا گریں گے۔ لہٰذا مومن اور عاقل موت کو ہمیشہ یاد رکھتا ہے۔ اور دُنیا کی اس ذرا سی زندگی میں سرکشی اور معصیت خدا کا مرتکب نہیں ہوتا۔ اس کی ذات مجموعہ فیوض و برکات ہوتی ہے۔ باعث شر و فساد قتل و غارت نہیں بنتی۔ ظلم و زیادتی مومن کا شیوہ نہیں۔ ایثار و قربانی رحم و مروت۔ نرم روی۔ خلق و مروت اس کا طریقہ ہیں۔

۲۔ مومن۔ قرآن کے اس فرمان کو حرزِ جان بناتا ہے۔

وَمَن يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ آل عمران ۱۶۱/۳

مومن خیانت نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ اس کا قرآن پر پورا پورا ایمان ہے۔ خائن کو یوم الحساب کو خیانت کردہ شے واپس کرنا ہو گی۔ لہٰذا وہ دوسروں کے اموال و املاک کو خیانت کی نیت سے نہیں دیکھے گا۔ دوسروں کے حقوق و اموال کو غصب کر کے چھین لینے یا ہتھیا لینے کا خیال بھی دل میں نہیں لائے گا۔

مومن کی ذات سے دوسروں کے مال و جان کو نقصان نہیں پہنچ سکتا ہے مومن کے ہاتھ سے دوسروں کے حقوق نہیں چھینے جا سکتے۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں۔ وہ مومن یا مسلم نہیں کہلا سکتے۔ چور، خائن، ڈکیت اور بددیانت لوگوں کا مسلم معاشرے میں وجود نہیں ہونا چاہیئے۔

۳۔ مومن کے پیشِ نظر قرآن حکیم کی وہ تمام آیات اور احکام ہوتے ہیں جن میں حقوق العباد کی ادائیگی اور انفاق فی سبیل اللہ کے متعلق تاکید کی گئی ہے۔

مَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ

دیہات والوں کا جو مال اللہ نے اپنے رسول کو بغیر جہاد کے عنایت کیا ہے وہ اللہ کا ہے اور رسول کا

وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ

اور رسول کے قرابتداروں کا اور اُنہی کے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا ہے۔ تاکہ وہ مال

مِنْکُمْ وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ۝ الحشر ۵۹

غنیمت تمہارے دولت مندوں میں ہی چکر کھاتا نہ پھرے اور رسول جو کچھ تم کو دیں وہ لے لو۔ اور جس سے باز رکھیں اس سے باز رہو۔

مومن اس اصول پر سختی سے عمل کرتا ہے کہ دولت صرف صاحبان دولت کے درمیان ہی نہ گھومتی پھرتی رہے۔ بلکہ دولت پورے مسلم معاشرے کو اپنے وجود سے فیضیاب کرے۔ پورا مسلم معاشرہ۔ معاشرے سے اسی طرح فیض حاصل کر سکتا ہے۔ کہ حکم خدا و رسولؐ کی اطاعت میں معاشرے کے امیر افراد اپنی دولت کا اس قدر حصہ جو اُن کی جائز ضروریات سے فاضل ہو۔ (اسلام میں اسراف بے جا کی مذمت کی گئی ہے) وہ معاشرے کے کم آمدن لوگوں کو عطا کر دیں۔ تاکہ ان کی ضرورت بھی پوری ہو جائے۔ اور پورا معاشرہ پُرسکون رہے۔ اور یکساں ترقی کرے۔ مُسلم معاشرے میں امارت و غربت کے بھیانک نظارے اور اسراف بے جا کے بھونڈے مناظر دکھائی نہ دیں۔

اگر ان احکامات پر عمل کیا جائے تو مُسلم معاشرے میں اُمراء کا وجود باقی نہیں رہیگا۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُھٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَاَمْوَالِھِمْ ۝ الحشر ۵۹

ہجرت کرنے والوں میں سے ان ضرورتمندوں کا بھی حق ہے۔ جو اپنے گھروں سے بھی نکالے گئے اور مال سے بھی الگ کئے گئے۔

مسلمان اگر ان آیات پر عمل کرتے ہوئے اپنے مال کا ایک مناسب حصہ خُدا اور رسولؐ کا حصہ قرار دے کر رسول کے قرابتداروں اور مسکینوں، حاجتمندوں فقیروں اور ان لوگوں کا حق ادا کرے۔ جو ازروئے شرع اس کے مستحق قرار پائے ہیں۔ تو مسلم معاشرہ پُرسکون و پُر از عدل بن سکتا ہے۔

اس آیت میں ایک فقرہ ایسا ہے جس کو اگر اسلامی معیشت کا بنیادی نکتہ کہا جائے تو عین منشائے خداوندی اور سنت رسولؐ ہے کاش! مسلم زعماء اس پر عمل کریں۔

كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ

تاکہ دولت تمہارے صاحبانِ ثروت ہی کے درمیان نہ گھومتی پھرے بلکہ ایسا انتظام کرو۔ کہ تمہاری دولت و ثروت سے وہ لوگ بھی فائدہ اٹھائیں جو اس دُنیا میں لوٹ کھسوٹ اور خود غرضی کے باعث محروم رہ گئے ہیں۔

سود کی ممانعت۔ زکوٰۃ کی ادائیگی۔ فطرہ کا وجوب۔ خُمس و عشر کا استحباب اور زائد از ضرورت اموال کو غرباء و مستحقین میں تقسیم کرنے کا حکم اسی اصول کی غرض و غایت کی تکمیل کرتے ہیں۔ یہ تمام کام باعث خوشنودی رب العالمین ہیں۔

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَ

جان لو کہ جب تم کو کچھ منافع حاصل ہو تو اس میں سے پانچواں حصہ رسول اور ان کے قرابت داروں

لِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۝ الانفال ۴۱/۸

کا اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے

۴۔ مسلمانوں میں بادشاہت، چودھراہٹ اور آمریت نہیں ہے۔

کیونکہ یہ چیزیں انسان میں ہوس و حرص، تکبر اور عیش پسندی پیدا کرتی ہیں۔ بادشاہ یا حاکم مقرر کرنا خدا کا کام ہے۔ داؤد و سلیمان علیہما السلام کے علاوہ کسی پیغمبر کو خدا نے بادشاہ نہیں بنایا۔ حضرت داؤد و سلیمان بھی خدا کے اتنے مطیع بندے تھے کہ شاہی خزانہ اپنی ذات پر نہیں خرچ کرتے تھے۔ اسلام نے عزت و بزرگی کا معیار تقویٰ اور خشیت الٰہی کو قرار دیا۔ اعمال صالحہ انسان کو بزرگی عطا کرتے ہیں۔ مسلمان امیر سب سے زیادہ خُدا سے ڈرنے والا اور سب سے زیادہ احکام الٰہی پر عمل کرنے والا ہونا چاہیئے۔ اس کی ذمہ داری صرف اتنی

ہے کہ مسلمانوں کو اقامتہ الصلوٰۃ اور اتوالزکوٰۃ کی راہ پر قائم رکھے ۔ اور جب اس مسلم معاشرہ پر کفار یا شیاطین حملہ کریں تو ہر مسلمان کو دعوت جہاد دے ۔ مسلمانوں کی شکم پروری کے لئے کوشش کرے ۔ مسلمانوں کو صراط مستقیم اور قوانین الٰہی سے باہر نہ جانے دے ۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَ

جان لو کہ دنیاوی زندگی محض کھیل تماشا اور ظاہری زیب و آرائش اور ایک دوسرے پر فخر کرنا

تَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۝ الحدید ۲۰/۵۷

اور مال و اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ خواہش عبث یہ سب چیزیں فانی چیزیں ہیں ۔

وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ الحدید ۲۰/۵۷

یاد رکھو دنیاوی زندگی بس دھوکہ و فریب ہے ۔

مسلمانوں میں اُمرا و رؤساء اور بادشاہوں نے دین اسلام کو اور اسلام کے اعلیٰ اصولوں کو مسلمانوں کی تمدنی و معاشرتی زندگی کو کتنا نقصان پہنچایا اور معاشرے کو کس قدر اخلاقی گراوٹ میں ڈھکیل دیا اس کا اندازہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے حجۃ البالغہ کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے۔

یہاں پر میں ان کا اُمراء و بادشاہوں سے خطاب بیان کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"میں اُمراء سے کہتا ہوں کیا تم کو خدا کا خوف نہیں ہے ۔ تم فانی لذتوں کے حصول میں مستغرق ہو ۔ تم نے رعیت کا خیال چھوڑ دیا ہے کہ ایک دوسرے سے قتال کرے ۔ اعلانیہ شرابیں پی جا رہی ہیں ۔ زنا کاری ۔ قمار بازی اور شراب خواری کے اڈے سر عام قائم ہیں ۔ اور تم روکتے نہیں بلکہ اس معصیت میں تم خود بھی مبتلا ہو ۔ اس عظیم الشان ملک میں جس کو تم ضعیف پاتے ہو ۔ یا کمزور دیکھتے ہو ۔ اس کو کھا جاتے ہو ۔ جس کو قوی پاتے ہو چھوڑ دیتے ہو ۔ تم کو کھانوں کی لذت ۔ عورتوں کے ناز و ادا ۔ کپڑوں اور مکانوں کی زیبائش و آرائش سے بے حد رغبت ہے ۔ بس یہی چیزیں ہیں ۔ جن سے لطف اندوز ہوتے ۔ اور جن کے حصول کی تم کو ہمہ وقت

فکر ہے اور اسی میں تم منہمک رہتے ہو۔

کیا کبھی خدائے بزرگ و برتر کا خیال بھی تمہارے دل میں پیدا ہوتا ہے"

قدیم اور جدید دونوں تاریخیں بادشاہوں اور آمروں، رؤساء و امراء کے ناپاک و سیاہ کارناموں پر بھرپور روشنی ڈالتی ہیں۔ اسی لئے موجودہ مہذب دنیا نے جمہوریت کی راہ اختیار کی مگر ان عقل مندوں نے جمہوریت سے دین اور حیا کو خارج کر دیا۔ لہذا ان سے ملکوتی عقل بھی دور ہو گئی اور سفلی و حیواتی عقل ان کی چراغ راہ بن گئی۔ جس کے کارناموں سے آج مہذب دنیا الرزاں ہے۔ انسانیت تڑپ رہی۔ طاقتور عیش کر رہا۔ غریبوں کا خون ہوس زر کی خاطر بے دردی سے بہایا جا رہا ہے۔ اسلام ایسی امارت و ریاست کی نفی کرتا ہے۔ اور صرف محب خدا و رسول مطیع قرآن و اسلام۔ ہمدردی و انکساری اور خلوص کے جذبات کے حامل انسان کو جو پاکیزہ دل پاکیزہ نفس پاک نگاہ، بلند خیال انسان دوست ہو۔ انہی کو مومنین کا رہبر و ہادی بنانا پسند کرتا ہے۔

۵۔ مومن۔ انسان دوست۔ ایثار پسند اور نرم دل ہوتا ہے سخی ہوتا ہے کنجوس نہیں ہوتا۔ اور سنگ دل نہیں ہوتا۔ لہذا اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضروریات کو مقدم رکھتا ہے

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ
جو فراخی و تنگدستی میں خرچ کرتے ہیں غصہ کو روکتے ہیں۔ اور لوگوں کے قصور سے درگزر کرتے ہیں اللہ
النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ آل عمران ۱۳۲/۳
احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

۶۔ مومن آپس میں جنگ و جدال اور فساد نہیں کرتے۔ ان میں اختلاف رائے بھی نہیں ہوتا۔ اگر یہ سب ایک صاحب تقویٰ پاک نفس انسان کے مطیع ہیں تو ان کے عقائد و اعمال۔ فکر و جستجو۔ خیالات و خواہشات یکساں ہوں گی۔ ان میں لسانی، نسلی طبقاتی اور فرقہ بندی کی تفریق اور عصبیت نہ ہوگی۔ یہی چیزیں اختلاف و فساد کا سبب

ہیں۔ اسلام مرکز عقیدت، خدا و رسول قرآن و اسلام و کعبہ کو قرار دیتا ہے۔ علاقہ ملک قوم اور نسل و زبان کو نہیں۔ معیار بزرگی و شرافت تقویٰ ہے۔

وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ط

اور جب پیٹھ پھیرے تو یہ کوشش کرتا ہے کہ زمین میں فساد برپا کرے اور زراعت کو اور نسل کو

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ البقرہ ۲۰۵/۲

برباد کرے حالانکہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

۷۔ مومن کسی مسلمان کو قتل نہیں کر سکتا۔ سوائے اس کے کہ ولی فقیہ نے اس کے کسی جرم کے باعث قتل کا فتویٰ دیا ہو۔

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ

اور جو شخص کسی نفس کو بغیر دوسرے نفس کے قصاص کے یا بغیر زمین میں فساد کئے قتل کر

النَّاسَ جَمِيْعًا ۝ المائدہ ۳۲/۵

ڈالے تو ایسا ہے گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔

۸۔ مومن جھوٹ غیبت، عیب جوئی سے بری ہوتا ہے۔ اس لئے صراط مستقیم پر گامزن رہتا ہے۔ یہ برائیاں وجہ فساد ہیں۔ اور راہ ہدایت سے دور لے جاتی ہیں۔

وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ النحل ۹-۸/۹۲

جس نے کنجوسی کی بے پرواہی برتی اور اچھی باتوں کو جھٹلایا

وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۝ الحجرات ۱۲/۴۹

تم ایک دوسرے کی ٹوہ میں نہ رہو۔ اور نہ ایک دوسرے کی پیٹھ پیچھے برائی کرو۔

۹۔ مومنین۔ جس قریہ شہر یا ملک میں رہتے ہوں اس میں فقراء و غرباء نظر نہ آنے چاہئیں اس لئے کہ اسلام نے زکوٰۃ و صدقات کی ادائیگی کے علاوہ زائد از ضرورت اموال کو غربا و فقرا اور ضرورت مندوں پر تقسیم کرنے کا اس قدر تکرار اور تاکید سے حکم دیا ہے کہ صدق دل سے

ایمان لانے والے مال دُنیا کو حقیر سمجھ کر راہ خدا اور خوشنودی رب العالمین کے لئے دل کھول کر اپنا مال غریبوں اور محتاجوں و ضرورت مندوں، یتیموں اور اسیروں پر خرچ کرتے ہیں

لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّکٰوۃَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ

خدا نے فرمایا بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز پڑھو گے۔ اور زکوٰۃ دو گے اور میرے

وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۵ المائدہ ۱۲/۵

رسولوں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے اور اللہ کو قرض حسنہ دیتے رہو گے۔

۱۰۔ مومن سخت مزاج تند خو نہیں ہوتا بلکہ عاجزی۔ فروتنی اور منکسر المزاجی اس کے اوصاف حمیدہ ہیں۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا

اے رسول خدا کی ہی رحمت کے سبب سے تم نے نرمی برتی اگر تم درشت مزاج اور سخت دل ہوتے

مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۵ آل عمران ۱۵۹/۳

تو وہ لوگ تمہارے پاس سے منتشر ہو جاتے۔ پس اب تم بھی ان سے درگذر کرو اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کرو۔

۱۱۔ مومن عدل اور احسان کی راہ اختیار کرتا ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں خوشی محسوس کرتا ہے۔

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۵ النساء ۵۸/۴

اور جس وقت آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف اور عدل کے ساتھ حکم دو۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَا اَنْفَقُوْا مَنًّا

جو لوگ اپنے مال راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد احسان نہیں جتاتے اور ایذا نہیں پہنچاتے ان کے

وَّلَا اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۵ البقرہ ۲۶۲/۲

لئے ان کے پروردگار کے پاس صلہ ہے اور ان کو نہ خوف ہوگا۔ اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

۱۲۔ مومن۔ ہمیشہ استغفار و ذکر و اذکار خداوندی میں مشغول رہتا ہے۔ لہٰذا خدا بھی اس کی جانب نگاہ لطف و کرم رکھتا ہے۔

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا

اور بہت کثرت سے خدا کو یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں ان سب کے لئے خدا تعالیٰ

عَظِيْمًا ۝ الاحزاب ۳۵/۳۳

نے گناہوں سے بخشش اور بہت بڑا اجر مہیا فرمایا ہے۔

۱۳۔ مومن۔ بلا و مصیبت پر صبر کرتا ہے۔ اور خدا سے مدد مانگتا ہے۔ غیر خدا کو اپنا حاجت روا اور کمک دینے والا نہیں قرار دیتا۔

اس لئے خدا اس کے دل کو اطمینان عطا فرماتا ہے۔ اور اس کو رنج و غم سے بچا لیتا ہے۔

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ۝ الاعراف ۱۲۶/۷

اے ہمارے پروردگار ہم کو بہت سا صبر عنایت فرما اور ہمارا خاتمہ اسلام پر ہو۔

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ الزمر ۱۰/۳۹

صبر کرنے والوں کو ان کے اجر بلا حساب پورے پورے دیئے جائیں گے۔

۱۴۔ مومن۔ اپنے تمام امور خدا کے سپرد کر دیتا ہے۔ لہٰذا خدا اس کے تمام امور کی اصلاح و نگرانی کرتا ہے۔

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ

جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ تم ان سے کہہ دو۔ کہ تم پر سلامتی ہو۔ تمہارے رب نے

رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۝ انعام ۵۴/۶

اپنی ذات پر رحمت واجب فرمائی ہے۔

۱۵۔ مومن کی شان یہ ہے۔ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ

• مسکینوں پر رحم کرنے والا۔ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَاَنْفَقُوْا لَھُمْ اَجْرٌ کَبِیْرٌ ہ الحدید ۵۷/۷

• فقیروں سے مواسات رکھنے والا۔ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ہ البقرہ ۲/۲۷۳

• جو اس پر ظلم کرے اس کو معاف کردے۔ اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْ تُخْفُوْہُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا النساء ۴/۱۴۹

• جو اس کے ساتھ بدی کرے اس کے ساتھ نیکی کرے۔ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ہ ۲۳/۹۶

• خیانت سے دور رہے۔ وَلَا تَکُنْ لِّلْخَآئِنِیْنَ خَصِیْمًا ہ النساء ۴/۱۰۵

• جھوٹ سے اجتناب سچائی اس کا شیوہ۔ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰہِ ط ہ انعام ۶/۳۱

• محبت خدا و رسول۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ہ البقرہ ۲/۱۶۵

میں ـــــ آقائے بہشتی! کیا دنیا میں کبھی ان صفات پر مشتمل انسان موجود تھے۔ جن کے مجموعہ کو مثالی انسانی معاشرہ قرار دیا جاسکتا ہو۔

بہشتی ـــــ تمام انبیاء اولیاء اور اوصیاء ان صفات کے حامل تھے۔ رہا ایسے مثالی انسانی معاشرے کا سوال تو اس کا جواب ہم کو حیاۃ القلوب جس میں تمام پیغمبران اولی العزم کے حالات و واقعات درج ہیں۔ ذوالقرنین کے قصہ میں دانش مند قوم کے نام سے ملتا ہے۔

میں ـــــ آپ نے درست فرمایا۔ میں نے اپنی تصنیف موسومہ "مجھے ہے حکم اذان لا الہ الا اللہ" میں وہ سوالات اور جوابات جو ذوالقرنین اور دانش مند قوم کے درمیان ہوئے درج کئے ہیں۔

آقائے بہشتی ـــــ بیشک وہ دانش مند قوم ایسی ہی قرآنی صفات

کی حامل تھی۔

ملکوتی معاشرہ

اسلامی معاشرے کا نقشہ کیسا ہونا چاہیئے۔ اس کی ایک جھلک قصص الانبیاء میں دانش مند قوم کے حالات کے نام سے ذوالقرنین کے احوال میں موجود ہے۔

ذوالقرنین جب شرق و غرب، نور و ظلمات کی سیر کے لیئے نکلے تو ان کی ملاقات اس قوم سے ہوئی جس کے حالات ذوالقرنین کو تمام دُنیا سے انوکھے نظر آئے۔

اس قوم سے ذوالقرنین نے پندرہ سوالات کئے۔ ان کے جو جوابات دانش مند قوم نے دیئے۔ دراصل وہ تمام الہامی تعلیمات بالخصوص قرآنی احکامات کے پابند معاشرے کی زندگی کا عکس ہے، چونکہ ہماری تحریر کا مقصد اسلامی تعلیمات کے حامل معاشرے کی تشکیل ہے۔ اور اس کے خدوخال کو نمایاں کرنا ہے۔ لہذا ہم اس مکالمے کو جو ذوالقرنین اور دانش مند قوم کے درمیان ہوا۔ دوہرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ میں ہم ان کے جوابات کی مطابقت میں آیات قرآنی اور احادیث و اقوال انبیاء و آئمہ معصومین پیش کریں گے۔

ذوالقرنین۔ میں نے تمام دُنیا کی سیر کر ڈالی۔ ہر قوم اور ہر ملک کو دیکھا۔ اور پرکھا مگر تمہارے جیسے حالات کسی قوم کے نہیں پائے مجھ کو بتلاؤ۔

۱۔ ذوالقرنین ــــــ تمہارے مُردوں کی قبریں تمہارے دروازے پر کیوں ہیں؟

دانش مند قوم ــــــ تاکہ ہم موت کو نہ بھولیں۔ ہم سب کو ایک دن مرنا ہے۔

ــــــ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ○ آل عمران ۱۸۵/۳

ــــــ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ○ الرحمن ۲۶/۵۵

۲۔ ذوالقرنین ــــــ تمہارے دروازوں میں کواڑ کیوں نہیں ہیں۔

دانش مند قوم ——— ہمارے درمیان چور اور خائن نہیں ہیں ہمارا معاشرہ چوروں اور خیانت کاروں سے پاک ہے۔ لہٰذا دروازوں میں کواڑ اور تالوں کی ضرورت نہیں ہے۔

. ——— اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ ○ انفال ۵۸/۸

ترجمہ۔ بیشک خدا خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

۳۔ ذوالقرنین ——— تم میں امرا کیوں نظر نہیں آتے۔

دانش مند قوم ——— ہم آپس میں دشمنی و عداوت نہیں رکھتے اور آپس میں لڑتے نہیں ہیں۔

امیری وغریبی آپس کی چھین جھپٹ دشمنی، عداوت ظلم و زیادتی کے باعث پیدا ہوتی ہے شروع میں سب انسان یکساں، یک حال اور برابر تھے۔ پھر طاقت ور اور ظالم کمزوروں پر رعب و حکومت جتا کر ان کو اپنا محکوم بنا کر ان پر غالب آگئے اور اس طرح طبقہ امراء و غربا پیدا ہوا۔ اگر معاشرے میں آپس کی حسد و عداوت دشمنی اور جھگڑے مٹا دیئے جائیں۔ خلوص و محبت، اخوت و ہمدردی۔ ایثار و سخاوت عدل و دیانت پیدا ہو جائے تو غریبی و امیری خود بخود مٹ جائے گی۔

یہ سارے جھگڑے اور امارت و غربت ہوس زر اور طلب راحت و عیش کے باعث ہیں۔ جن کی قرآن مذمت کرتا ہے۔

وَمَا یُغْنِیْ عَنْہُ مَالُہٗٓ اِذَا تَرَدّٰی ○ الضحیٰ ۱۱/۹۲

اور جب وہ مرے گا تو اس کا مال اس کے کام نہ آئے گا۔

۴۔ ذوالقرنین ——— تم میں بادشاہ بھی کوئی نہیں ہے۔

دانش مند قوم ——— ہم زیادتی کے طالب نہیں ہیں۔

بادشاہت اس وقت قائم ہوتی ہے۔ جب کوئی امیر و کبیر بن کر زیادہ سے زیادہ مال و

دولت جمع کرلے۔ پھر دوسروں پر رعب وحکومت جتلائے۔ ملازمین وسپاہیوں کی افواج جمع کرے اور زمینوں واملاک پر قبضہ جمالے۔ یہ سب زیادہ سے زیادہ حصول دُنیا کی خواہش اور نعمات دُنیا سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی تمنا کے باعث ہوتا ہے مگر اسلامی تعلیمات اس قسم کی خواہش کی مذمت کرتی ہیں۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ

لوگوں کی نظروں میں خواہشوں کی محبت زینت پاگئی ہے جو عورتوں۔ بچوں۔ سونے چاندی

مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ط

کے ڈھیروں اور گھوڑوں چوپاؤں اور کھیتی وزراعت کے متعلق ہے۔ یہ سب زندگانی دنیا کا سرمایہ

ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ہ آل عمران ۱۴/۳

ہے۔ اور انجام کی نیکی خدا کے ہاتھ میں ہے۔

۵۔ ذوالقرنین ——— تمہارے حالات واموال میں ایک دوسرے سے زیادہ فرق نہیں؟

دانش مند قوم ——— یہ اس لئے ہے کہ ہم اپنے اموال کی زیادتی کو ایک دوسرے پر تقسیم کر لیتے ہیں اور آپس میں صلہ رحمی کرتے ہیں۔

صلہ رحمی کی اسلام بڑی تاکید کرتا ہے۔ زائد از ضرورت مال کو راہ خدا میں اس کے ضرورت مند بندوں میں تقسیم کرنے کی قرآن میں جا بجا تاکید کی گئی ہے یہ عمل خدا کے نزدیک بے حد مستحسن قرار دیا گیا ہے۔ اس عمل کے باعث معاشرہ سے غربت وافلاس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ امیر وغریب کی تفریق مٹ جاتی ہے۔ شاہی وفقیری نابود ہو جاتی ہے شر وفساد کا بُغض وحسد کا چوری وڈکیتی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اور مثالی اسلامی فلاحی معاشرہ تشکیل پا جاتا ہے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۵ قُلِ الْعَفْوَ ——— بقرہ ۲۱۹/۲

ترجمہ۔ لوگ پوچھتے ہیں ہم کیا خرچ کریں تم کہہ دو جو کچھ تمہاری ضرورت سے زائد ہو۔ وہ راہ خدا میں خرچ کر دو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ

اے ایمان والو! جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے۔ اس میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرو۔ قبل اس کے کہ

فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ ۗ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ البقرہ ٢٥٤

تم میں وہ دن آجائے جس دن نہ خرید و فروخت ہوگی۔ اور نہ دوستی و سفارش ہی کام آئے گی اور جو لوگ (قیامت) اس کے منکر ہیں وہی تو ظالم ہیں۔

٦۔ ذوالقرنین ——— تمہارے درمیان نزاع و اختلاف بھی نہیں ہے؟

دانش مند قوم ——— اس لئے کہ ہمارے قلوب میں ایک دوسرے کے لئے محبت ہے۔ اور ہم میں فساد نہیں ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا دینی بھائی ہے۔

لہذا ایک دوسرے سے قلبی محبت اور اخوت کا مظاہرہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ ان کے آپس میں کسی بات پر بھی تنازعہ اور اختلاف نہ ہو۔ اور ایک دوسرے کی مصیبت اور تکلیف کو سب مل کر بانٹ لیں۔ اور ایک دوسرے کے دکھ درد و پریشانی کو دور کرنے کے لئے ایثار و خلوص سے کام لیں۔

مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۝ الفتح

محمد خدا کے رسول ہیں جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر (جھٹلانے والوں پر) بڑے سخت اور آپس میں بہت رحمدل ہیں۔

مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۝ انفال ٦٣/٨

تم ساری دنیا کی دولت خرچ کر کے ان کے دلوں میں الفت نہیں پیدا نہیں کر سکتے تھے مگر خدا نے ان کے دلوں میں محبت پیدا کر دی۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ ۝ بقرہ ١٦٥/١

ترجمہ: جو ایمان لانے والے ہیں ان کو سب سے زیادہ محبت خدا سے ہے۔

خدا سے محبت کا تقاضہ ہے کہ اس کے احکام پر دل و جان سے عمل کیا جائے۔

مسلمان کی نشانی آپس کی رحمدلی ہے۔ رحمدلی کا ثبوت انفاق فی سبیل اللہ ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کا ثبوت معاشرے سے غربت و افلاس کا خاتمہ جھگڑے فساد کی بیخ کنی ہے۔

کیا ہماری معاشرت اسلامی ہے۔ اور ہم احکام اسلام پر عامل ہیں۔

۷۔ ذوالقرنین ——— تم ایک دوسرے کے ساتھ جدال و قتال نہیں کرتے ہو؟

دانش مند قوم ——— اس لئے کہ صحیح ادا دے کے ساتھ ہم نے اپنی طبیعتوں پر قابو پالیا ہے، اور اپنے نفس کی اصلاح حلم اور بردباری سے کی ہے۔

چونکہ اس معاشرے میں ہر شخص کو ہر وقت یاد رہتا تھا کہ ہم کو بھی مرنا ہے

اس معاشرے میں خائن اور چور نہیں تھے۔ امیری، غریبی، شاہی اور فقیری بھی اس معاشرے میں معدوم تھی ہر شخص دوسرے کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کو ہمہ وقت تیار رہتا تھا۔

لہذا اس معاشرے میں کسی شخص کو دوسرے سے جھگڑے۔ فساد۔ عناد۔ جدال و قتال کی کوئی جڑ بنیاد نہ تھی۔ جب وجہ فساد ہی نہ ہو۔ تو پھر لوگ آپس میں خونریزی و دھینگا مشتی کیوں کریں۔

كَتَبْنَا عَلٰى بَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ

ہم نے بنی اسرائیل پر لازم کر دیا تھا کہ جو شخص کسی نفس کو بغیر دوسرے نفس کے قصاص کے یا

فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ مائدہ $\frac{۳۲}{۵}$

بغیر زمین میں فساد کے قتل کر ڈالے پس ایسا ہے کہ گویا اس نے کل آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔

۸۔ ذوالقرنین ——— کس سبب سے تمہاری باتیں یکساں ہیں۔ اور تمہارا طریقہ صحیح و درست ہے؟

دانش مند قوم ——— اس لئے کہ ہم جھوٹ نہیں بولتے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کی بُرائی اور غیبت نہیں کرتے۔

اسلام میں جھوٹ بولنے اور غیبت اور تجسس کی سخت ممانعت اسی لئے ہے کہ ان باتوں سے تفرقہ پڑتا ہے۔ نفاق اور عداوت جنم لیتی ہے قول اور فعل میں یکسانیت نہیں رہتی ہے۔

جب کسی معاشرے میں یہ بُرائیاں رچ بس جائیں۔ تو پھر ان کے ہر کام سے تضاد کا اظہار ہوگا انکے طریقے بدل جائیں گے۔ ان کی باتیں یکساں نہ رہیں گی۔ وہ انتشار اور افتراق کا شکار ہو جائیں گے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ

اے ایمان والو بہت سی بدگمانیوں سے پرہیز کرو۔ بیشک بعض بدگمانی گناہ ہے اور دوسروں کے

إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ الحجرات ۱۲/۴۹

حالات کی تفتیش نہ کرو۔ اور ایک دوسرے کی غیبت مت کیا کرو۔

۹۔ ذوالقرنین ——— کس وجہ سے تمہارے درمیان پریشان حال فقراء نہیں ہیں؟

دانش مند قوم ——— اس لئے کہ ہم اپنے اموال آپس میں برابر سے تقسیم کر لیتے ہیں۔ اور ہم صلہ رحمی کرتے ہیں۔

کسی معاشرے میں غربت و افلاس اس وقت نظر آئے گا۔ جب اس معاشرے کے خوشحال اور اغنیاء بخیل بن جائیں۔ اور دولت کو گن گن کر رکھیں۔ پیسہ کو دانت سے پکڑیں۔ راہ خدا میں خرچ کرنے سے گریز کریں۔ صلہ رحمی کا حکم بھول جائیں۔ ضرورت مند غریبوں۔ محتاجوں کی دستگیری سے کنارہ کشی کر لیں۔ انفاق فی سبیل اللہ کے حکم کو فراموش کر دیں۔ دلوں سے رحم و مروت دُور ہو جائے۔ نرمی قلب جو مومن کے ایمان کی نشانی

سے کے بجائے شقی القلب اور پتھر دل بن جائیں۔

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ وَاَحْسِنُوْا

اور جو کچھ تم خرچ کرو راہ خدا میں خرچ کرو۔ اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اور

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ بقرہ ۱۹۵/۲

احسان کرو۔ بیشک اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

۱۰۔ ذوالقرنین ــــــ تم میں تند خو اور سخت مزاج لوگ نہیں ہیں؟

دانش مند قوم ــــــ عاجزی اور فروتنی کو ہم نے اپنا شعار بنالیا ہے۔

اسلام نرمی قلب کو مومن کو نشانی قرار دیتا ہے۔ وہ لوگ جو دوسروں کے لئے اپنے دل میں کوئی نرم گوشہ نہیں پاتے۔ کسی کا کوئی کام کردینا یا اس کے لئے آسان راستہ بنادینا۔ نرم زبان سے سمجھا دینا۔ حتی الامکان دامے درمے قدمے سخنے کسی کے کام آنا بار خاطر تصور کرتے ہیں۔ وہ اسلام اور اس کی تعلیمات سے کوسوں دور ہیں۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ

خدائے رحمان کے خاص بندے تو وہ ہیں۔ جو زمین پر فروتنی سے چلتے ہیں۔ اور جب جاہل

الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ الفرقان ۶۳/۲۵

لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ تم سلامت رہو۔

۱۱۔ ذوالقرنین۔ ــــــ تمہاری عمریں تمام لوگوں سے زیادہ ہیں؟

دانش مند قوم ــــــ ہم حقوق العباد ادا کرتے ہیں۔ انصاف کے ساتھ حکم کرتے ظلم نہیں کرتے۔

کوتاہ عمری کا سبب خدا کے بندوں کے حقوق کو غصب کرلینا اور عدل سے گریز کرنا ہے۔ اسلامی احکام کے مطابق بندگانِ خدا کے ساتھ نیکی و مروت ان کی ضروریات میں کفالت و حاجت برآری۔ صلہ رحمی فیصلہ کے وقت حق و صداقت کا دامن ہاتھ سے نہ

چھوڑنا۔ عدل وانصاف و مساوات کے تقاضوں کو پورا کرنا وہ اوصاف حمیدہ ہیں۔ جن کو تقویٰ کا نام دیا گیا ہے۔

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

ان صفات پسندیدہ کے باعث خداوند عالم عمر طویل کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ

بیشک اللہ عدل کا احسان کا اور قرابت داروں کو ان کے حقوق دینے کا تم کو حکم دیتا ہے اور

الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ○ النحل ۹۰/۱۶

بے حیائی اور بدی اور بغاوت سے منع کرتا ہے۔ تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

۱۲۔ ذوالقرنین ——— تم پر قحط نہیں آتا؟

دانشمند قوم ——— ہم استغفار کرنے سے غافل نہیں ہوتے۔

خداوند عالم فرماتا ہے۔ اللہ سے استغفار کرو۔ کہ وہ غفار ہے تم پر بڑا برستا ہوا آسمان جھکا دے گا۔

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اھْتَدٰی ○ طٰہٰ ۸۲/۲۰

اور میں اس کے لئے جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے پھر ہدایت یافتہ بھی ہو۔ ضرور بڑا بخشنے والا ہوں۔

۱۳۔ ذوالقرنین ——— تم لوگ رنجیدہ و غمگین نہیں ہوتے۔

دانشمند قوم ——— ہم صبر کرتے ہیں۔ اور بلا و مصیبت پر راضی رہتے ہیں۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق خدا عادل ہے۔ اور اس کا ہر کام عدل پر مبنی ہے لہذا مشیت ایزدی پر صبر کرنا چاہیے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ

اے ایمان لانے والو! صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر دلاؤ اور اطاعت امام

تُفْلِحُوْنَ ۝ آل عمران ۲۰۰/۳

پھر کر گس لو۔

۱۴۔ ذوالقرنین ——— تم پر اور تمہارے اموال پر آفتیں نہیں آتی ہیں؟

دانش مند قوم ——— ہم صرف خدا پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور ستاروں کو بلاؤں کا سبب نہیں سمجھتے بلکہ تمام اُمور پر قادر صرف خدائے حی وقیوم ہی کو جانتے ہیں۔

فَاذْكُرُوْنِيْ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝ البقرہ ۱۵۲/۲

پس تم میری یاد کرو میں تمہاری یاد کروں گا۔ اور تم میرا شکر ادا کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو

۱۵۔ ذوالقرنین ——— کیا تمہارے آباؤ اجداد بھی اسی طریقہ پر تھے؟

دانش مند قوم ——— ہاں ہمارے بزرگ بھی ایسے ہی تھے۔

۱۔ مساکین پر رحم دل	اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ
۲۔ فقیروں پر مہربان	وہ لوگ جو فراخی اور تنگدستی میں خرچ کرتے تھے راہ خدا میں
۳۔ غریبوں سے مواسات	وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ
۴۔ اگر کوئی ان پر ظلم وزیادتی	اور غصہ کو روکتے تھے۔ اور لوگوں کے قصور سے درگذر کرتے تھے
کرتا تو اس کو معاف کر دیتے۔	عَنِ النَّاسِ ۚ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ آل عمران ۱۳۴/۳
۵۔ جو ان سے بدی کرتا اس کے ساتھ	اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔
وہ نیکی کرتے۔	وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ المومنون ۸/۲۳
۶۔ وہ امین تھے خائن نہ تھے۔	اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں کی اور عہد و پیمان کی رعایت کرنیوالے ہیں
۷۔ وہ سچے تھے جھوٹ سے بچتے	لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ ۝ الاحزاب ۲۴/۳۳
تھے۔	تاکہ اللہ سچوں کو ان کے سچ کے موافق بدلہ دے

ان اوصاف حمیدہ اور صفات پسندیدہ کے باعث خدا نے ان کے امور میں برکت دی اور ان کی اصلاح کی اور ہم کو یہ ورثہ ملا اور ہم انہیں کے بنائے ہوئے

طریقوں پر گامزن ہیں اور انہیں کا قائم کردہ یہ معاشرہ ہے۔ اور انہی کے مقرر کردہ اصول ہماری زندگی اور طرزِ حیات پر حاوی ہیں۔

الہامی معاشرت

یہ ہیں وہ حالات اور واقعات جو قصص الانبیاء میں خدا کی پسندیدہ دانشمند قوم کے طرزِ معاشرت کے متعلق ذوالقرنین کے قصہ میں ملتے ہیں۔ جو خدا کے برگزیدہ بندے ذوالقرنین کو اس قدر پسند آئے۔ کہ انہوں نے اپنی بقایا زندگی اسی معاشرے میں بسر کی۔

اس دانشور قوم کا دعویٰ تھا کہ ہمارے آباؤ اجداد صدیوں سے اسی طرح کامیاب اور حکیمانہ طرز پر زندگی گزارتے آئے ہیں۔ اور یہ عین الہامی تعلیمات کے مطابق ہے انہوں نے جن طور طریقوں پر اپنے بڑوں کو چلتے ہوئے پایا۔ اسی پر گامزن ہیں۔

کیا یہ مقام مسلمان کے لئے باعث عبرت نہیں ہے۔

جبکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہمارا دین سب سے ارفع و اعلیٰ ہے اور خدا کا دین ہے ہمارے پیغمبر و ہادی سب سے افضل خیر البشر۔ رحمۃ للعالمین اور خلق عظیم کی مسند پر فائز ہیں۔ ہمارا ماضی شاندار تھا۔

مسلمانوں غور کرو۔ اگر تمہارے آباؤ اجداد بھی اسلام اور پیغمبر اسلام کی تعلیمات پر اسی طرح عامل تھے تو وہ ورثہ تم تک بعینہ کیوں نہیں پہنچا اور تمہارا معاشرہ آج مجموعہ اضداد کیوں ہے۔ اور تمہاری راہیں کج کیوں ہیں۔ تم ساری دنیا میں پریشان و حیران کیوں ہو۔

تمہارا جواب ہے کہ ہر پیغمبرؑ کے جانے کے بعد کچھ عرصہ کے بعد اس کی تعلیمات مدہم پڑجاتی ہیں۔ پھر خدا کسی ولی یا قطب کو بھیجتا ہے۔ اور وہ معاشرہ میں پھر جان

ڈال دیتا ہے۔ اسی کو مجدد کا لقب ملتا ہے۔ یہ طفل تسلیاں ہیں۔ اگر ہمارے بزرگوں نے پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کے بعد اس معاشرت کو جو رسول اسلام قائم کر گئے تھے بعینہٖ اسی طرح صدیوں تک قائم رکھا ہوتا تو آج ہم کو مسلم معاشرہ ایسا ہی ملتا جیسا دانشمند قوم کے جوابات سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ بعد رحلت پیغمبر اسلام وہ معاشرہ چالیس سال کے اندر ہی معدوم کر دیا گیا۔ اور ہمارے بزرگوں سے چھین کر اس کو ملوک جابرہ کے در پر سجدہ ریز کر دیا گیا۔ تعلیمات قرآنی کی حسب خواہش ملوک تعبیر و تفسیر کر لی گئی اور ملکوتی معاشرت کو طاغوتی معاشرت سے تبدیل کر دیا گیا۔

اگر ہمارا ماضی رسول کے احکام کے مطابق بسر ہوتا اور ان کے مقرر کردہ اصول ہم کو نسلاً بعد نسلاً منتقل ہوتے رہتے تو مسلمانوں کی مدمقابل اس دنیا میں کوئی قوم نہ ہوتی۔ مگر مسلمانوں کی تاریخ بتلاتی ہے۔ کہ رسول اللہ کے بعد چالیس سال کے اندر ہر اصول طریقہ اور قاعدہ بدل گیا۔ حتیٰ کہ مسلمان رسولؐ کا جو عمل نماز۔ اذان۔ وضو وغیرہ روزانہ پانچ وقت کرتے دیکھا کرتا تھا۔ اس میں بھی اختلاف ہو گیا۔ مسلمانوں کی باتیں۔ حالات اور طریقے یکساں نہ رہے۔ ہر چیز میں اختلاف نظر آنے لگا۔ لہٰذا مسلمانوں کی چودہ صد سالہ تاریخ کسی ایسے گروہ اور معاشرے کا پتہ نہیں دیتی۔ جس میں یہ اصول یہ طریقے اور ایسے ضابطے رائج ہوں۔ جو ذوالقرنین کو ملنے والی قوم میں رائج تھے اور سراسر قرآنی احکام اور الہامی ضابطوں پر مشتمل تھے۔

دین دار طبقہ

مصدقہ احادیث کے بموجب دین دار طبقہ کی صفات یہ ہیں۔

صاحب دین جب غور و فکر کرتا ہے۔ تو اس پر سکینہ قلب اور سکون نازل ہوتا ہے وہ تواضع اور قناعت اختیار کرتا ہے شہوات کو چھوڑ دیتا ہے۔ تو وہ آزاد ہو جاتا ہے۔ دنیا طلبی چھوڑ دیتا ہے تو بدیوں سے بچ جاتا ہے۔ دوسروں سے حسد کو چھوڑ دیتا ہے تو لوگ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ وہ دوسرے لوگوں کو اپنے سے نہیں

ڈراتا۔ لہٰذا وہ خود بھی لوگوں سے نہیں ورتا۔ وہ کسی بھی فرد کے ساتھ برائی نہیں کرتا لہٰذا وہ بھی لوگوں کی بدیوں سے محفوظ رہتا۔

بدکردار طبقہ

جب حکام جھوٹ بولنے لگتے ہیں۔ اور کذب کے مرتکب ہوتے ہیں تو قحط پڑجاتا ہے۔ بارش بند ہو جاتی ہے۔ مہنگائی بڑھ جاتی ہے اور جب بادشاہ ظلم کرنے لگتا ہے تو اس کی مملکت ذلیل ہو جاتی ہے اور جب لوگ زکوٰۃ روک لیتے ہیں۔ مساکین کی دستگیری نہیں کرتے تو مویشی مرنے لگتے ہیں۔

انسان کامل

ان چار خصائص کا حامل انسان۔ انسان کامل کہلا سکتا ہے۔

۱۔ لوگوں کا جو حق اس کے اوپر ہے۔ اس کو قربتہ الی اللہ پورا کرے۔

۲۔ لوگوں سے ہمیشہ سچ بولے ، اور جو وعدہ کرے اس کو پورا کرے۔

۳۔ ہر ایک امر قبیح سے خدا اور بندوں کے خیال سے اجتناب کرے۔

۴۔ اپنے اہل و عیال سے حسن خلق کے ساتھ پیش آئے۔

فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ الفرقان ۲۵/۷۰

ایسے ہی لوگوں کی بدیوں کو خدا نیکیوں سے بدل دے گا۔ اور اللہ بڑا بخشنے والا ہے

قرآن اور احادیث رسولؐ سیرت پیغمبر آخرالزمان ہماری جس جانب رہنمائی کرتے ہیں وہ یہی اصول ہیں :۔

- مسلمان۔ موت کو برحق سمجھ کر ہر وقت موت کے لئے تیار رہے۔
- جب مرنا ضروری ہے تو پھر طلب دنیا کیسی اور اس کے لئے جھوٹ بولنا امانت میں خیانت کرنا۔ چوری، قتل خونریزی کرنا۔ تمام افعال مذمومہ بیکار و عبث ہیں۔
- جب موت کا وقت مقرر نہیں ہے کہ کب آئے گی بڑھاپے میں یا جوانی میں یا بچپن میں تو پھر مال و دولت کی طلب کیسی اور اس کے لئے ظلم و زیادتی کیا معنی رکھتے ہیں۔

امیری۔ غریبی اور بادشاہت و امارت انہیں مظالم اور حق تلفیوں اور خواہش زندگی ہمیشہ کی بنا پر پیدا ہوتی ہیں۔ اور اس کا ثمرہ ہیں۔ اسی باعث دنیا میں امن و سکون نہیں۔ اگر ہر انسان اپنے جیسے دوسرے انسانوں سے یا ہر مسلمان دوسرے مسلمان بھائی سے قرآن کے احکام اور سیرت رسول کے مطابق برتاؤ کرے تو امیری و غریبی کا بُعد مٹ جائے گا۔ اور اسلام کا فلاحی معاشرہ وجود میں آجائے گا۔

قرآن حکم دیتا ہے اپنی زائد از ضرورت دولت راہ خدا میں خرچ کرو۔ باوجود خواہش و ضرورت خوراک خود کے مسکین۔ یتیم اور اسیر کو محض خوشنودی رب کے لئے کھانا کھلاؤ۔ محتاج، سائل کو حالت رکوع میں بھی زکوٰۃ سے محروم نہ رکھو توبہ استغفار کرتے رہو۔ ہمیشہ سچ بولو۔ امین بنو۔ عادل بنو۔

مسلمانوں کے حالات اور اموال میں زمین و آسمان کا فرق قرآنی احکامات کے خلاف ہے۔ ایک منہ میں سونے کا چمچہ لے کر پیدا ہوتا ہے۔ محلوں میں زندگی بسر کرتا ہے عیش و راحت کے گہواروں میں جھولتا ہے۔ دوسرا قطرہ دودھ کو بھی ترستا ہے۔ سردی دھوپ سے بچنے کے لئے اس کے پاس جگہ اور لباس نہیں ہے سخت محنت کے بعد اس کے والدین اور اس کو خوراک و ضروریات حیات میسر ہوتی ہیں۔ اور بعض اوقات ان سے بھی محروم رہتا ہے۔ یہ طرز حیات اسلامی احکام سے غفلت کا نتیجہ ہے۔

جب ایک مسلمان کے دل میں اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے لئے محبت و اخوت ہے وہ اس کے دکھ درد کا شریک ہے۔ وہ سب ایک خدا کے حضور سجدہ ریز ہیں۔ ان کا خدا، رسول۔ کعبہ اور قرآن ایک ہے۔ ان کا یوم الحساب۔ یوم الجزاء اور سزا پر ایمان ہے پھر ناممکن ہے کہ صادق مسلمان۔ اپنے غریب بھائی کی مدد نہ کرے۔ جبکہ حکم خدا ہے۔ زکوٰۃ نکالو۔ خمس نکالو۔ صدقات دو۔ اس کے علاوہ بھی جو کچھ تمہاری ضرورت سے زائد تمہارے اموال ہوں ان میں مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں دونوں کا حق اور حصہ ہے لہذا اپنی

ضرورت سے جو تمہارے پاس بچ رہے۔ وہ ان لوگوں میں تقسیم کر دو۔ جو جدوجہد حیات میں یہ چیزیں حاصل کرنے میں تم سے پیچھے رہ گئے ہیں۔

مسلم معاشرے میں فساد، بگاڑ اور احکام الٰہی سے روگردانی اسی سبب سے پیدا ہوئی ہے۔ اس معاشرے میں امیر و غریب طبقات پیدا ہو گئے اس معاشرے نے بادشاہوں کو جنم دیا۔ یا بادشاہ اس پر مسلط ہو گئے۔ جب اُمرا اور بادشاہ ہوں گے۔ تو ان کے خدمتگار کے طور پر غربا اور بلا زمین المحکومین کا طبقہ بھی ضروری ہے۔ امیری اور غریبی کا یہ امتیاز حسد و عداوت کا باعث بنتا ہے۔ اور حسد و عداوت جھگڑے اور فساد کی جڑ ہے۔ جھگڑا دولت کے باعث پیدا ہوتا ہے۔

قرآن دولت اور دولت پرستوں کی مذمت کر رہا ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۝ سورہ ہمزہ ۱۰۴ / ۱-۲

ہر عیب جوئی کرنے والے کے حال پر افسوس ہے جو مال کو جمع کرتا ہے اور اس کو گنتا رہتا ہے۔

قرآن حکیم نے تمام بُرے کاموں کی ممانعت کی ہے۔ گالی دینا، چغلخوری، عیب جوئی۔ طعنہ زنی، غیبت، تمسخر اڑانا، آوازے کسنا یہ سب افعال ناپسندیدہ ہیں اور گناہوں کی فہرست میں شامل ہیں۔ ان سے صاحبانِ ایمان کو اجتناب کا حکم دیا گیا۔

حلم، بردباری، میانہ روی، صلہ رحمی، سچائی، انصاف، خدا ترسی۔ حیا، ایثار سخاوت، امانت اور خدا پرستی کی اسلام تلقین کرتا ہے۔ قرآن میں انہیں چیزوں کا ذکر ہے ان احکامات پر رسول اور ان کی آل واصحاب باوفا پوری طرح سے عامل تھے اور ان کی تاسی و پیروی ہی ہمارا شعار اسلامی ہے۔ سنت رسول اور احادیث رسول انہیں امور پر مشتمل ہیں۔

مگر اطیعوا اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم کا جو مفہوم لیا گیا۔ اُمرا و ملوک جبابرہ شاہان دنیا کو اولی الامر اور محافظ اسلام کا لقب دینے سے جو خرابی

دین میں پیدا ہوئی۔ اس کو آج تک دُور نہیں کیا جا سکا ہے۔

میں ——— آقائے بہشتی وہ کیا خرابیاں ہیں۔

بہشتی ——— اُمراء و بادشاہ۔ اپنے کو خلیفہ اور حاکم منجانب خدا و رسول قرار دیتے رہے۔ مگر ان کی زندگی تعیش کی زندگی تھی۔ کنیزوں اور غلاموں کا ان کے گھر میں ہجوم حرم میں عورتوں کی کثرت۔ ہوس مال و زر۔ ملک گیری۔ غنا۔ ناچ و رنگ کی محفلیں۔ اور۔ شراب کا استعمال۔ دولت کی بیجا خواہش اور نمائش۔ یادِ خدا سے غفلت۔ لہو و لعب میں وقت گزاری۔ شطرنج جوا شکار۔ اور جانوروں کتوں وغیرہ سے دل بہلانا ——— یہ سب افعال ناپسندیدہ خدا و رسول ہیں۔ جب خدا و رسول کے احکام کے خلاف اعلانیہ عمل کرنے والا شخص حاکمِ دین کے طور پر اہل ایمان پر مسلط ہو تو اس کا ہر فعل عوام الناس کے لئے نظیر بن جائے گا۔ کہ دین میں ان امور کی گنجائش ہے۔ اور ممانعت نہیں ہے اگر ہوتی تو یہ امور اولی الامر نہ انجام دیتا۔ یہاں سے دین میں غلط باتیں شامل ہوتی گئیں۔ بنی امیہ نے غیر ثقہ لوگوں سے جعلی احادیث بنوا کر داخل کتب احادیث مشہور کرا دیں۔ اس طرح احکام دین میں ابہام پیدا ہوا۔ بعد میں آنے والے ان غلط روایات کے باعث ذہنی انتشار میں مبتلا ہو گئے۔ اور اسی سبب سے مسلم معاشرہ مختلف مکاتیب فکر میں منقسم ہو گیا۔

فرزند رسول امام حسین علیہ السلام نے ملوک جبابرہ کے بدترین نمائندہ یزید ابن معاویہ کی بیعت نہ کر کے اور شہادت قبول کر کے راہ حق دکھلائی۔ کفر و نفاق اور حق و صداقت میں حد فاصل کھینچی۔

مگر ملوک پرستوں نے اپنے ممدوحین کی غلط روش کو اجتہادی غلطی کا نام دے کر لیپا پوتی کی۔ اس طرح اسلام اپنے ابتدائی دور ہی میں شہنشاہیت کی بداعمالیوں کے باعث اپنے فلاحی نظام سے محروم کر دیا گیا۔

مفکرین اسلام موجودہ مسلم معاشرے کے متعلق کیا رائے لکھتے ہیں

میں —— آغائے بہشتی! یہ آپ کی ذاتی رائے ہیں یا تمام مسلم مفکرین اسی نتیجے پر پہنچے ہیں۔

بہشتی —— ہاں تمام وہ لوگ جو بغیر کسی تعصب کے اسلامی تاریخ کا اور اسلامی تعلیمات کا مطالعہ اور موازنہ کرتے ہیں۔ وہ اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ اسلامی تعلیم اور اصولوں کی غلط تفسیر اور تعبیر ان ملوک جبابرہ ہی کے باعث ہوئی ہے

چنانچہ مولوی سید ابوالحسن ندوی، سیرت احمد شہید میں رقم طراز ہیں صـ ۲۱-۲۲

یہ حقیقت ہے کہ خلافت امویہ یا عباسیہ کے عروج کا زمانہ یا ولید۔ ہارون مامون اور عبدالناصر کا عہد اصولی حیثیت سے معیاری اور مستند نہیں ہے ان لوگوں کے لئے یہ چیز نئی ہو گی جو اسلام کے معنی مسلمانوں کا تمدن اور اسلامی تمدن سے مراد بغداد۔ قرطبہ دمشق اور غرناطہ کا تمدن سمجھتے ہیں۔ وہ لوگ اسلام کی ترقی کو میناروں کی بلندی فن تعمیر کی ترقی۔ فنونِ لطیفہ کی سرپرستی کے پیمانے سے ناپتے ہیں لیکن جو لوگ یہ جانتے ہیں۔ کہ اسلام ایک عملی۔ اخلاقی اور معاشرتی مذہب ہے۔ ان کو اسلام کی ترقی بغداد و قرطبہ کے عالی شان دار الخلافہ اور سر بفلک مسجد کے میناروں کے بجائے مدینہ کے جھونپڑی میں نظر آئے گی۔ اہل علم و دین خوف سے یا امید سے حکومت کے دامن سے وابستہ ہونے لگے۔ احتساب ختم ہوگیا۔ اسی وقت سے اسلام اپنے گھر

> اسلام
> عملی — روحانی — اور معاشرتی
> اقدار
> کا
> حامل مذہب
> ہے

میں پردیسی اور اپنی انتہائی شوکت اور عروج کے زمانہ میں بے کس ہو گیا۔ اجو کہ دراصل شاہان جہاں کا عروج تھا نہ کہ اسلام کا۔ دیندار طبقہ اقلیت میں ہو گیا۔ اہل حق گوشہ نشین ہو گئے اور اپنے اپنے حلقہ میں اپنا فرض انجام دیتے رہے لیکن ان کی حالت ذمیوں کی سی ہو گئی۔"

آلِ رسولؐ اور اشاعتِ دین

میں —— آقائے بہشتی! اگر آئمہ معصومین نے مدینہ میں درس و تدریس کا سلسلہ نہ شروع کر رکھا ہوتا تو شائد نعوذ باللہ ان ملوک جبابرہ کے دور میں ہی اسلام کے آثار و اخبار مٹ جاتے ہیں۔

بہشتی —— ہاں۔ یہ امام محمد باقر علیہ السلام اور ان کے فرزندوں کے درس فیض کا اثر ہے۔ کہ عالمانِ دین اور صاحبانِ قلم کی ایک جماعت تیار ہو گئی۔ جس نے اسلامی احکامات اور تعلیمات کی قلم اور زبان سے تبلیغ کی اور یہ چیزیں ہم تک پہنچیں۔

ان آئمہ معصومین و آل اطہار کی زندگی اس زمانہ میں مثل روشنی کے اس مینار کی سی تھی۔ جو سمندر میں بحری جہازوں کی حفاظت کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ تاکہ بحری جہاز چٹانوں سے ٹکرا کر تباہ نہ ہو جائیں جس نے ان سے رہنمائی حاصل کر لی وہ ہلاکت سے بچ گیا۔ جو ان سے فیضیاب نہ ہو سکا۔ وہ غرق ہو گیا۔

میں —— آقائے بہشتی! اس قوم دانش مند نے جو جوابات دیئے تھے۔ ذوالقرنین کو کیا اس میں تمام تعلیمات اسلامی کی جھلک نظر آتی ہے۔

آقائے بہشتی —— جی ہاں وہ تمام اصول جو اس دانش مند قوم میں رائج تھے۔ وہ سراسر قرآنی تعلیمات اور الہامی کتب و انبیائے کرام کی سیرت و تعلیمات سے ماخوذ ہیں۔

یہ اعلیٰ و ارفع اصولِ حیات اگر آج دنیا میں رائج ہو جائیں تو دُنیا امن و سلامتی

کا گہوارہ بن جائے ۔ دُنیا سے ظلم و جور ۔ جنگ و خونریزی ۔ ناانصافی و حق تلفی ۔ ڈکیتی و رہزنی ۔ بدکرداری اور بے جا عیش پسندی ۔ فضول خرچی و نمائش ۔ نام و نمود غرور و تکبر بے اعتدالی اور بے راہ روی کا خاتمہ ہو جائے ۔ اور انسانی معاشرہ جنت نشان بن جائے ۔ جہاں نہ بھوک ہوگی نہ افلاس ۔ نہ فکر نہ پریشانی نہ دنگا نہ فساد ۔ نہ جھوٹ نہ غیبت ۔ مگر حضرت انسان کا ازلی حریف ۔ اور خدا کا سب سے بڑا مجرم ۔ ابلیس ہر زمانہ میں خُدا اور بندگان خدا کے درمیان دُوری اور معصیت کی دیوار حائل کرنے میں کامیاب رہا ہے اس کو یہ کامیابی انسان کو دُنیا کا پرستار اور شیدا بنا کر حاصل ہوتی رہی ہے ۔ حُب دُنیا انسان کی سب سے بڑی کمزوری ہے ۔ اگر الہامی تعلیمات کے مطابق انسان دُنیا کو دار القرار کے بجائے دار الفرار تصور کرے ۔ جیسا کہ یہ معاشرہ تصورات رکھتا تھا اور اس پر عادل تھا ۔ تو انسان ابلیس کے پھندوں اور وسوسوں سے بچ کر خوشگوار زندگی بسر کر سکتا ہے ۔ اسی لئے خاصان خدا دُنیا کے بجائے عقبیٰ کو مقدم رکھتے ہیں اور دُنیا کو عارضی اقامت گاہ یا سرائے و ہوٹل سمجھ کر اس سے صرف ضرورت کے مطابق اپنی احتیاج پوری کرتے ہیں ۔

میں ——— بیشک آقائے بہشتی اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ دانش مند قوم کے ان پندرہ جوابات کی تشریح کی جائے اور اس کو نشر کر کے انسانوں کو ایسا معاشرہ قائم کرنے کی تلقین کی جائے ۔ تاکہ اہل دُنیا ایک خوشگوار و پُرسکون اور پُر از الفت و محبت دُنیا میں زندگی بسر کر سکیں ۔

بہشتی ——— بیشک آج ضرورت اس بات کی ہے کہ مذہب کے اصول ہائے اخلاق اور معاشرت و معیشت کو ان کے صحیح مفہوم اور پُرخلوص جذبے کے ساتھ رائج کیا جائے ۔

نہ کہ مذہب کے نام پر دوسروں کو کافر قرار دیا جائے ۔ مذہب صرف نماز ، روزہ مجالس و محافل ، حج و زکوٰۃ اور عیدین کا ہی نام نہیں ہے بلکہ مذہب نیکی ، صداقت

عدالت دیانت کی راہ دکھلاتا ہے۔ اور انسان دوستی اور خدا ترسی پر آمادہ کرتا ہے۔ قرآن میں سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۷ میں اس مضمون کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ

نیکی صرف یہ نہیں ہے کہ تم اپنے رخ مشرق یا مغرب کی جانب کر لو۔ بلکہ حقیقی نیکی یہ ہے۔ کہ اللہ پر

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى

قیامت پر فرشتوں پر اور کتاب خدا پر ایمان لائے اور تمام انبیاء علیہ السلام پر بھی ایمان لائے اور اپنا

الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ

مال خدا کی محبت میں رشتہ داروں کو یتیموں کو محتاجوں اور مسافروں کو دے اور سوال کرنے والے اور گردن آزاد

وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ

والوں کو دے اور نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے اور جب معاہدہ کرے۔ تو اپنے عہد کو پورا کرے

اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۝ البقرہ ۱۷۷/۲

اور تنگدستی دبیماری اور لڑائی کی سختی میں صبر کرنے والے ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے عملاً سچ بولا اور یہی متقی لوگ ہیں۔

میں ——— آقائے بہشتی یقیناً یہ آیات نیکی اور مذہب کا تعلق بتلاتی ہیں اور انسان کو انسان بنا کر اپنے جیسے ہم عقیدہ اور ہم مسلک انسانوں کے ساتھ رُحماء بینھم کا عملی مظاہرہ کرنے کا حکم دیتی ہیں۔

بہشتی ——— جی ہاں۔ ضرورت اسی بات کی ہے۔ اور ہم مسلمانوں کو اسی قسم کا معاشرہ قائم کرنا چاہیئے۔ جس کا ہر فرد رُحماء بینھم کی عملی تفسیر بن جائے۔

میں ——— آقائے بہشتی! آپ دانش مند قوم کے پندرہ جوابات کو تفصیلی طور پر بیان کریں تاکہ ذہن میں محفوظ ہو جائیں۔

بہشتی ——— بہت بہتر ہیں۔ دانش مند قوم اور ذوالقرنین کے مکالمہ

کو قرآن و احادیث نبوی کی روشنی میں وضاحت سے بیان کرتا ہوں۔ غور سے سننا مگر درمیان میں بولنا نہیں۔ تاکہ سلسلہ کلام ٹوٹ نہ جائے۔

زندگی کے سنہری اصول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ الرحمٰن ۲۷/۵۵

ہم موت سے نہیں ڈرتے بلکہ اس کو ہر وقت یاد رکھتے ہیں۔ کہ ایک دن ہم کو بھی مرنا ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ۔ آل عمران ۱۸۵/۳

امیر المومنین حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے جب کوفہ کی مسجد میں صبح کی نماز میں حالت سجدہ میں سر پہ ابن ملجم کی تلوار سے زخم کھایا تو بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ کلمات نکلے۔

فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ

رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا

نشان مرد مومن با تو گویم
چون مرگ آید تبسم بر لب اوست

موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ موت ہی انسان کی نگہبان ہے۔ جب تک موت کا وقت نہ آئے۔ اس کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا ہے۔ بڑے بڑے ظالم اور جابر انسان موت کو اپنے سامنے دیکھ کر کانپنے لگتے ہیں۔ ——— مگر جو خدا اور آخرت میں حیات ابدی پر یقین رکھتے ہیں۔ جو قول خدا و رسولؐ کو برحق جانتے ہیں۔ اور موت کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ وہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکراتے ہیں۔ کربلا میں یوم عاشورہ جب امام حسین علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے پوچھا۔ بیٹا! تم موت کو کیا سمجھتے ہو؟

بہادر باپ کے بہادر بیٹے نے جواب دیا بابا! میں موت کو شہد سے زیادہ شیریں چیز سمجھتا ہوں۔

★۔ حضرت علی علیہ السلام ایک خطبہ میں فرماتے ہیں :۔

"اے لوگو! غایت تمہارے سامنے ہے اور قیامت تمہارے پیچھے پیچھے چل رہی ہے وہ تم کو ہنکا رہی ہے سُبک بار بن کر یاران تیز گام سے جا ملو۔ آگے جانے والے آخر میں آنے والوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ جو موت سے ڈرتا ہے وہ اس سے بچ کر نہیں رہ سکتا جو ہمیشہ زندہ رہنا چاہتا ہے۔ وہ ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ دُنیا میں دل نہ لگاؤ کیونکہ دُنیا۔ دُنیا پرستوں کے لئے شیریں اور ان کی نظروں میں خوشنما ہے۔ دُنیا خواہشات اور آرزو ہائے نفس سے گھری ہوئی ہے یہ ذراسی آرائش پر اتراتی ہے اور فریب دیتی ہے۔ یہ فریبی اور نقصان پہنچانے والی ہے۔ یہ ہر لمحہ پلٹتی رہتی ہے۔

یہ امیری کو فقیری سے، راحت کو سختی سے، تندرستی کو بیماری سے، زندگی کو موت سے بدل دیتی ہے۔ یہ انسان کو اپنا پرستار بنا کر دھوکا دیتی ہے برباد کر دیتی ہے نیست و نابود کر دیتی ہے۔ تباہ کر دیتی ہے اس کی شکم سیری یہ ہے کہ سب کو ہلاک کر دے۔ جو لوگ اس سے رغبت و چاہت رکھتے ہیں جب یہ ان کی آرزو تک پہنچتی ہے۔ تو دُنیا جیسی کچھ ہے اس سے تجاوز نہیں کرتی۔ اس نے بھوک اور گرسنگی کے سوا کچھ نہیں دیا۔ تنگ منزل قبر کے سوا کہیں نہیں اُتارا۔ تاریکی کے سوا کوئی چراغ نہیں جلایا۔ ندامت اور پشیمانی کے سوا کچھ اور اُنہیں عطا نہ کیا۔ ایسا گمان کرنا کہ مرجانے پر خسارہ ہے۔ دراصل جہالت ہے جس کی عقل کامل ہو وہ جان لیتا ہے موت انسان کو ظلمت سرائے طبیعت سے باہر نکال کر عالم خوشی و سرور میں پہنچاتی ہے موت کے ذریعہ تشنگی ہدایت سے دار المحنت سے رنج و

الم فقر و فاقہ احتیاج اور ضروریات سے نجات ملتی۔ منافقین و اشرار سے دوری اور محرمانِ خلوت سے اُنس و قربت ہوتی ہے۔ عقل مند حیات ابدی کی تمنا کرتا ہے۔ نہ کہ اس گھر کی جہاں وحشت ہے اور موو مار جمع ہیں۔ ہر وقت رنج و بلا کا سامنا ہے۔

من ملک بودم و فردوس برین جایم بود
آدم آورد و این دیر خراب آبادم

ترجمہ: میں ملک تھا فرشتہ تھا اور فردوس بریں میری اصل جگہ تھی لیکن آدم کے اس دُنیا میں آنے کے باعث مجھ کو بھی ان خرابات میں آنا پڑا۔ جس کو خود آدم اور آدم زادوں ہی نے آباد کیا ہے۔

موت ایک ضربت ہے جو ہر شخص کے سر پر پڑے گی۔ ایک شیر ینی ہے جس کا ذائقہ ہر شخص کو چکھنا پڑے گا۔ درازی عمر کی دُعا کرنا بھی فضول ہے کیوں کہ پیری میں بدن لاغر ہوتا ہے۔ صحت زائل ہو جاتی ہے۔ تو عبادت اور اعمال صالحہ کی لذت کیسے حاصل ہو۔ جس کو ضعیفی اور طویل عمر دی گئی۔ وُہ آدمیوں میں سرنگوں ہُوا۔

ابلیس کا ہدف کون ہے

انسان جب چالیس برس کا ہو جاتا ہے اور اس سے کوئی کار نیک و سعادت سرزد نہیں ہوتا تو شیطان اس کے منہ پر ہاتھ پھیر کر کہتا ہے۔ میرا باپ تیرے منہ پر فدا ہو۔ کہ اب ہرگز تیرا چھٹکارا نہیں ہے۔ تو میرے چنگل میں پھنس چکا ہے۔

شیطان کا قول ہے کہ مرد، عورت بچے بوڑھے سب میرا شکار ہیں۔ لیکن ان سب میں سے مجھ کو خطرہ سب سے زیادہ صرف نوجوان نسل سے ہے۔ اگر یہ نسل میرے قابو میں آگئی۔ تو گویا پورا انسانی گروہ میری گرفت میں ہے۔

اس کے اس دعویٰ کی دلیل یہ ہے۔

بچے تو معصوم ہیں۔ ان سے بلوغیت تک گناہ سرزد نہیں ہوتا۔

عورتیں ناقص العقل ہیں۔ کپڑوں اور زیورات کی حریص ان سے میرے مشن کو ضعف پہنچنے کے بجائے یہ میرے لئے باعث تقویت ہیں۔ اماں حوا کے کہنے سے ہی بابا آدم ترک اولیٰ پر آمادہ ہوئے۔ مجھ پر جب لعنت پڑتی ہے تو میں انہیں عورتوں کے درمیان اپنے آپ کو پوشیدہ کر لیتا ہوں۔ عورت میرا مشورہ جلد قبول کر لیتی ہے۔ میں اس کے ذریعہ انسانوں کا شکار کرتا ہوں۔ عظمت و جلالت کی حامل خواتین اس دنیا میں بہت کم پیدا ہوتی ہیں۔ معصوم معزز اور محترم پاک نفس، پاک سرشت، صابر و شاکر خواتین کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے۔

ضعیف العمر لوگوں سے بھی شیطان کو اپنے مذموم مقاصد کے حصول میں کوئی رکاوٹ نظر نہیں آتی کیوں کہ اگر انسان چالیس برس تک کوئی عمل صالح نہ کر سکا۔ تو وہ شیطان کا لقمہ تر بن جاتا ہے۔ اور شیطان اس کے معاملہ میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ جوانی میں پاکیزہ نفس رہا۔ اور اعمال صالحہ بجا لاتا رہا ہے۔ تو اس نے شیطان کو اس کے مقاصد میں شکست دے دی ہے۔ شیطان کا گھمنڈ خاک میں ملا دیا ہے۔ کہیں تیرے بندوں کو بھگاؤں گا۔

لہٰذا صرف نوجوان نسل ہی ہے۔ جو گروہ انسانی میں شیطان کی اصلی حریف ہے۔ اگر نوجوان نسل اطاعت خدا و رسول پر کمر کس لیتی ہے اور امر و نواہی کی پابندی کرتی ہے حلال و حرام سے واقف ہے۔ ظلم و زیادتی سے پرہیز کرتی ہے۔ صداقت و عدالت کا پرچم بلند کرتی ہے۔ اپنے عمل سے مخلوقِ خدا کو نفع پہنچاتی ہے۔ غریبوں اور مسکینوں کی دستگیری اور حاجت روائی کرتی ہے تو وہ شیطان کا ہاتھ اپنے منہ پر لینے کے بجائے اپنا ہاتھ شیطان کے منہ پر مار کر کہہ سکتی ہے۔ اے مردود بارگاہ الٰہی تو ناکام ہے تجھ پر دائمی لعنت و پھٹکار ہے

لہٰذا اصل و اصول اسلام یہ ہے کہ صالح والدین کی اولاد بھی صالح و نیک ہو۔

خدا و رسول ہو۔ یہ پورے مسلم معاشرے کا فرض ہے اور بالخصوص ارباب اختیار و تعلیم و تربیت کے ناظمین و منتظمین کا فریضہ مذہبی و اخلاقی ہے۔

تعلیمات اسلام کا اصل مقصد با اخلاق انسان پیدا کرنا ہے

کہ مسلمان بچوں اور بچیوں کو ابتدا سے ہی دین اسلام سے روشناس کرایا جائے۔ اس کے آئین و قوانین کے ا ا کا درس دیا جائے۔ اسلامی اصول اخلاق اور احکام قرآن بتلائے و سمجھائے جائیں۔ اسلامی تعلیم اصل مقصد اخلاق حسنہ انسان میں پیدا کرنا ہے۔ لہذا دینی تعلیم سے پہلے اور اس کے ساتھ ساتھ پہلو بہ پہلو اسلامی تہذیب و تمدن، آئین اور اخلاق کی تعلیم مسلمانوں کے بچوں کے لئے صرف ضروری ہی نہیں بلکہ لازمی بھی ہے۔ کیونکہ اسلامی تعلیمات کے بغیر وہ سادہ کاغذ ہیں۔ جس کا دل چاہے اس پر نقش کر دے۔ وہ ان کے ذہنوں پر نقش ہو جائے گا۔

جب سے یورپ کا فلسفہ حیات ہم پر حاوی ہوا۔ یوروپ کا عیسائی اپنے تعلیمی اور تہذیبی نظام کو جدید خطوط پر استوار کر کے معلمین کے بھیس میں اسلامی ممالک میں درسگاہوں ذریعہ عیسائیت اور تثلیث پرستی کی تبلیغ میں مصروف ہے۔ ہمارا خوشحال طبقہ اپنے بچوں اعلیٰ تعلیم دلانے کے جنون میں ان عیسائی مبلغین کا معاون بنا ہوا ہے ان کے چرچ مشن اسکول ہمارے بچوں کی بھاری فیسوں کی بدولت خوب پھل پھول رہے ہیں۔

دینی تعلیم کے گہوارے تنگ نظری و فرقہ وارانہ تعصب کے باعث ملکوتی صفات کے فروغ کا ذریعہ بن سکے

اور ہمارے دینی مدارس ہمارے متعصب ملّا کی تنگ نظری اور تنگ دامنی کے باعث ویران اور اجاڑ نظر آتے ہیں۔ اول تو دینی تعلیم کا نصاب اپنے اندر جدید علوم و فنون کے کوئی جگہ نہیں رکھتا۔ پھر متعصب مولوی کے مختلف فقہی مکاتیب خیال کے غلط

تصورات اور زہریلے خیالات ترقی پسند انسانوں کو اس خشک ماحول میں کاٹنے کی طرح چبھتے ہیں۔ دینی تعلیم حاصل کرنے والوں کا معاشی میدان میں کوئی خاص مقام بھی نہیں ہے۔ لہٰذا اہل ثروت اپنے بچوں کو کلیسا کے پروہت کی آغوش میں تعلیم دلا کر خوش ہیں کہ ان کا بچہ انسان بن گیا گو ہمارے نزدیک وہ مسلم برادری سے اُچک لیا گیا اور عیسائی معاشرہ و معیشت کے نظام سے قریب تر ہو گیا۔ اسلام اور اسلامی تعلیمات اس کی سوچ اور سمجھ سے باہر ہو گئیں۔ اب گو وُہ مسلمان ہے۔ مگر ظاہری طور پر ہمارے طرزِ تعلیم کا یہ دُوغلا پن ہی ہمارے معاشرے کی گمراہی کا اصل سبب ہے۔

۲۔ ہم میں چور۔ اور۔ خائن نہیں ہیں

ہر معاشرے اور انسانی گروہ میں چور اور خیانت کار ناپسندیدہ اشخاص ضرور ہوتے ہیں۔ اس جرم کے مرتکب کے لئے، ہر حکومت، ہر مذہب —— اور ہر معاشرے نے سخت سزا تجویز کی ہے لیکن اسلام نے اس کے لئے جو سزا رکھی ہے۔ وہ سب سے زیادہ سخت اور موثر ہے۔

یعنی چور کا ہاتھ کاٹ دو تاکہ دوبارہ چوری نہ کر سکے۔

قول پیغمبر اسلام ہے کہ جب زانی زنا کرتا ہے یا چور چوری کرتا ہے تو وہ دائرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ ایمان اس سے اس طرح علیحدہ ہو جاتا ہے۔ جیسے بدن سے لباس۔ چوری وہ بدترین عمل ہے۔ جو انسان کا سکون چھین لیتی ہے جس کا مال سرقہ ہوا وہ بے چین۔ جن پر چوری کا شبہ ظاہر کیا گیا۔ وہ اذیت میں مبتلا پاس پڑوس والے خوفزدہ اور خود چور کو دھڑکا لگا ہوا ہے کہ کب پکڑے گئے۔ اور کب سزا ملی۔ چور کو ہر وقت اضطراب رہتا ہے۔ اور یہ جرم کی پردہ پوشی کے لئے قتل عمد تک کا مرتکب ہو سکتا ہے۔

امانت و دیانت وہ اعلیٰ صفات ہیں۔ جن کی بدولت رسولؐ اسلام چالیس برس تک اہل مکہ کے لئے امین و صادق بن کر ان کی آنکھوں کا تارا بنے رہے۔

* صفات رذیلہ یہ ہے کہ قوت شہویہ کی مدد سے مال حرام حاصل کر کے اس کو استعمال کیا جائے۔ اور اس سے پرہیز کیا جائے

چوری، خیانت، حُبِ دُنیا اور حرص و طمع، مہلک اور عظیم گناہ ہیں۔ رزق حرام وہ حجاب ہے جو عالم انوار سے انسان کے دل کو دُور کر دیتا ہے۔ اور اس سے وہ تیرگی ظلمت خباثت اور غفلت پیدا ہوتی ہے۔ جو انسان کو عہد پروردگار بھلا دیتی ہے۔ اور گمراہی و سرگردانی میں شیاطین کے ساتھ ہم آغوش کر دیتی ہے۔ وہ دل جس نے لقمہ حرام سے پرورش پائی ہو۔ عالم انوار قدس کے قابل نہیں رہتا۔

جس نطفہ انسانی نے مال حرام سے تربیت پائی ہو۔ اس کو مرتبہ بلند اور محبت پروردگار سے کیا واسطہ۔ بیت المقدس کے دروازہ پر ہر رات ایک فرشتہ ندا دیتا ہے جو شخص مال حرام کھائے گا۔ خدا اس کے کسی بھی فعل سنت اور واجب کو قبول نہیں کرے گا۔

صادق آل محمد علیہ السلام نے فرمایا۔ ہمارے دوست بندہ مومن کی خوراک دُنیا میں مضطر کی خوراک ہے۔ باوجود ان تمام موانع کے طالب نجات کو چاہیئے کہ حصول رزق حلال سے مایوس نہ ہو اور اپنا شکم اور ہاتھ طرح طرح کی غذا سے نہ بھرے۔

حقیقت یہ ہے کہ ماسوائے آب باراں اور گیاہ بیاباں کے کوئی چیز بھی اس دُنیا میں حلال نہیں معلوم ہوتی ہر چیز کو ہمارے دشمن (ابلیس) نے حرام کر دیا ہے۔ معاملات فاسد ہم کو فاسد کئے ہوئے ہیں اس زمانہ میں کسب حلال مفقود اور حصول مال حلال مسدود ہے ہے جس کے باعث دین ویران اور گلشن ایمان سوزاں ہے۔

۳۔ ہم آپس میں دُشمنی اور عداوت نہیں رکھتے۔

لہٰذا ہم میں اُمراء نہیں ہیں۔ یہ کام صاحبان ہوا و حرص کا ہے۔ جو اموال دُنیا کے حصول کے لئے اور لذات دُنیا سے استفادہ کے لئے جدال و قتال کرتے ہیں اور گروہ انسانی میں بغض و عناد کے بیج بوتے ہیں۔ باپ کو بیٹے سے اور بیٹے کو باپ سے بھائی

کو بھائی سے لڑانے کی تدابیر کرتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِىْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَمَا

اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں اس کے بڑے بڑے مجرموں کو مقرر کیا ہے۔ تاکہ وہ اس میں چالیں چلیں

يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ الانعام ۱۲۳/۶

حالانکہ جو چالیں وہ چلتے ہیں، اپنی ہی ذات کی خرابی کے لئے چلتے ہیں۔ اور کچھ نہیں سمجھتے۔

عداوت اور دشمنی دو قسم پر ہے اول یہ کہ کسی کی عداوت دل میں رکھے اور موقع کی تلاش میں ہو۔ یا عداوت کا اعلانیہ اظہار کرے اور ایذا و اذیت پہنچانے کے درپے ہو۔

پہلی قسم کینہ کہلاتی ہے۔ دشمنی کو پوشیدہ رکھنے سے مراد ہے اور دوسری قسم کا نام عداوت ہے۔ جب کینہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ تو عداوت سخت اور اعلانیہ ہو جاتی ہے۔ اس عداوت کی دونوں قسمیں مخرب اخلاق ہیں۔ مومن کا دل کینہ سے پاک ہو جانا چاہیئے۔

کیونکہ کینہ سے بہت سی عادات بد پیدا ہوتی ہیں جو یہ ہیں:۔

حسد۔ غیبت۔ دروغ۔ بہتان۔ شماتت۔ اظہار عیب۔ دوری۔ استہزا اور ایذا۔ امارت اور غربت کے فاصلے بڑھ جانے سے بھی غریبوں کے دلوں میں امراء سے ایک طرح کا حسد اور پھر کینہ و کدورت پیدا ہوتی ہے۔ جو امراء کے غربا کی جانب سے غفلت برتنے۔ اور ان کے ساتھ مواسات نہ رکھنے کے سبب سے عداوت میں تبدیل ہو سکتی ہے۔

ہمارے نبی حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جبریل جب بھی میرے پاس آتے تو یہ جملہ ضرور دہراتے تھے۔

"عداوت اور دشمنی مردم سے پرہیز کیجئے۔"

جبریل نے جس قدر آدمیوں کی عداوت سے پرہیز کرنے کی تاکید کی کسی اور امر کی اس قدر تاکید نہیں کی۔ جو شخص تخم عداوت بوتا ہے وہی اس کو کاٹتا ہے۔

دشمنی اور عداوت ایک درخت ہے۔ اندوہ و اَلَم اس کا ثمرہ ہیں یہ ایسی آگ ہے۔ جس سے مزید کدورت نکلتی ہے۔ عداوت کے سبب سے خاندان تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔

بغض و عداوت ایک ایسا مرض ہے۔ جس سے نفس بیمار اور روح غمگین اور آزار میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ یہ شیوہ اہل ایمان اور طریقہ اہل احسان کی راہ میں حائل ہو جاتی ہے۔ کوئی دولت بجز عداوت اور دشمنی کے کسی اور سبب سے برباد نہیں ہوئی۔ آثار و لوازم جو کینہ و عداوت کی جڑ اور بنیاد ہیں۔ وہ مار پیٹ، فحش گالی گلوچ اور لعن و طعن ہیں۔ یہ غیض و غصہ کی حالت میں بھی طاری ہوتا ہے۔ اوباش، رذیل، بدکار اور جاہل لوگ جن کو بیہودہ بکنے اور فحش بولنے کی عادت ہوتی ہے۔ ان کی مصاحبت سے بھی یہ افعال بد صادر ہوتے ہیں۔ جن لوگوں کو فحش گوئی کی عادت پڑ جاتی ہے ان کی زبان پر بغیر عداوت اور دشمنی کے بھی کلمات فحش جاری ہو جاتے ہیں۔

یہ تمام امور مذموم و قبیح ہیں اور از روئے شرع و آئین صراحتاً حرام اور قابل مواخذہ ہیں بدگمانی و بدگوئی خرابی طبع ہے۔ فحش گو، خبیث النفس اور ارزل و اوباش لوگوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ لعن و طعن کرنے والا فحش اور بیہودہ بکنے والا مومن نہیں ہوتا۔ بیہودہ بکنا اور عیب جوئی نفاق کی علامت ہے فحش گو پر جنت حرام ہے۔ مومن کو گالی دینا بدکاری اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔ اس کی غیبت معصیت اور اس کے مال کی حرمت مثل اس کے خون کی حرمت کے ہے۔ فحش گو ولد الزنا ہے یا اس میں شیطان شریک ہے۔

بدترین مردم دنیا وہ ہے۔ جس کے شر کے ڈر سے لوگ اس کا احترام کریں۔ جس کی زبان سے آدمی ڈریں۔ جو مومن کا نام سن کر گالیاں بکے۔ شرعاً کسی پر لعن و طعن کرنا جائز نہیں ہے سوائے اس کے کہ بہ نص شریعت اس پر لعن کرنا جائز ہو۔ جیسے کافرین ظالمین اور فاسقین وغیرہ جن پر خود خدا نے لعنت کی ہو۔

۴۴- ہم میں بادشاہ نہیں ہیں۔ کیونکہ ہم زیادتی کے خواہاں نہیں ہیں۔

بادشاہوں اور سرداروں کی ہوس ملک گیری اور طلب مال و زر کبھی کم نہیں ہوتی ہے

ہر ملک کا سربراہ اپنے کمزور اور چھوٹے پڑوسیوں کے علاقوں پر حریصانہ نظریں ڈالتا ہے۔ اور ان کو اپنے زیرنگین لانا چاہتا ہے۔ زمانہ قدیم میں یہ کام طاقت کے زور پر انجام پاتا تھا۔ آج کل سازشوں اور امداد و تعاون کے نام سے قرضوں میں پھنسا کر یا پھر حکومت کا تختہ سازش سے اُلٹ کر اپنے ہاتھ میں کھیلنے والے اور اپنے تابع فرمان شخص کو مسند اقتدار پر بٹھلایا جاتا ہے۔ اور اس کے ذریعے پورے ملک پر اپنی گرفت مضبوط کر لی جاتی ہے۔ زمانہ حال میں کشمیر، فلسطین، افغانستان اور دُنیا کے بہت سے علاقے ہمارے اس دعویٰ کو صحیح ثابت کرتے ہیں۔ کبھی اس توسیع پسندانہ مہم جوئی کا نتیجہ خونی جنگ اور خانہ جنگی کی صورت میں نکلتا ہے۔ جیساکہ قبرص و بنگال۔ ویٹ نام اور دوسرے علاقوں میں ہوا۔

ایک ڈاکو جب قتل و غارت گری کا ملزم قرار پاتا ہے، تو اس کو عدالت اور قانون قابلِ تعزیر قرار دیتے ہیں۔ لیکن ایک مہذب حکومت جب بغیر اعلان جنگ اپنے پڑوسی کی سرحدوں پر شبخون مارتی ہے۔ اور رات کی تاریکی بین الاقوامی سرحدیں عبور کر کے نہتے دیہاتیوں اور کمزور عورتوں و بچوں کو بے گھر و بے در کرتی۔ ان کی عزت و ناموس مال و متاع لوٹ لیا جاتا ہے ان کو آگ اور خون کی بارش میں اپنے گھروں سے نکلنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے تو اس جرم کو اپنے ملک و قوم کی حفاظت اور اپنے مفادات کا تحفظ کہا جاتا ہے۔

اس لئے بادشاہت، آمریت۔ ملوکیت اور موجودہ دور میں جمہوریت یا مارکسیت یہ سب طریق ہائے حکومت صرف اپنے ملک یا قوم کے مفادات کی حفاظت کی خاطر دوسروں کی ہلاکت و بربادی کے نقیب اور حامی ہیں۔ ہر دور میں اس قسم کی حکومتوں اور حکمرانوں نے اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے امن عالم کو تباہ کیا۔ انسانیت کی تذلیل کی اور حقوقِ انسانی پر ڈاکہ ڈالا۔ دُنیا میں امن صرف اس صورت میں قائم ہو سکتا ہے۔ جب انسان قناعت پسندی اختیار کرے، موت کو برحق سمجھے۔ حیات دنیاوی عارضی اور موت کے بعد کی حیات کو ابدی جانے۔ خوف خُدا اور خوف یوم الحساب سے ہر لمحہ لرزتا رہے۔

مذہب کی تعلیمات پر خلوص سے عامل ہو۔

ذوالقرنین جب داخل ظلمات ہوئے تو ان کی نظر ایک خوش رُو نوجوان پر پڑی۔ جو آسمان کی جانب رُخ کئے اپنا ایک ہاتھ منہ پر رکھے کھڑا تھا۔ اس نے ذوالقرنین سے کہا کیا وہ کشادہ دُنیا جس کو چھوڑ کر تم یہاں آئے ہو تمہارے لئے کافی نہ تھی کہ تم اس جگہ پہنچے۔ ذوالقرنین نے پوچھا تم اپنے دہن پر ہاتھ کیوں رکھے۔ اس نے کہا اے ذوالقرنین میں ہی صُور پھونکوں گا۔ میں قیامت کے انتظار میں ہوں۔ کہ خدا حکم دے اور میں صُور پھونکوں پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک پتھر جیسی شے ذوالقرنین کو دی اور کہا جب اس کو بھوک لگے گی۔ تم کو بھی بھوک لگے گی۔ جب یہ سیر ہو جائے گا۔ تم بھی سیر ہو جاؤ گے۔ ذوالقرنین وہ پتھر لے کر اپنے لوگوں میں آئے۔ ان کو سارا واقعہ بتلایا۔ اور کہا اس کے وزن سے مجھ کو آگاہ کرو۔ مگر وہ پتھر اتنا وزنی ہو گیا۔ کہ ہزار پتھر اس کے برابر کے پلہ میں رکھے گئے۔ مگر پھر بھی وہ پتھر بھاری رہا۔ لوگوں نے کہا اے بادشاہ! اس کا معاملہ ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ خضرؑ نے کہا اس کا معاملہ تو میں بتلاؤں گا۔ یہ علم مجھ کو خدا کی جانب سے ملا ہے۔ خضرؑ نے ترازو اور پتھر اُٹھایا اور وہ پتھر ایک پلہ میں رکھا۔ اور دُوسرے پلہ میں اس کی جسامت کا دُوسرا پتھر رکھا۔ پھر ایک مُشت خاک اُٹھا کر اُس پتھر پر ڈال دی۔ جو ذوالقرنین لائے تھے جس سے اس کے پلہ میں وزن کا مزید اضافہ ہو گیا۔ اب خضرؑ نے ترازو اُٹھایا۔ وزن کرنے کے لئے تو دونوں پلے برابر ہوتے۔ یہ دیکھ کر سب کو تعجب ہوا۔ اور سجدہ میں گر پڑے خضرؑ نے کہا فرزند آدم کی مثال اس پتھر کی سی ہے۔ ہزار پتھر اس کے مقابل آئے پھر بھی ضرورت باقی رہی۔ مگر جب اس پر مشت خاک پڑ گئی۔ تو وہ کافی ہو گئی۔

اے بادشاہ آپ کی مثال بھی ایسی ہی ہے۔ خدا نے وہ ملک آپ کو عطا کیا جو ظاہر ہے کسی کو نہیں ملا لیکن آپ اس پر راضی نہ ہوئے بلکہ ایسی خواہش کی۔ جیسی کسی نہ کی اور اس جگہ داخل ہوئے۔ جہاں انسانوں اور جنّوں میں سے کوئی بھی داخل نہ ہوا تھا۔

پس انسان کی یہی حالت ہے کہ سیر نہیں ہوتا۔ جب تک قبر میں اس پہ خاک نہیں ڈال دی جاتی۔
حُبِ دُنیا خدا اور بندگانِ خدا کی دشمن ہے۔ خواہ وہ بندے خدا کے دوست ہوں یا دشمن ۔۔۔۔۔ خدا سے دشمنی یہ کہ اس کے بندوں کے راستوں کو مسدود کرتی ہے اور ان کو اپنی آرائش ظاہرہ پر فریفتہ کرتی ہے۔ اسی لئے جو روزی خدا نے ان کے لئے خلق کی ہے اس پر نظر نہیں کرتے۔ بلکہ ساری دُنیا کو تسخیر کر لینا چاہتے ہیں۔ اور دوستانِ خدا سے اس کی عداوت یہ ہے اپنے کو ہر لحظہ آراستہ کرتی ہے اس کی نعمتوں کو ان پر ظاہر کرتی ہے اپنی رنگینی کا جلوہ دکھلاتی ہے "تاکہ صبر ان کا دشوار ہو اور اس کا ترک کرنا ان کو تلخ اور ناگوار معلوم ہو۔ دشمنانِ خدا سے اس کی دوستی یہ ہے۔ اپنے دام کو ان کے راستہ میں بچھا کر مکروفریب سے اس کو اپنی جانب کھینچ کر ان کی گردن میں اپنا پھندا ڈال دیتی ہے "تاکہ وہ دل سے اس کی جانب مائل رہیں۔ اور جب وہ جکڑ جاتے ہیں۔ تو ایک دم سے ان کو دھوکہ دے کر الگ ہو جاتی ہے

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ
یہ وہ لوگ ہیں جو متاعِ حیاتِ چند روزہ دنیا کو آخرت کے بدلے میں خرید چکے ہیں۔ اور اب عذاب ان
الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ٥ البقرہ ۸۶/۲
کا کم ہوتا ہے۔ اور نہ ہی کوئی ان کی اعانت اور یاوری کرتا ہے۔

حقیقتِ دُنیا دو قسم پر ہے ایک دُنیا کو وسیلہ آخرت بنانا اور دوسرا دُنیا کو حصولِ لذات کا ذریعہ بنانا اگر اس دُنیا کو ایسا زینہ بنایا جائے جو آخرت میں بہتر مقام پر لے جاتا ہو۔ تو یہ بہت اچھا مقام ہے۔ اور یہ عمدہ انجام ہے انسان کا۔

لیکن اگر اسی دُنیا کو لذاتِ دُنیا جذباتِ شہوانیہ، تسکینِ نفسِ حیوانی اور تکمیلِ ہوس اور حرص کا سبب بنا لیا جائے تو یہ مذموم اور بُری ہے۔ ہر مذہب نے اس کی مذمت کی ہے۔ پیغمبروں نے اس کو حرام بتایا۔ عاقلوں نے اس کو بُرا کہا ہے۔ ہوا و حرص سے مُراد دنیاوی لذتیں اور شہوتیں ہیں جس سے مختلف بدخصلتیں پیدا ہوتی ہیں۔

ریا، حسد، غرور، فخر۔ بدگمانی۔ طمع۔ حرص یہ سب انسان کو دوزخ کا ایندھن بنانے کے لئے کافی ہیں چونکہ انسان کو اپنے دنیا میں آنے کی حکمت اور فلسفہ نہیں معلوم ہے لہذا وہ دُنیا کے جال میں مثل ریشم کے کیڑے کے جکڑا ہوا ہے۔ عام آدمی اس حکمت اور فلسفہ کے معلوم کرنے کی کوشش بھی نہیں کرتا۔ ہر انسان کی بنیادی ضروریات۔ روٹی۔ کپڑا اور مکان ہے ان تینوں ضروریات حیات کی تکمیل کے لیئے پانچ بنیادی صنعتیں منجانب خدا وحی کے ذریعہ اس کے پیغمبروں نے انسانوں کو سکھلائیں۔ وہ یہ ہیں۔ زراعت۔ گلہ بانی۔ پارچہ بافی۔ معماری اور شکار کرنا۔ ان پانچ صنعتوں سے بے شمار صنعتیں وجود میں آگئیں۔ اور ہر شخص ان میں سے کسی ایک میں مشغول ہو کر اپنا رزق حاصل کر رہا ہے مگر انسانوں میں کچھ نکمے۔ کاہل۔ آرام کے طالب عیش و راحت کے دلدادہ طاقتور لوگ بھی ہوتے ہیں۔ جو ابتدائی عمر سے لغویات میں پھنس جاتے ہیں۔ اور دوسروں کی محنت اور مال پر عیش و راحت سے گزارہ کرتے ہیں۔ انہیں میں سے بادشاہوں، امروں، ملوک، و روساء کی نسل پیدا ہوتی ہے۔ اور انہیں کے درمیان سے ڈکیت۔ رہزن۔ لیٹرے۔ اور گداگر جنم لیتے ہیں۔

دُنیا کے حریص پیغمبر خدا کی نگاہ میں

حدیث فرمایا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ قیامت کے دن ایک گروہ لایا جائے گا جس کے اعمال حسنہ پہاڑوں کے برابر ہوں گے۔ مگر خدا ان کو جہنم میں ڈالنے کا حکم دے گا۔ سائل نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا وہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔ جواب ملا۔ وہ نمازی، روزہ دار۔ حاجی اور زکوۃ دینے والے شب بیداری کرنے والے تھے۔ مگر طالب دُنیا بھی تھے۔ دُنیا کے بے حد حریص تھے۔

فرمایا پیغمبر خدا نے جو کوئی دُنیا کا حریص ہوتا ہے۔ اور اس کی جانب مائل ہوتا ہے خدا اس کے دل کو اندھا کر دیتا ہے۔ اس کا کاروبار جس قدر طویل ہوتا ہے اور جس قدر اس

کی خواہش دُنیا بڑھتی ہے۔ اسی قدر اس کے دل کا اندھا پن زیادہ ہوتا جاتا ہے۔

بانئے اسلام نے فرمایا جو شخص دُنیا سے دوری اختیار کرتا ہے۔ اُس کے علائق سے پرہیز کرتا ہے۔ اپنی اُمیدوں اور آرزوں خواہشات کو کم کرتا ہے۔ حق تعالیٰ اس کو علم عطا کرتا ہے بغیر اس کے کہ کوئی دوسرا اس کو تعلیم دے یا رہنمائی کرے۔

دین اسلام کو خراب کرنے والوں کے اوصاف

حبیبِ خدا نے فرمایا۔ میں تمہارے فقر سے نہیں ڈرتا۔ بلکہ تمہاری مالداری سے خوفزدہ ہوں کہ تم طالبِ دُنیا بن جاؤ گے۔ جیسے کہ تم سے پہلی اُمتوں کی جانب دُنیا نے رغبت کی اور ان کو گمراہ کیا۔ اسی طرح تمہاری جانب دُنیا رغبت کر کے تم کو بھی ویسے ہی ہلاک کرے جیسے پہلی اُمتیں ہلاک ہو چکی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ میرے بعد ایسی قوم پیدا ہوگی۔ جو پاکیزہ و نفیس غذا کھائیں گے۔ خوبصورت عورتیں کریں گے۔ ملبوس نفیس زیب تن کریں گے خوشنما گھوڑوں پر سواری کریں گے۔ مگر ان کا پیٹ کبھی نہ بھرے گا۔ ان کا نفس کبھی قانع نہ ہوگا۔ شب و روز کارِ دُنیا میں مشغول ہو کر اس کی پرستش کریں گے۔ اور اپنی خواہشات نفس کی اطاعت کریں گے پس یہ حکم ہے محمدؐ ابن عبداللہ کی جانب سے کہ جو شخص ایسے زمانے والوں کو دیکھے جو تمہارے فرزندوں میں سے ہوں گے۔ ان لوگوں کو سلام نہ کریں ان کے مریض کی عیادت نہ کریں۔ ان کے جنازوں میں شرکت نہ کریں۔ ان کے بوڑھوں کا احترام نہ کریں۔ جو اس حکم کی مخالفت کرے گا۔ اور منع کردہ اُمور بجا لائے گا۔ وہ گویا دینِ اسلام کو خراب کرنے والوں کی اعانت کرنے والا ہے۔

مسلمان غور کریں کہ کن لوگوں سے اجتناب کا حکم ہے کن کی مذمت کی گئی۔ کیا یہ رؤسائے جہان اور شاہانِ دُنیا نہیں ہیں۔ کیا یہ مترفین اور متکبرین کی جماعت نہیں ہے دین کی روح اور اعلیٰ صفات ان کے بدست ہی برباد ہوئیں۔

۵۔ ہمارے حالات اور احوال یکساں ہیں کیوں کہ ہم اپنے اموال کی زیادتی کو ایک دوسرے پر تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ اور صلہ رحمی کرتے ہیں۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى

اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔ اور قرابتداروں

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ

اور یتیموں اور مسکینوں اور رشتہ داروں اور ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور ہم نشین رفیق

بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ

اور مسافروں اور لونڈی غلاموں کے ساتھ نیکی کرتے رہو۔ بے شک خدا ان کو دوست نہیں

كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝ النساء $\frac{36}{4}$

رکھتا جو تکبر ہوں اور شیخی مارنے والے ہوں (اور کنجوس ہوں) اور لوگوں کو بخیل ہونے کی رائے دیتے ہوں۔

صلہ رحمی

پیغمبر اسلام نے فرمایا میں تمام حاضرین و غائبین امت کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ صلہ رحمی بجا لائیں۔ اگرچہ وہ ایک سال کی مسافت کے فاصلہ پر ہی کیوں نہ رہتے ہوں۔ یہ جزو دین ہے۔ جو لوگ چاہتے ہیں خوش رہیں۔ رزق میں اور حیات میں اضافہ ہو۔ ان کو چاہیے کہ صلہ رحمی کریں۔

بعض اقوام اہل معصیت ہیں مگر صلہ رحمی کے باعث ان کے اموال اور عمریں زیادہ ہیں بعض خاندان فاسق و فاجر ہیں۔ لیکن صلہ رحمی کے سبب سے ان کے رزق مال و گروہ میں اضافہ ہے۔ صدقہ کا ثواب صرف دس گنا ہے۔ قرض دینے کا ثواب پندرہ ۱۵ گنا ہے۔ برادر دینی کے ساتھ احسان و بخشش کا ثواب بیس ۲۰ گنا اور قرابت داروں سے احسان و حسن سلوک کرنے کا ثواب چوبیس ۲۴ گنا ہے

صلہ رحم کے فوائد یہ ہیں:۔ خلق نیک۔ دست کشادہ۔ رزق وسیع۔ اعمال پاکیزہ

اموال زیادہ۔ رَدِ بَلا۔ اجل میں تاخیر۔

صلہ رحمی کے معنی یہ ہیں :۔ ہر ایک خویش جو قرابت رکھتا ہو۔ چاہے بہت دور ہی کی کیوں نہ ہو۔ اور کوئی محرمیت ان میں نہ ہو۔ البتہ کوئی نسبت اُن میں ہو چاہے دور ہی کی کیوں نہ ہو۔ وہ اس کے ارحام سے ہے اور اس کا صلہ واجب ہے۔

قطع رحم حرام ہے

قطع رحم جو حرام ہے۔ وُہ یہ ہے کہ قرابت دار کو کوئی ایذا قولاً یا فعلاً پہنچانا یا اس کے ساتھ ناشائستہ رویہ اختیار کرنا۔ یہ حرام ہے۔

نہ کوئی بات رنج پہنچانے والی اس کو کہی جائے کہ وُہ آزردہ ہو۔ یا اس کو سکونت، لباس خوراک کی احتیاج ہو اور آپ پورا کرنے پر قادر ہیں۔ اور آپ کے پاس آپ کی ضرورت سے زائد یہ چیزیں موجود ہیں۔ تو اس میں مضائقہ نہ کیجئے۔ اس کو دے دیجئے۔ یا اس کے ساتھ کوئی ظالم ظلم کرے اور آپ اس کو دُور کرنے پر قادر ہیں لیکن اس سے کوتاہی کی جائے۔ یا کینہ اور حسد کے باعث کنارہ کشی کی جائے تو یہ قطع رحمی ہے یہ حرام ہے۔ بغیر عذر معقول کے عیادت نہ کرنا یا جب وہ سفر سے واپس آئے۔ تو اس کو دیکھنے اور ملنے کے لئے نہ جانا جب اس پہ مصیبت پڑے تو تعزیت نہ کرنا۔ یہ سب قطع رحمی میں شمار ہوں گے صِلہ رحم یہ ہے کہ مال زبان اور آبرو سے اعانت کی جائے۔ میل ملاقات اور پُرسش احوال کی جائے۔

جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے ایک قوم آئی جو ننگے پیر و ننگے بدن تھی۔ چیتے کی کھال کی طرح کے گُل کا صُوف یا عبا پہنے تھے۔ تلواریں حمائل تھیں۔ ان میں زیادہ تر قبیلہ مضر کے لوگ تھے۔ ان کے چہروں سے فاقہ کشی کی حالت ظاہر تھی۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر حضور نبی اکرم کا رُخ مبارک سُرخ ہو گیا۔ آپ حجرہ مبارک میں داخل ہوئے۔ پھر باہر آ کر آپ نے سورہ نسا اور سورہ حشر

کی یہ آیات تلاوت کیں

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ

اے انسانو! تم اپنے پروردگار سے ڈرو۔ جس نے تم کو ایک متنفس سے پیدا کیا۔ اور اس کی بچی ہوئی مٹی

مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ

سے اس کا جوڑا بنایا۔ اور ان دونوں سے بہت سے مرد عورتیں پھیلا دیں۔ اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دیکر

تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا ۝ النساء ۱/۴

تم آپس میں سوال کرتے ہو۔ اور قطع رحمی سے بچو۔ بے شک خدا تم پر نگران ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ ۝ الحشر ۱۸/۵۹

اے ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو۔ اور ہر شخص کو غور کرنا چاہیئے کہ وہ کل روز قیامت کے واسطے کیا بھیجتا ہے

یہ بات جان لینی چاہیئے کہ انسانی زندگی میں تین چیزیں لازمی ہیں۔ خواہ مرد ہو یا عورت سب اس میں برابر ہیں۔ اس لئے کہ زندگی کی بقاء عبادت الٰہی کے لئے طمانیت اور بقائے نسل کے لئے لازمی ہے کہ ہر انسان خواہ امیر ہو یا غریب، مرد ہو یا عورت اس کو یہ چیزیں میسر ہوں سربراہ خاندان قبیلہ اور سربراہ معاشرہ یا مملکت۔ حاکم وقت یا خلیفہ یا امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے حلقہ اطاعت میں ہر فرد کو اس کی ضرورت کے پیش نظر ان تینوں چیزوں کے حصول کے لئے ہمہ قسم کی آسانیاں بہم پہنچائے وہ تین بنیادی ضروریات یہ ہیں۔

۱۔ کھانے اور پینے کی سہولت۔

۲۔ لباس خواہ کسی چیز کا ہو۔

۳۔ ازدواجی زندگی کی سہولت۔

اس لئے کہ بقائے نسل اسی پر موقوف ہے۔ معاشرے کے خوشحال افراد کی بھی یہ ذمہ داری ہے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۝ آل عمران ۹۲/۳

ترجمہ۔ تم ہرگز بھلائی نہ پاسکو گے جب تک اس شے میں سے نہ خرچ کرو جس کو تم محبوب رکھتے ہو۔

مسلم معاشرے میں فاقہ کشوں کا وجود، اغنیا کی احکام الٰہی سے غفلت کا ثبوت ہے

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دولت مندوں کے مال میں اس قدر فرض کر دیا گیا ہے کہ جس قدر ان فقراء کی کفایت کر سکے پس اگر معاشرے میں کچھ لوگ بھوکے ننگے اور خستہ حال فاقہ کشی موجود ہیں تو اس کا سبب اغنیاء کی اس فرض سے کوتاہی ہے اسلام میں صدقات، فطرہ۔ زکوٰۃ۔ خیرات کے علاوہ بھی انفاق فی سبیل اللہ کا حکم قرآن میں جگہ جگہ نظر آتا ہے، عزیزوں پڑوسیوں۔ حاجت مندوں، مسکینوں۔ اسیروں، یتیموں مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں کی جانب واضح الفاظ میں اشارہ کر کے کہا گیا کہ ان کی ضروریات حاجات اور سوال کو پورا کرنا خوشنودی خدا کا موجب ہے۔ لہٰذا صاحبان مال و دولت پر واجب ہے خوراک لباس۔ و رہائش اپنے ہم عقیدہ ہم مشرب ساتھیوں کو جو مال اسباب میں ان سے کم ہیں جن کو یہ چیزیں میسر نہیں ہیں۔ فراہم کریں، اگر مسلم برادری قرآن کے مفہوم کے مطابق اپنا فرض ادا کرتی۔ تو اسلام کا فلاحی نظام خود بخود وجود میں آجاتا۔

کسی کو نفاذ نظام اسلام کا نعرہ بلند کرنے اور زکوٰۃ وصول کرنے کی ضرورت نہ پڑتی صرف دینی سربراہ کا اشارہ کافی تھا۔ یہ نظام اس لئے معطل ہوا کہ مسلمان لشکر اسلام میں مجاہدین کر گئے، اور غازی بن کر واپس ہوئے۔ اب ان کے پاس مال غنیمت کے طور امارت و ریاست کے لوازمات۔ سونا چاندی۔ کنیز اور غلام کے علاوہ زمین، باغات وجاگیرات تھیں جس کے باعث ان میں تکبّر پیدا ہوا۔ فرائض سے لاپرواہی پیدا ہوئی۔ امارت و ریاست کی بقاء و حفاظت نے ظلم و جور پر مائل کیا۔ احکام اسلام سے غفلت اور عیش و راحت سے محبت بڑھتی گئی۔

ان کو دولت و امارت کے لوازمات یعنی لذیذ غذا، خوبصورت عورتیں۔ عمدہ لباس اور خوشنما سواریاں میسر آگئیں۔ وہ کھانے پینے پہننے اور عیش طرب ونشاط کے حریص بن کر بندۂ رحمان کے بجائے بندہ نفس بن گئے۔ قناعت وصبر کی تعلیمات پس پشت ڈال دی گئیں۔ تبلیغ دین کا مقصد نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ بلا کسی عناد اور مخاصمت کے واقعات ظہور میں آنے کا انتظار کئے بغیر ہمسایوں پہ فوج کشی کر کے غنائم حاصل کئے جاتے تھے۔ سرمایہ پرست دین پرستوں پر غالب آگئے تھے۔ سرکردہ لوگوں کے گھروں میں دولت کے انبار لگے ہوئے تھے۔ بے حساب جاگیر اور باغات ہزار ہزار غلام اور کنیزیں۔ ہزاروں کی تعداد میں گھوڑے اونٹ۔ خچر اور بھیڑ بکریاں۔ دوسری جانب فقراء مدینہ جو سرراہ پتھروں پر سو رہے تھے۔ جن کے سر چھپانے کو جھونپڑی اور جسم ڈھانپنے کو کپڑا۔ پیٹ بھرنے کو روٹی تک نہ تھی۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ ۝ الروم ۴۱/۳۰

لوگوں کے ہاتھوں جو کچھ ہوا۔ اس کے سبب سے خشکی وتری میں فساد ظاہر ہوا۔

یوں اسلام کی تعلیمات سے روگردانی کے سبب سے اسلام کا فلاحی نظام معطل ہو کر رہ گیا۔ امارت وغربت کے فاصلے بڑھتے گئے۔ دلوں میں بغض وحسد نے جگہ لے لی۔ بھائی بھائی سے محبت کرنے کی بجائے عداوت رکھنے لگا۔ امراء غرباء سے بے پرواہ ہوگئے۔ خیرات و زکوٰۃ بھی وفاداریاں اور حمایت کے حصول کی خاطر تقسیم کی جاتیں تھیں۔ آخرت فراموش اور دنیا پیش نظر ہوگئی۔

حدیث جس بستی میں کوئی اس طرح صبح کرے۔ کہ رات بھر بھوک میں تڑپ کر گذاری ہو۔ تو خدا پر اس بستی کی بقا اور تحفظ کی ذمہ داری نہیں رہ جاتی۔

ملت اسلامیہ جسد واحد ہے۔ اس کی تکلیف سب کی تکلیف۔ ایک کا دکھ سب کا دکھ۔ جس کے پاس دو آدمیوں کی خوراک ہو وہ تیسرے کو مہمان بنا کر لے جائے جس کے پاس

زائد سواری ہو۔ وہ پیدل کو اپنی زائد سواری دے دے۔ یہ ہیں اسلام کے اخلاقی اور فلاحی اصول جن پر عمل کرنے والے نظر نہیں آتے۔

جس کے پاس زائد زاد راہ ہو وہ اس کے حوالے کر دے جس کے پاس کوئی زادراہ نہیں ہے۔

حدیث ایک مومن دوسرے مومن کے لئے عمارت کی اینٹوں کی مانند ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کو سنبھالے ہوئے ہے۔

خدا رحمن و رحیم ہے۔ پس جو رحم کرے گا۔ وہ گویا اپنے اس فعل کو خدا کی صفت رحم سے ملاتا ہے۔ اور اس طرح خدا کی رحمتوں کا مستحق بنتا ہے۔ خدا نے مومنین کے ساتھ صلہ رحم کی ترغیب دلائی ہے۔ ماں باپ کے ساتھ اور جن کا نسب ماں باپ سے متصل ہے۔ ان کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت کی ہے۔

اسی طرح پیغمبر اسلام نے جو عظیم نعمت اسلام ہم تک پہنچائی ہے اور اس کی جانب رہنمائی کی وہ ہمارے والدین سے زیادہ ہم پر حق رکھتے ہیں۔ ان کا حق عظیم تر ہے۔ اور اس کا قطع کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ جو رسول خدا کی حرمت کو قطع کرے اس لئے کہ حرمت رسول حرمتِ خدا ہے۔ خدا کا حق ہر منعم سے زیادہ عظیم ہے کیونکہ ہر منعم غیر خدا ہے اور جو غیر خدا ہے وہ انعام بغیر توفیقِ الٰہی کر ہی نہیں سکتا۔ اسی لئے خدا نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میں نے تم پر اپنی محبت کا پرتو ڈال دیا تھا۔ جو دیکھتا تھا تم سے محبت کرتا تھا۔

اے موسیٰ ایک بندہ اتنا گنہگار ہے کہ اس کے گناہوں کا اثر آسمان تک پہنچتا ہے مگر میں اس کو معاف کر دیتا ہوں۔ بلا تردد دیتا ہوں۔ محض ایک شریفانہ خصلت کے باعث اور وہ یہ ہے:۔

مومنین کو دوست رکھتا ہے۔ اس کی کفالت کرتا ہے ان کو اپنے برابر کی سطح پر رکھتا ہے غرور و گھمنڈ سے دور رہتا ہے اس لئے میں اس کو معاف کر دیتا ہوں۔ اور پرواہ نہیں کرتا

کہ کسی معاملے میں اس نے میری نافرمانی کی ہے ۔غرور و تکبر صرف مجھ کو ہی زیبا ہے اور جو کوئی ان دو صفات میں میری ہمسری کی کوشش کرتا ہے ۔ اس کو میں آگ میں جلاؤں گا۔ یہ میری عظمت ہے کہ میں کسی بندہ کو اس فانی دنیا میں مال و دولت دیتا ہوں اب اگر وہ تکبر کا مظاہرہ کرتا ہے تو میں اس کا ہاتھ کوتاہ کر دیتا ہوں۔ اس لئے کہ اس نے میرے عظیم جلال کو سبک شمار کیا وہ رحم جس کو خدا نے رحمٰن سے مشتق کیا ہے۔ رحم محمدؐ ہے خدا کو عظیم اور بزرگ سمجھنا یہ بھی ہے کہ محمدؐ کو بھی عظیم اور بزرگ جانے اور محمدؐ کے رحم اور قرابت کو عظیم جانے ہر مومن اور مومنہ جو حب محمدؐ و آل محمدؐ اور ان کی معرفت رکھتا ہے۔ ان کی آل سے اُلفت رکھتا ہے۔ وہ رحم محمدؐ سے ہے ان کی تعظیم کرنا محمدؐ کی تعظیم ہے۔ اُن سے محبت کرنا محمدؐ سے محبت کرنا ہے۔

۶۔ ہمارے درمیان نزاع اور اختلاف نہیں ہے اس لئے کہ ہم ایک دوسرے سے الفت و محبت رکھتے ہیں ۔

اسلام نے بہت تاکید کی ہے مومنین کو ایک دوسرے سے محبت کرنے اور مودّت رکھنے کی۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا ٥ مریم ۹۶/۱۹

جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے عنقریب خدائے رحمان ان کے لئے ایک محبت قرار دے گا۔

قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ وَمَن يَقْتَرِفْ

تم کہہ دو میں اس تبلیغ رسالت کی کوئی اجرت طلب نہیں کرتا بلکہ اپنے قرابت داروں کی محبت اور جو

حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا ٥ الشوریٰ ۲۳/۴۲

اس کے بارے میں کوئی نیکی کرے گا اس کی خاطر سے ہم اس کی نیکی کو بہت بڑھا دیں گے ۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ ٥ الحجرات ۱۰/۴۹

سوائے اس کے کچھ نہیں کہ مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں ۔

جب سے اسلام اس دُنیا میں موجود ہے یہ اخوت اور محبت بھی اسلام کا خاص اور لازمی جزو قرار پائی۔ مگر اس میں رخنہ پڑا تو وسوسہ شیطانی سے اور طلب امارت و ریاست سے۔ (ابوالکلام آزاد)

جن لوگوں نے طالبان دُنیا اور بندگان ہوا اور حرص کی مذمت کی وہ معتوب اور مقہور ہوئے اور جنہوں نے امارت و دولت و ریاست اور امیر و حاکم کو محبوب رکھا اور ظالمین کے ظلم و جور کی مذمت نہ کی۔ غاصبین اور ملوک جبابرہ کی ہر حالت میں اطاعت کی وہ امیر و حاکم کی نوازشات اور جود و سخا کے مرکز قرار پائے۔

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی اسلام کا اقتصادی نظام میں لکھتے ہیں:۔

مسلم حکمرانوں نے اپنے ذاتی لالچ حکمرانی میں اُس بہترین نظام اُخوت اور محبت کو (بدل دیا) جو اسلام نے عام خوشحالی اور عام مساوات حق معیشت اور معاشرت پر اپنے معاشی نظام کی ریڑھ کی ہڈی تصور کرکے رائج کیا تھا (خود ساختہ امیروں) نے اس کو خود اپنے ہاتھوں سے بدل ڈالا۔ برباد کر ڈالا۔ کیونکہ وہ یہ نہ برداشت کر سکے کہ خلافت تنفیذ قوانین الٰہی کے لئے صرف نیابت اور خدمت خلق کی حیثیت میں ظاہر ہو۔ اور ذاتی اقتدار اعلیٰ اور شخصی حکومت اور صولت کی شکل نہ اختیار کر سکے۔ چنانچہ ایک عرصہ تک اگرچہ نام خلافت کا ہی استعمال ہوتا رہا۔ مگر ہمیشہ اس کے پردہ میں شہنشاہی اور سلطانی کو مسند آراء خلافت بنا رکھا۔"

اسلام ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا ایسا بھائی قرار دیتا ہے جو اگر اپنے بھائی کی جیب میں ہاتھ ڈال کر کچھ نکال لے۔ تو دوسرے بھائی کو بُرا نہ لگے۔

اسلام ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کی محبت کو فرض قرار دیتا ہے۔ اور یہ اسلام کی خاص نشانی ہے۔

اسلام نے رسولؐ کے قرابت داروں کی مودت (محبت عقیدت کے ساتھ) کو اجر

رسالت قرار دیا ہے۔

اِسلام کے معنی ہیں صلح و سلامتی۔ السلام علیکم ۔(تم سلامت رہو) وعلیکم السلام (اور تم بھی سلامت رہو)

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ۝ یٰس ۵۸/۳۶

حُبِّ دُنیا نے حُبِّ برادرِ مومن کی جگہ لے لی اور اخوتِ اسلامی مجروح ہوگئی اِسلام حسد دُشمنی عداوت ۔نسلی ۔لسانی ۔علاقائی اور جُغرافیائی تشخص اور امتیاز سے بالاتر ہو کر اسلامی برادری قائم کرتا ہے ۔اور ایک عالمگیر انسانی برادری کی داغ بیل ڈالتا ہے مگر ابلیس کی پیدا کردہ خواہشات تزکیہ نفس کی راہ میں حائل ہوئیں ۔حُبِّ دنیا اکابر کے دلوں کو بھاگئی ۔بڑا بننے کی خواہش حکومت و اقتدار کی چاشنی مسلمانوں کو افتراق اور انتشار کی راہ پڑ گئے۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ

اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو تم پر نازل کی گئی جبکہ تم اسلام سے پہلے ایک دوسرے کے دشمن

فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۝ آل عمران ۱۰۳/۳

تھے مگر اسلام نے تمہارے دلوں میں الفت اور محبت پیدا کردی اور دُشمنی کی جگہ ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن گئے

دُنیا کے تمام رشتے ناطے ٹوٹ سکتے ہیں مگر یہ رشتہ اخوت جو ایمان اور اسلام کے باعث قائم ہوا نہیں ٹوٹ سکتا ایک باپ اپنے بیٹے سے ناراض ہو سکتا ہے ۔ایک ماں اپنے گود کے بچے کو جدا کر سکتی ہے ۔ایک بھائی اپنے سگے بھائی کا دشمن جان بن سکتا ہے۔ ایک بیٹا اور بیٹی والدین سے جدا ہو سکتے ہیں ۔زن و شوہر میں جدائی ہو جاتی ہے۔ دُنیا کے تمام رشتے اور عہد مودت اور دوستی کے پیمان شکست ہو سکتے ہیں ۔پیمانِ وفا اور محبت ناکام ہو جاتے ہیں ۔مگر جو رشتہ ایک چینی مُسلمان کو افریقی مُسلم سے ایک عرب بدو چرواہے کو ایک تاتاری خانہ بدوش سے اور ایک ہندی مُسلم کو مکہ معظمہ کے صحیح النسب قریشی و ہاشمی سے پیوست اور یک جان و

ایک قالب کرتا ہے۔ جس رشتہ ایمان نے فارس کے سلمان کو اہل بیت رسالت کا ہم نشین بنا دیا۔ جس نے بلال حبشی کو افریقہ کے صحرا سے نکال کر مدینۃ الرسول کا موذن بنا دیا۔ دُنیا کی کوئی طاقت اس رشتہ الفت اور محبت کو نہیں توڑ سکتی۔ سوائے حبّ دُنیا۔ آہ اِحُبِ دُنیا نے خونِ مسلم کو ارزاں کر دیا۔ مُسلمان مُسلمان کا گلا کاٹنے لگا۔ کاش وہ فلسفہ اسلام پر غور کرتے۔

رسُولؐ خدا نے حکم الٰہی سے مسلمانوں کو ایک طریقہ بتلایا تھا۔ سلامتی حاصل کرنے کا محبت اُجاگر کرنے کا

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۵ احزاب $\frac{56}{33}$

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ اے ایمان لانے والو تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو جو حق ہے صلوٰت بھیجنے کا۔

اس مرکز محبت و عقیدت کو مسلمانوں نے بدل دیا۔ اس کی شناخت میں شبہ ہو گیا۔ لوگوں نے اپنے اپنے مرکز عقیدت و محبت جُدا جُدا بنا لئے۔ ہر ایک کا مرکز عقیدت و محبت بدل جانے سے ایک دوسرے سے الفت و محبت کے بجائے بغض و حسد و رقابت کا باعث بن گیا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ہر مخلوق ایک دوسرے سے باہم رشتہ محبت و اخوت میں بندھی ہوئی ہے اسی میں زندگی ہے۔ چرند و پرند متحد ہو کر غول بنا کر رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ حشرات الارض کیڑے مکوڑے بھی مچھر و مکھیاں بھی صحرائی و دریائی مخلوق بھی یکجا رہنے کو اپنی بقا کا سبب جانتے ہیں۔ اتحاد و اتفاق طاقت ہے۔ اتحاد و اتفاق کا ذریعہ محبت اور اخوت ہے اصول تمدن و اخلاق کی تمام کتب جو انسانوں کی تصنیف و تالیف ہیں درس محبت و اخلاص سے مملو نظر آتی ہیں۔ تمام الہامی کتب اپنے پیروکاروں کو یہی درس دیتی ہیں۔

انجیل میں آج تک یہ الفاظ موجود ہیں۔

اگر مجھے نبوت ملے اور سب قدرتی رازوں و علوم کی واقفیت ہو اور میرا ایمان یہاں تک

کامل ہو۔ کہ میں پہاڑوں کو ہٹا دوں۔ اور میں محبت نہ رکھوں۔ تو میں کچھ بھی نہیں ہوں اگر اپنا سارا مال غریبوں کو دے دوں۔ اور اپنا بدن جلا دوں اور محبت نہ رکھوں تو مجھے کچھ بھی فائدہ نہیں ہوگا۔

محبت ہی صابر ہے مہربان ہے محبت حسد نہیں کرتی۔ محبت شیخی نہیں مارتی۔ اور پھولتی نہیں۔ محبت نازیبا کام نہیں کرتی۔ محبت بہتری چاہتی ہے۔ جھنجھلاتی نہیں۔ بدگمانی نہیں کرتی۔ بدکاری سے خوش نہیں ہوتی۔ راستی سے خوش ہوتی ہے۔ سب کچھ سہہ لیتی ہے سب کچھ یقین کر لیتی ہے۔ سب باتوں کو برداشت کر لیتی ہے۔ محبت کو زوال نہیں ہے۔ نبوتیں ہوں تو موقوف ہو جائیں گی۔ زبانیں جاتی رہیں گی۔ علم مٹ جائے گا کیونکہ ہمارا علم ناقص ہے ہماری محبت ناتمام ہے لیکن جب کامل آجائے گا تو ناتمام جاتا رہے گا۔

(دیکھو انجیل کرنتھیوں ب ۱۳ ع ۲ تا ۱۳)

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ

لیکن خدا نے تم کو ایمان کی محبت دے دی ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں عمدہ کر کے دکھلایا ہے اور

وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ (الحجرات ۴۹)

کفر و بدکاری اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا ہے یہی لوگ خدا کے فضل اور احسان سے راہ ہدایت پر ہیں۔

ایسا ہی مسلم معاشرہ محبوب اور مطلوب خداوند عالم ہے۔

یہ ایمان اور اسلام سے محبت کا کرشمہ تھا۔ جو سید الشہداء امام حسین علیہ السلام اور ان کے رفقاء نے کربلا کی تپتی ریت پر تین دن کی بھوک پیاس میں زخم نیزہ و خنجر و شمشیر و سنان بخوشی برداشت کر کے حق و صداقت کی راہ پر گامزن رہے اور وہ حیات ابدی حاصل کر گئے کہ دنیا میں بہت سے لوگ آج تک ان کی محبت میں ماتم کناں ہیں۔ اپنا خون بہاتے ہیں۔ اور سینہ کوبی کرتے ہیں۔ اور اشکوں سے نذرانہ وفا اور ہدیہ اخلاص و محبت پیش کرتے ہیں۔ (یہ مرکز محبت ہیں۔)

آج مسلمان اتحاد و اتفاق کی نعمت سے محروم ہے لہٰذا اس کی دولت و ریاست بھی اس کو دشمن کے ظلم و ستم سے اماں دینے میں ناکام ہے ننّھا اسرائیل اس چیونٹی کی طرح جو ہاتھی کی موت کا سبب بنتی ہے مسلمان کی ناک پر بیٹھ کر اس کی ہلاکت کی تدبیریں کر رہا ہے۔

مگر مسلمان یہود و نصاریٰ جیسے دشمنوں کو نظر انداز کر کے ان مسائل پر تفرقہ بازی کر رہا ہے:۔

۱۔ عید میلاد النبیؐ منانا جائز ہے یا ناجائز۔

۲۔ یا رسول اللہؐ کہنا جائز ہے یا ناجائز۔

۳۔ یا علی کہنا جائز ہے یا ناجائز۔

۴۔ مجلس عزا جشن برپا کرنا جلوس عزا نکالنا جائز ہے یا ناجائز۔

۵۔ قبور پر جانا اور مردوں کے لیے سورہ فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا ناجائز۔

۶۔ اذان سے قبل درود و سلام پڑھنا جائز ہے یا غلط

۷۔ بسم اللہ بالجہر کہنا درست ہے یا غلط ہے۔

۸۔ انبیاء اولیاء اللہ اور شہیدان اسلام کے مزارات پر جانا۔ فاتحہ پڑھنا اور ان کے توسل سے دعا مانگنا درست ہے یا غلط ہے۔

بڑے خطرناک دشمن اور ازلی حریف سے آنکھیں بند کر کے ہم فقہ کی بھول بھلیوں میں بھٹک رہے ہیں۔ اور آپس ہی میں دست بگریباں ہیں۔ آخر وجہ کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ اسلام کو نقصان مسلمانوں نے ہی پہنچایا ہے۔

۷۔ ہم ایک دوسرے کو قتل نہیں کرتے اس لئے کہ ہم صحیح ارادے کے ساتھ اپنی طبیعتوں پر غالب آگئے ہیں۔ اور ہم نے اپنے نفسوں کی اصلاح علم اور بردباری سے کی ہے۔

اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ٥ البقرہ ۱۵۳/۲

اے ایمان والو! صبر و صلوٰۃ کے ذریعہ سے مدد مانگو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

قتل و خونریزی اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ انسان حالت غیض و غضب میں صبر کا دامن چھوڑ دیتا ہے۔ حلم و بردباری نہیں اختیار کرتا غصہ میں آکر مشتعل ہو جاتا ہے اور فریق مخالف جو اشتعال دلاتا ہے اس سے ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ غیض و غضب قتل اور خونریزی کا باعث بنتا ہے۔ فرمایا پیغمبر اسلام نے جو شخص آدمیوں پر غصہ نہ کرے۔ خدا بھی قیامت کے دن اس پر عذاب نہیں کرے گا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ توریت میں یہ حکم نازل ہوا تھا۔

اپنے غصہ کو سنبھالو۔ میں نے تم کو صاحب اختیار کیا ہے۔ تاکہ میں بھی اپنا غضب تم پر نہ کروں۔ خدا نے اپنے پیغمبروں سے کہلایا۔ اے فرزند آدم جس وقت تو غصہ میں آئے تو مجھ کو یاد کر تاکہ میں بھی تجھ کو یاد کروں اور ہلاک نہ کروں۔

جو شخص اپنے غصہ کو روکتا ہے خدا بھی اس کے عیوب کو ہر کسی سے پوشیدہ کرتا ہے۔ بنی اسرائیل میں جو بادشاہ ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ ایک دانش مند حکیم رہتا تھا۔ جس کے پاس ایک کتاب ہوتی تھی۔ جب بادشاہ کو غصہ آتا تو وہ حکیم اس کتاب کو کھول کر پڑھنا شروع کر دیتا اس میں لکھا تھا۔

۱۔ زیردستوں پر رحم کرو۔ ۲ موت سے ڈرو۔ ۳ روز جزا کو نہ بھولو۔

یہ الفاظ سن کر بادشاہ کا غصہ دور ہو جاتا تھا۔

حلیم و بردبار۔ غالب و قادر تمام لوگوں کی نظروں میں عزیز اور محترم ہوتا ہے اور صاحب غضب ہمیشہ پریشان حال اور مغلوب رہتا ہے۔ ہر ایک کی نظر میں بے وقعت۔ جو شخص کمزور پر غصہ کرتا ہے اس کو سوچنا چاہیئے۔ اس ضعیف اور ناتواں پر جو قدرت اس کو حاصل ہے۔ اس سے کہیں زیادہ خداوند عالم قادر اور قابض کو اس پر تسلط حاصل ہے پس حالت

غضب میں سوچ لینا چاہیئے کہ کہیں خداوند عالم جو قہار اور جبار بھی ہے۔ اسی طرح اس پر اپنا غضب نہ نازل کرے۔

بیماری دل اور نقصان عقل کے سبب سے غضب پیدا ہوتا ہے۔

غصہ اور غیض و غضب باعث ضعف نفس ہے۔ شجاعت اور قوت نفس نہیں ہے اسی وجہ سے دیوانہ بہ نسبت عقل مند کے اور مریض بہ نسبت تندرست کے اور بوڑھے ضعیف بہ نسبت جوانان صحیح المزاج کے اور بداخلاق بہ نسبت صاحبان نیک اخلاق بہت جلد غصہ میں آجاتے ہیں۔ جیساکہ دیکھا جاتا ہے۔ صاحب نفس قوی کا مرتبہ اس سے بہت بلند ہے۔ حلم اور بردباری اور غصہ کے وقت اپنے آپ کو سنبھالنا، انبیاء اولیاء، عقلاء و حکماء اور صاحبان ذوالاقتدار کا حصہ ہے۔

رذیل اور اوباش۔ نادان و جہال بہت جلد غصہ میں آجاتے ہیں۔

★ پانچ چیزیں طریقہ پیغمبران مرسل سے ہیں۔ ان میں سے ایک صفت حلم و بردباری ہے، اپنے مرتبہ کو بلند کرو اس طرح کہ

۱۔ جو تیری دوستی کو قطع کرے تو اس کے ساتھ دوستی کر۔

۲۔ جو کوئی اپنی نیکی سے تجھ کو محروم کرے۔ تو اس کے ساتھ نیکی کر۔

۳۔ جو کوئی تیرے ساتھ نادانی کرے تو اس کے ساتھ حلم سے پیش آ۔

۴۔ بندہ مسلم حلم کے ذریعہ سے اس شخص کے رتبہ کو پہنچتا ہے جو دن کو روزہ دار ہو۔ اور رات کو عبادت الٰہی میں بسر کرتا ہو۔

۵۔ خدا حلیم کو دوست رکھتا ہے اور فحش گو کو دشمن۔

★ تین چیزیں ہیں جو کوئی ان میں سے کوئی چیز بھی نہ رکھتا ہو۔ اس کا کوئی عمل فائدہ بخش نہیں ہوتا۔

۱۔ تقویٰ جو گناہوں سے باز رکھے۔

۲۔ حلم جو نادانوں کو زبان درازی سے بچائے۔

۳۔ خلق نیک جس کے ساتھ لوگوں میں زندگی بسر کرے۔

قیامت کے دن ایک گروہ بہشت کی جانب جائے گا۔ فرشتے اُن سے بہشت میں جانے کا سبب دریافت کریں گے۔ وہ جواب دیں گے ہم افضل ہیں کیوں کہ جس وقت ہم پر ظلم ہوا تو ہم نے صبر کیا۔ جس نے ہمارے ساتھ بدی کی ہم نے معاف کر دیا۔ جو ہمارے ساتھ نادانی سے پیش آیا۔ ہم نے حلم و بُردباری سے کام لیا۔ ملائکہ کہیں گے بے شک تم افضل ہو۔ بہشت میں داخل ہو جاؤ۔

حضرت صادق آلِ محمدؐ نے فرمایا۔ علم ہر شخص کا یار اور ناصر ہے۔ اگر علم نہیں رکھتا تو حلم اختیار کرے۔

۸۔ ہماری باتیں یکساں اور ہمارا طریقہ درست ہے۔ اس لئے کہ ہم جھوٹ نہیں بولتے اور ایک دوسرے کی غیبت نہیں کرتے۔

دُنیا میں سارا شر اور فساد محض اس وجہ سے ہے کہ انسانوں کے بے شمار گروہ ہیں سب کی طبیعتیں جُدا جُدا۔ طریقے الگ الگ۔ ماحول جُدا۔ زبان جُدا۔ رہن سہن جُدا۔ رسم و رواج جُدا۔ گو سب کی ضروریات زندگی اور لوازمات حیات یکساں ہیں۔ پھر بھی ہر انسانی گروہ نے اپنے اصول و ضوابط الگ الگ مقرر کر لئے ہیں۔ یہ صرف اس باعث ہے کہ انسان کو وحی الٰہی کے ذریعہ جو طریقہ دُنیا میں زندگی بسر کرنے کا سکھلایا گیا تھا جو اصولِ اخلاق اور طرز معاشرت۔ معیشت اور تمدّن کے اصول پیغمبران اولی العزم نے رائج کئے تھے۔ اور جن پر انہوں نے سالہا سال تک خود عامل ہو کر انسان کو خوشحال زندگی بسر کرنے کا طریقہ دکھلایا تھا۔ اس پر انسان عامل نہ ہو سکا۔ بلکہ اپنی خواہشات نفس کا غلام بن کر اقوال پیغمبر۔ قوانین الٰہی اور ضابطہ اخلاق میں جھوٹ کی آمیزش کر دی۔ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی خاطر دوسروں کی بُرائی اور غیبت و حسد کر کے اپنے طور و طریقے بدل

ڈالے۔ اس طرح مختلف گروہ مختلف راہوں پر نکل چلے اور سب کی راہیں ایک نہ رہیں۔
لہٰذا ان کے طریقے اور ان کی باتیں بھی یکساں نہ رہیں۔ درست نہ رہیں غیبت سننے والے
کا گناہ بھی مثل غیبت کرنے والے کے ہے۔ مگر جب غیبت سننے سے انکار کر دے۔ یا اس
مجلس سے جس میں غیبت کی جا رہی ہو۔ اُٹھ جائے۔ یا دل میں غضب ناک ہو۔

اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ۚ النحل ۱۰۵/۱۶

جو لوگ جھوٹ سے افترا باندھتے ہیں۔ وہ خُدا پر ایمان نہیں رکھتے۔

ایمان کی بنیاد کو جھوٹ خراب کرتا ہے۔
تمام اعمال خبیثہ گھر کے دروازے کی مانند ہیں۔ اور اس دروازے کی کُنجی جھوٹ ہے۔
مومن بزدل اور بخیل ہو سکتا ہے مگر جھوٹا (مومن) نہیں ہو سکتا۔
جھوٹ آدمی کی روزی کو کم کر دیتا ہے
خُدا اور رسُولؐ اور آئمہ معصومین علیہم السلام پر جھوٹ بولنا نہایت ہی بُد ہے۔
یعنی جھوٹی حدیث بیان کرنا جھوٹا مسئلہ کہنا جھوٹ کی مذمّت میں صرف اتنا کافی ہے
کہ جھوٹ بولنے سے روزہ باطل ہو جاتا ہے۔ جھوٹی گواہی دینے والا مثل بُت پرست
کے ہے۔ اور جھوٹی قسم کھانا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے۔

فقہانے بہت سے مسائل میں اختلاف کیا ہے۔ جس کی بناء اس پر ہے کہ ہر ایک فقیہہ
اور مجتہد کے نزدیک کسی حکم کی عِلّت اور اس کی حکمت اور مصلحت کے لئے اس کا
فلسفہ جُدا ہوتا ہے۔ اس لئے حق بات دریافت کرنا اور دو مختلف اقوال کا محاکمہ کرنا بیحد
مشکل کام ہے۔

اہل بدعت نے بیشتر عقائد و اعمال کی بابت شکوک وشبہات کا طوفان مہیا کر رکھا
ہے۔ جن عقائد اور اعمال کی حکمت اور فلسفہ تک ان کی کوتاہ عقل نہ پہنچی یا ان کی خواہش
اس کے خلاف ہوئی۔ ان کو وُہ خلاف عقل سمجھ کر رد کر دیتے ہیں۔ یوں وہ اپنے رسولؐ کی

تعلیمات سے انحراف کرکے متفرق گروہوں میں بٹ گئے۔ اس میں جھوٹ کی آمیزش وضعی احادیث سے ہوئی اور غیبت وحسد کے باعث شر اور فساد پھیلا۔

ہر گروہ حامی دین بن کر دوسروں کو مرتد اور کافر کہنے لگا۔ اگر انہوں نے اپنے طریقے مختلف نہ کرلئے ہوتے تو عین ممکن تھا کہ ان کو قرآن و سنت نبوی میں کسی اختلاف کا سامنا نہ کرنا پڑتا اور دین اپنی اصلی شکل میں ان کے پاس موجود رہتا۔ ان کے تمام امور یکساں اور طریقے درست ہوتے اصل باعث اختلاف فقیہہ اور مجتہد کے مختلف فقہ پر عمل کے باعث ہے۔ ہر چیز میں اختلاف ہے۔ اذان۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ خمس۔ کلمہ شوریٰ۔ وصایا۔ غذا۔ نکاح۔ کفن ودفن۔ سب باتوں میں طریقے مختلف کتاب ایک تاویل الگ الگ سنت ایک تشریح جدا۔ مرکز و منزل ایک، راستے جدا جدا۔ اگر اختلاف امت کا یہ مطلب لیا جائے کہ ایک امام کچھ فتویٰ دے، اور دوسرا اس سے مختلف حکم لگائے تو یہ اختلاف امت رحمت نہیں بلکہ زحمت ہے۔ اس کا عملی نمونہ مسلمانوں کے مختلف گروہوں کے اختلاف کے باعث جو تباہی اور بربادی اس قوم کی ہوئی اور اب بھی ہو رہی ہے۔ وہ تاریخ کے اوراق پر بھی ثبت ہے اور ہماری آنکھوں کے سامنے بھی ہے۔

اگر ہمارے اول اور آخر سب کا قول وفعل اور عمل یکساں ہوتا تو کوئی اختلاف نہ ہوتا اگر امت اسی طریقہ اور راستے پر قائم رہتی جو رسولِ اسلام مقرر کر گئے تھے۔ تو کوئی اختلاف نہ ہوتا۔ مگر وہ طریقہ بدلا گیا اور ہر منزل پر جدا جدا طریقے اختیار کئے گئے۔ اور ہر طریقے کو احسن اور رحمت قرار دیا گیا۔ لیکن یہ اختلاف زحمت بن کر ہم کو ریچھ کی طرح چمٹ گیا ہے۔ کہ ہم تو کمبل کو چھوڑنا چاہتے ہیں مگر کمبل ہم کو نہیں چھوڑتا

مولانا ابوالکلام آزاد نے ایک خطبہ میں فرمایا۔ "علمائے کرام تواصو بالحق اور تواصو بالصبر کا مقصد اور مطلب یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ جو بھی کسی طرح سے حکومت و

ریاست مسلمین پر قابض ہو جائے اس کی اطاعت صبر کے ساتھ کرو اور حق پر قائم رہو۔ حالانکہ تواصو بالحق اور تواصو بالصبر کے اصلی معنی و مفہوم وہ ہیں جن پر عمل کر کے سید الشہداءؑ حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے بہتر رفقاء معرکہ کربلا میں کامیاب و سرخرو رہے اور ان کے دشمن مٹ گئے۔

امام حسین علیہ السلام کا نام آج بھی زندہ ہے اور ان کے کارناموں کی یادگار منائی جاتی ہے اور یزید کا نام داخل دشنام ہو گیا ہے۔

اسی طرح کی بہت سی احادیث اور آیات قرآنی کا غلط مطلب لیا جاتا ہے۔ اور ان کی تعبیر۔ تشریح یا تفسیر غلط طریقے سے کی جاتی ہے۔ ان باتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ قرآن کے معنی و مطالب کو سمجھانے اور اس کی تفسیر اور تشریح کے لئے ایک ایسے معلّم کی ضرورت تھی بعد رسولؐ جو منجانب خدا و رسولؐ دونوں کی طرف سے اس کام کے لئے مقرر ہوتا۔ تاکہ خدا نے جو کچھ بھی قرآنی آیات و الفاظ کے معنی رسولؐ کو بتلائے تھے وہ سب کچھ رسول اپنی رحلت سے قبل اپنے جانشین کو بتلا جاتے۔ تاکہ بعد میں امت کو اس سلسلہ میں کبھی دشواری اور ابہام کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ اور لوگ اپنی مرضی سے قرآن کے معنی و مطالب اخذ نہ کرتے۔

اسی بات سے ظاہر ہے کہ رسول اسلام کی رحلت کے بعد کوئی ایسی شخصیت مسلمانوں کو نہیں ملی جو مثل رسولؐ مسلمانوں کی تمدنی، علمی اور دینی شعبوں میں رہنمائی کرتی۔ لہٰذا مسلمانوں کا تمدن بھی رسولؐ جیسا نہ رہا۔ علمی شعبہ قیاس اور گمان کے ہاتھوں بکھر گیا۔ اور دینی حلقہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

جو معنی و مطالب دین کے اہالیانِ مدینہ اور خصوصاً بنو ہاشم نے سمجھے تھے۔ وہ ان معانی و مطالب سے مختلف تھے جو بنو امیہ نے شام میں بیٹھ کر اپنے گمان و قیاس سے ایجاد کئے تھے۔

دراصل مشیت ایزدی تھی کہ چونکہ پیغمبر آخر الزماں کے بعد کوئی رسول خدا کا پیغام لے کر بندوں تک نہیں آئے گا۔ اور قیامت کے دن انسان خدا سے کہہ سکتا تھا۔ کہ ہم تک تیرا پیغام نہیں پہنچا لہٰذا ہم ایمان نہیں لائے۔ پھر ہم کو سزا کس بات کی دی جا رہی ہے۔ جب کہ ہماری ہدایت کا سامان نہیں کیا تھا۔ لہٰذا خدا نے اتمام حجت کے لئے قرن اول میں مسلمانوں کو دنیا کے چاروں گوشوں میں پھیلا دیا۔ مسلمان فاتح قوم کی حیثیت سے براعظم افریقہ، یورپ اور ایشیا میں آباد ہو گئے۔

آج لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بڑے نیک لوگ تھے۔ لہٰذا خدا نے ان کو دنیا کی تاجداری عطا کر دی۔ حالانکہ بنو اُمیہ اور بنو عباس جن کی عملداری میں یہ فتوحات ہوئیں۔ ان کے سیاہ کارنامے تاریخ میں تفصیل سے درج ہیں۔ اور ہم نے بھی اسی تاریخ سے کچھ بیان کیا ہے

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ

اور ہم نے ان کے گروہ کے گروہ زمین میں متفرق کر دیئے کچھ تو ان میں سے نیک ہیں اور کچھ اس کے خلاف

ذٰلِكَ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ٥ الاعراف ۱۶۸/۷

اور ہم نے نیکیوں اور بدیوں سے ان کی آزمائش کی تاکہ وہ باز رہیں۔

مسلمان بھی اسی اصول پر دنیا میں پھیل گئے۔ ان میں سے نیک وہ ہیں جو سنتِ نبوی اور صحیح تعلیم اسلام پر قائم ہیں۔ اور اذان و نماز و تلاوت قرآن و حدیث کے ذریعہ محافل و مجالس ذکر و اذکار رسول و آل رسول کے ذریعہ پیغام خدا اور دعوت حق کو اہل دنیا فرزندان آدم تک پہنچاتے رہتے ہیں اور خدا کی حجت بندوں پر قائم کرتے ہیں۔ اور بد وہ ہیں جو مجالس و محافل منعقد کرنے سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ احکام دینی کی غلط تاویل و تشریح کرتے ہیں۔ اور فاسق و فاجر امراء و حکام کو اولی الامر بنا کر دین کے سربراہ کا درجہ دیتے ہیں۔ ظالمین کو اپنا محبوب اور رہبر سمجھ کر ان کی سربراہی کو وجہ افتخار قرار دیتے ہیں۔

مسلمانوں کے درمیان اختلاف رائے اور فرقہ بندی اسی بات پر شروع ہوئی کہ ایک گروہ فاتحین اور مستکبرین کو اولی الامر سمجھ کر ان کو دین و دنیا میں اپنا ہادی و رہبر مان بیٹھا اور ایک گروہ ان لوگوں کے افعال بد اور ظلم و عدوان کے باعث ان کو صرف دنیاوی حاکم سمجھتا رہا۔ جن کی پیروی دینی معاملات میں ناجائز قرار پائی ۔

یوں منزل اور راستے جدا ہو گئے۔ اب یہ راستے صرف اس طریقے سے ایک ہو سکتے ہیں۔ کہ مسلمان اس بات پر متفق ہو جائیں۔ کہ وہ صرف صاحبانِ تقویٰ کو اپنا رہبر و ہادی مان کر قرآن کے احکام اور اُمور ہائے نیک کو اپنے پیشِ نظر رکھیں گے۔ اور تمام ان اُمور سے اجتناب کریں گے۔ جن کی خدا اور رسول نے ممانعت کی ہے۔

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۝ المائدہ ۲/۵

نیکی و پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ و زیادتی میں ایک دوسرے کا ساتھ نہ دو۔

۹۔ ہمارے درمیان پریشان حال فقراء نہیں ہیں
کیوں کہ ہم اپنے اموال کو آپس میں برابر سے تقسیم کر لیتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا

جو لوگ ہجرت کرنے والوں سے پہلے سے دار الہجرت میں مقیم اور ایمان پہ قائم ہیں۔ اور جو لوگ ان

يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ

کی جانب ہجرت کر کے آئے اُن سے محبت رکھتے ہیں۔ اور جو کچھ ان مہاجرین کو دیا جائے اس کی اپنے

كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

دل میں خواہش نہیں رکھتے۔ گو انہیں خود اس کی ضرورت اور احتیاج موجود ہے تاہم دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں۔ پس جو شخص اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا جائے۔ تو ایسے ہی تو پوری پوری فلاح پانے والے ہیں۔

بلند ترین طریقہ سخاوت یہ ہے کہ باوجود خود احتیاج رکھنے کے دوسرے کی ضرورت کو اپنی ضرورت

پر ترجیح دے اور اس کی ضرورت کو پورا کرے۔ سخی خالق اور مخلوق دونوں کے نزدیک محبوب ہے۔ اللہ خود سخی ہے اور سخاوت کرنے والوں کو پسند کرتا ہے جن پر سخاوت کی جائے وہ بھی سخی کو پسند کرتے ہیں۔ یہ مرتبہ بزرگ ہر ایک شخص حاصل نہیں کرسکتا۔ اس جماعت کی مدح خود خلاق عالم نے مندرجہ بالا آیات میں کی ہے۔ ان کو فلاح یافتہ جماعت کہا ہے سخاوت بہشت کے درختوں میں ایک ایسا درخت ہے جس کی شاخیں زمین پھیلی ہوئی ہیں۔ پس جو کوئی اس کی ڈالی کو پکڑتا ہے تو وہ ڈالی اس کو بہشت کے اندر کھینچ کرلے جاتی ہے سخی کو اہل آسمان وزمین دوست رکھتے ہیں۔ اور بخیل کو دشمن۔

سخی خدا کے نزدیک ہوتا ہے جہنم کی آگ سے دور ہوتا ہے۔ جب کوئی آدمیوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ تو خدا اس فعل سے خوش ہو کر ملائکہ پر فخر ومباہات کرتا ہے

کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا ارادہ مخصوص ہوتا ہے کہ بندگانِ خدا کو نفع پہنچائیں پس جو کوئی ان کی اس خواہش کو پورا کرنے میں ان سے مزاحم ہو۔ یا وہ خود اس منافع کو بندگانِ خدا تک پہنچانے مین بخل کریں تو خدا اس نعمت کو دوسروں پر منتقل کر دیتا ہے۔

ہم کو اس امر پر غور کرنا چاہیئے کہ آیا ہم کو خدا اور رسولؐ نے جو حکم دیا ہے۔ بندگانِ خدا کو اپنی ذات، مال اور وجاہت سے فائدہ پہنچانے کا اس میں ہم بخل تو نہیں کر رہے ہیں۔ اگر ہم حقوق العباد ادا کرنے میں بخل کر رہے ہیں، اور خمس، زکوٰۃ۔ اور انفاق فی سبیل اللہ نہیں کرتے۔ ہمارے درمیان غربا اور فقراء موجود ہیں۔ اور امراء اور غرباء کی آمدن وحالات میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ تو ہم یقیناً بندگان خدا کو نفع پہنچانے میں بخل کر رہے ہیں۔ اور اسی سبب سے خدا کی نعمت سے محروم ہوگئے ہیں، جس کے باعث ہم فلاح یافتہ قوم قرار پاتے۔

اقوام مغرب کی نقالی اور پیروی کے سبب سے ہماری تہذیب وتمدن۔ اصول ہائے اخلاق اور فلسفہ بدل گئے۔ مرکزِ فکر کا محور بدل گیا۔

اسلام کی تعلیمات میں مرکز تخیل خشیت الٰہی۔ رضائے الٰہی۔ عدل و انصاف اور حیات بعد ممات کا تصور بے حد اہمیت رکھتا ہے۔

اقوام مغرب۔ یونانی فلاسفہ کے زیر اثر۔ ان چیزوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتی ہیں ان کے نزدیک حیات دنیا ہی اصل زندگی ہے۔

با بر بہ عیش کوش کہ زندگانی نیست

خشیت الٰہی اور رضائے الٰہی کا کوئی تصور ان کے فلسفہ میں نہیں ہے۔ ذاتی خواہشات اور ضروریات کی تکمیل کے لئے عدل سے انحراف کیا جا سکتا ہے۔

علاقائی۔ نسلی۔ لسانی اور مذہبی عصبیت ان کے لئے بے حد اہمیت رکھتی ہیں اس غلط طرز حیات کو اپنانے سے ملت اسلامیہ انتشار اور افتراق کا شکار ہوگئی اور بہتر تہتر فرقہ بندیوں کے علاوہ بھی ۴۰ یا ۵۰ چھوٹی چھوٹی مملکتوں میں منقسم ہو کر اپنی بقا کے لئے اپنے دشمنوں کی پناہ میں چلے گئے ہمارے دشمنوں نے ہم کو ہمارے ہی دینی بھائیوں کا دشمن بنا دیا۔ اس مفروضہ پر کہ ہمارے ہم مذہب ہم کو اپنا غلام بنا لیں گے اس طرح ہم اپنوں سے خائف ہو کر اپنے پوشیدہ دشمن پر حد سے زیادہ انحصار کر بیٹھے اور اس نے ہماری اسی کمزوری اور غفلت سے فائدہ اٹھا کر ہمارے مالی وسائل کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ اور ہم کو صدا پریشان رکھنے کے لئے ہماری سرزمین پر ہمارے دشمن یہودیوں کو لا بسایا۔ اس طرح ہمارا سرمایہ ہمارے ہی خلاف استعمال ہو رہا ہے اور ہم ترقی کرنے کے بجائے اپنے سرمایہ کو اپنے دشمنوں کے جنگی کارخانوں کا ایندھن بنائے ہوئے ہیں ہم اپنے مظلوم مسلمان بھائیوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ خواہ وہ فلسطینی ہوں لبنانی ہوں افغانی ہوں۔ قبرصی ہوں کشمیری ہوں یا ہندوستانی ہوں۔ اس طرح گویا ہم نے ان کو سمندر میں چھوڑ دیا ہے خود کوشش کر کے پار ہو جائیں یا ڈوب جائیں ہماری بلا سے۔

قرآن و احادیث کی تفسیر اور تشریح اور سیرت و سنت نبوی کی رو سے جو دستور حیات

مُسلم مرتب ہوتا ہے۔ وہ وہ نہیں ہے جو موجودہ اسلامی دُنیا میں رائج ہے۔

تمام مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ کیا اس اصول پر عمل ہو رہا ہے۔ ایثار سخاوت، خلق و مدارات۔ محبت و اخوت۔ صلہ رحمی۔ اجتناب از ظلم و عدوان۔ عدل و مساوات مسلم معاشرہ کے سنہری اصول ہیں۔ مگر آج اسلامی معاشرہ میں یہ اصول عنقا ہیں۔ کیوں؟ کیا ہم جادہ حق سے منحرف ہو چکے ہیں۔

یا شیطان نے سیادت کا روپ دھار کر ان اصولوں کو علاقائی و لسانی اور نسلی و برادری کی بھول بھلیوں میں جکڑ دیا ہے۔

وہ سیاست دان جو اپنی لیڈری کی بنیاد اس مفروضہ کو قرار دیتا ہے کہ عوام کی رہنمائی و رہبری اور ان کے حقوق کی حفاظت فریضہ ایمانی ہے۔ بے حد نیک کام ہے۔ اس نیکی کے حصول کے لئے دوسرے علاقہ نسل اور زبان کے لوگوں کو ہمارا دشمن اور ہمارے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے والا قرار دیتا ہے۔ اس طرح دوسری نسل۔ زبان اور علاقے کے لوگوں کو ہمارا دشمن بنا کر ان سے ہمارے حقوق حاصل کرنے کے لئے جنگ برپا کرتا ہے۔ کیا یہ نیک کام ہیں۔ یوں انسانوں کا ایک گروہ دوسرے انسانوں کا دشمن بن جاتا ہے اور اس جنگ کے سبب سے خدمت خلق اور غریبوں کی امداد۔ معاشرتی فلاح و بہبود کے کام پس پشت رہ جاتے ہیں۔ اور عداوت۔ دشمنی دوسروں کو نیچا دکھلانے اور ان کو اپنا تابع فرمان بنانے کا کام زور پکڑ جاتا ہے اس طرح احکام معطل ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور حُبِ دُنیا اور وسوسۂ شیطانی ہم کو جکڑ لیتا ہے۔ کیا ایسے کاموں کو نیکی اور ایمانی فریضہ کا نام دیا جا سکتا ہے۔

حدیث | جب بخشش اور جود و کرم کا ارادہ کر لیا پھر دیر نہیں کرنی چاہئے ورنہ شیطان حائل ہو جائے گا مال کی محبت دل سے نکال کر فقراء غرباء مساکین۔ یتیم۔ اسیر مفلوک الحال۔ مستضعفین سے محبت کو اپنے دل میں جگہ دینا ہے اور خدمت خلق

خدا کو اپنا مقصدِ حیات قرار دینا چاہیئے۔ بخل کا اصل سبب دوستی مال ہے اور سبب دوستی مال ان لذات دنیاوی کی محبت ہے۔ جو اس مال سے حاصل ہو سکتی ہے۔ یا اولاد کی محبت میں ذخیرہ کرنے کی فکر۔

اسلام جس قسم کی رہبری کی مسلمانوں کو اجازت دیتا ہے۔ وہ صرف اُمور نیک کی جانب لوگوں کو رغبت دلاتا ہے۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ

اور تم میں ایک جماعت ایسے لوگوں کی ہونا چاہیئے جو لوگوں کو نیکی کی جانب بلائیں۔ اور اچھے

عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ آل عمران ۱۰۴

کاموں کا حکم دیں۔ اور بُرے کاموں سے روکیں۔

معاشرتی عدل یوں ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ اور فلاحی معاشرہ اسی طرح وجود میں آ سکتا ہے۔ کہ جو جماعت داعی الالخیر ہو۔ وہ مخلص ترین اور پارساترین شخصیات ہوں۔ جو خُدا و رسول اور احکامات اسلامی کو صدق دل سے تسلیم کر کے ان پر خود بھی پوری تندہی سے عامل ہوں اور دوسروں کو اس راہ پر گامزن دیکھ کر خوشی محسوس کریں۔ جو بُرے کاموں سے نفرت کرتے ہوں۔ اور اس کی بیخ کنی کو فریضہ ایمانی سمجھ کر انجام دیں۔

غریبوں اور مسکینوں سے بے اعتنائی۔ حاجت مندوں سے بے رُخی اور مساوات و اخوت اسلامی سے گریز کی راہیں ڈھونڈھنا۔ اخوت و محبت کے احکام قرآنی کی غلط تاویل کرنا ایسے افعال ہیں۔ جن کے باعث قانون خدا معطل ہو کر رہ گیا ہے اور خدا و رسول کا مطلوب فلاحی معاشرہ وجود میں نہ آ سکا۔

جو لوگ داعیان الالخیر بننے کے دعویدار ہیں۔ لیکن معاشرے میں مختلف طبقات اور اُونچ نیچ امیری و غریبی کے زمین و آسمان کے فرق کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ جو غربت و افلاس کو محض اس لئے ختم نہیں کرنا چاہتے کہ ان کو خدمت گار میسر نہیں آئیں

گے۔ اور جو لوگ امراء کی دولت کو آکاش بیل کی طرح بڑھنے دینا چاہتے ہیں۔ اور غرباء کی جانب سے نگاہیں بند کئے ہیں وہ ان آیات قرآنی کو غور سے پڑھیں۔ جن میں دولت پرستوں اور بڑا بننے والوں کی مذمت کی گئی ہے

قرآن کے مطالعے سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے کہ خدا نے اپنے ہی ذمہ مخلوق کا رزق رکھا ہے۔ اور اپنی تمام مخلوق کے رزق کو وافر مقدار میں پیدا کیا ہے لیکن انسان چونکہ صفحہ گیتی پہ حاکمیت اعلیٰ کا دعویدار ہے۔ اور خدا کی اس امانت کو اس نے اٹھالیا۔ جس کے اٹھانے سے بڑے بڑے پہاڑوں نے انکار کر دیا تھا۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا

ہم نے اپنی امانت کو آسمانوں کے اور زمین کے اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو ان سب نے اس کو

وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۝ الاحزاب ۷۲/۳۳

اٹھانے سے انکار کر دیا۔ اور اس سے ڈر گئے۔ اور انسان نے اس کو اٹھالیا۔ یقیناً وہی انسان اپنے حق میں بڑا ظالم ہے۔

وہ امانت کیا ہے؟ وہ امانت ہے رزق مخلوق خدا کی جانب سے۔

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنفِقُونَ ۝

جو غیب پر ایمان لائیں اور نماز قائم کریں جو رزق ہم نے ان کو دیا۔ اس کو ہماری راہ میں خرچ کریں۔

انسان دنیا بھر کے پیداواری ذرائع کو اپنی گرفت میں لے لینا چاہتا ہے اور ان کو اپنے اور اپنے متعلقین کے لئے مخصوص کر لینا چاہتا ہے۔ یہ انسان کی فطرت ہے۔ اور ہر انسان کی نفسیات اسی فطرت پر ہے۔ ماسوائے ان خاصان خدا کے جن کے قلوب خشیت الٰہی سے لرزتے ہیں۔ اور رضاء الٰہی کے لئے اپنے طعام اور رزق مخلوق خدا میں تقسیم کر دیتے ہیں

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

بے شک جن لوگوں نے کتاب خدا کی تلاوت کی اور نماز پڑھی اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے

سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۝ فاطر ۲۹/۳۵

دکھلا کر اور پوشیدہ طریقے سے ہمارے راہ میں خرچ کیا وہ ایسی تجارت کرتے ہیں جس میں گھاٹا نہیں ہوگا۔

زکوٰۃ۔ خمس۔ فطرہ۔ خیرات۔ کفارہ وغیرہ سب کا مقصد یہی ہے کہ انسان اپنی آمدن اور اپنے رزق میں ان سب کو شریک کرلے جن کے رزق کا ذمہ دار خدا ہے مگر انسانوں نے اس رزق کو اپنی گرفت میں لے کر مخلوقِ خدا تک اس کے پہنچنے کی راہ مسدود کردی ہے۔ جو اس راہ کو کشادہ کر کے خدا کے پیدا کردہ رزق کو اس کی مخلوق تک پہنچاتا ہے۔ وہ خدا کا محبوب بندہ قرار پاتا ہے اور جو اس رزق اور مخلوقِ خدا کے درمیان حائل ہو جاتا ہے وہ خدا کا معتوب بندہ قرار پاتا ہے۔

عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَلَمْ نَكُ

مجرموں سے اہل جنت دریافت کریں گے کہ تم کو بھڑکتی آگ میں کس چیز نے پہنچایا ہے تو وہ جواب دیں

نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ۝ المدثر ۴۵-۴۱/۷۴

گے نہ تو ہم نمازی تھے اور نہ ہم مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے اور باطل میں ہم اہل باطل کے ساتھ گھس پڑتے تھے۔

اس کی تاویل یہ نہیں ہو سکتی ہے کہ ان کی قسمت میں خدا نے یہی لکھ دیا ہے ہمارا خدا ظالم نہیں ہے جو ایسا ظلم کرتا کہ کسی کو امیر بنا دے اور کسی کو غریب

وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ

جو آخرت کی کھیتی چاہتا ہے۔ ہم اس کو خوب بڑھا دیں گے۔ اور جو دنیا کی حرمن چاہتا ہے تو ہم اس کو

نَّصِيْبٍ ۝ شوریٰ ۲۰/۴۲

اس میں سے دے دیں گے۔ اور اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔

یہ سب ہمارا ہی تصور ہے کہ انسان نے پیداواری وسائل پر اپنی ہوس سے مغلوب ہو کر اپنی ضرورت سے زیادہ پر قبضہ کر لیا۔ لہٰذا خدا نے اپنے پسندیدہ دین اسلام میں یہ تعلیم دی کہ قناعت اختیار کرو۔ صبر کرو۔ اور تقویٰ پر قائم رہو۔

الصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝ آل عمران ۱۷-۳

صبر کرنے والے سچ بولنے والے خدا کی جانب رجوع کرنے والے۔ راہِ خدا میں خرچ کرنے والے اور نور کے تڑکے مغفرت مانگنے والے۔

کھاؤ پیو مگر اسراف بیجا کے مرتکب نہ ہو۔ بھوکوں اور محتاجوں کی دست گیری کرو۔ یتیم اور اسیر کی مدد کرو۔ بیمار اور معذورین کی نگہداشت کرو۔ صبر اور اپنے اوپر جبر کر کے اپنی خواہشات کو اور ضروریات کو روک کر بھی دوسروں کی امداد کرو۔ یہی اصل دین ہے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝

اور تم کیا سمجھے مشکل کی گھاٹی کیا ہے۔ کسی بندہ کی گلو خلاصی کرنا یا بھوک کے دن کسی رشتہ دار

يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

یتیم یا خاکسار مسکین کو کھانا کھلانا دینا۔ پھر وہ ان لوگوں میں سے ہوتا جو ایمان لائے ہیں اور

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝ البلد ۱۷-۱۲/۹۰

ایک دوسرے کو صبر کرنے کی تاکید کرتے رہتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی وصیت کرتے رہتے ہیں۔

خدا نے انسان کو جو کچھ نعمات اس دنیا میں عطا کی ہیں۔ ان کا شکر اسی طرح ادا ہو سکتا ہے۔ کہ انسان مخلوق خدا بالخصوص اپنے جیسے دیگر انسانوں کے لئے اپنے دل میں نرم گوشہ پیدا کرے۔ اگر کوئی انسان کسی مصیبت میں گرفتار ہے تو اس کو اس مصیبت و رنج سے نجات دلانے کی تدابیر کرے۔ اگر دوسرا انسان بھوکا ہے تو اس کو غذا مہیا کرے خواہ وہ رشتہ دار ہو۔ یتیم ہو۔ غریب ہو۔ ان سب کی دستگیری اور ان کی شکم پری کرنا صاحبانِ استطاعت پر فرض ہے۔

ایسے ہی لوگ خدا کے محبوب اور پسندیدہ بندے بن سکتے ہیں۔ جو ایک دوسرے کو صبر کرنے کی تاکید اور ایک دوسرے پر رحم کرنے کی وصیت کرتے رہیں۔

سورہ فتح کے آخری رکوع میں پیروکاران پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کی صفات بیان کی گئی ہیں۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

محمدؐ خدا کے رسول ہیں اور جو لوگ بھی (صدق دل سے) ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ

بہت (سخت) بھاری ہیں۔ اور آپس میں رحمدل ہیں۔ تم ان کو رکوع و سجود کی حالت میں

فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۝ الفتح ۲۹/۴۸

دیکھو گے۔ وہ ہر وقت خدا کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طالب ہیں۔ ان کے چہروں پہ سجدوں کے آثار نمایاں ہیں۔

اگر تمام مسلمان ایسے ہی مخلص ہو جائیں کہ وہ کافروں پر غضب ناک ہوں کلمہ گو مسلمانوں پر رحم دل ہوں تو مسلمان معاشرہ پرسکون نظر آئے۔ اور اس میں معاشرتی و طبقاتی کشمکش اور تقسیم نظر نہ آئے۔

اگر مسلمان کو صدق دل سے یقین ہو جائے کہ رضائے الٰہی اور خوشنودی رب العالمین اسی میں ہے کہ حالت رکوع میں بھی سائل کو زکوٰۃ و خیرات دیتے ہیں۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

تمہارا حاکم اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لائے نماز پڑھتے ہیں۔ اور حالت

وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ المائدہ ۵۵/۵

رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا رہبر اور امیر صرف ایسا نرم دل اور خدا ترس انسان ہو سکتا ہے جو ہر ہر مومن کے لئے اپنے دل میں نرمی و شفقت کے جذبات رکھتا ہو۔ ان کی ضروریات و حاجات کو اپنی حاجات و ضروریات پر بھی مقدم جانے۔ غریبوں اور مسکینوں کے مسائل

سے منہ موڑ کر آیات قرآنی کی لمبی چوڑی تفسیریں کرنا اور نفاذ اسلام کے دعوی کرنا صرف نماز روزہ اور حج اور ۲½ فیصدی زکوٰۃ کو ہی اسلامی احکام وارکان سمجھ کر ان پر عمل کرنے سے انسان مخلص مسلمان اور مومن نہیں بن سکتا۔ اگر ایسا ہوتا اور صرف اتنا ہی کافی ہوتا تو آج مسلم معاشرہ تضادات وانتشارات کا شکار نہ ہوتا۔ غربت وجہالت نہ ہوتی مفسرین قرآن اور مبلغین اسلام کو غور کرنا چاہیئے کہ ان کی تقریریں اور تفسیریں مسلمانوں پر کیوں اثرانداز نہیں ہو رہی ہیں۔ یاد رکھئے۔ جب تک معاشرتی عدل ومساوات کا قرآنی احکامات کے مطابق نفاذ نہ ہوگا۔ اس وقت تک نفاذ نظام اسلامی کا دعویٰ اور تدبیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ

اس کو پکڑو۔ اس کے گلے میں طوق ڈالو۔ پھر اس کو جہنم میں ڈال دو۔ اور ستر گز لمبی زنجیر میں جکڑ دو

ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَلَا يَحُضُّ

یہ وہ ہے جو خدائے بزرگ وبرتر پر ایمان نہ لاتا تھا۔ اور جو نہ مسکین کو کھانا

عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ الحاقہ ۳۴-۳۰ / ۶۹

کھلانے پر آمادہ کرتا تھا۔

مسکینوں۔ محتاجوں۔ یتیموں کی دست گیری ان کی امداد و دیکھ بھال۔ ان کو خوراک ولباس پہنچانے کی جتنی تاکید اسلام میں ہے کسی دیگر مذہب میں نہیں ملتی۔

اسلام نے پوری کوشش کی ہے کہ امیری وغریبی کا فرق معاشرے میں نمایاں نہ ہو۔ خوف خدا اور خوشنودی رب العالمین کے لئے اُمرا اپنی دولت غربا میں تقسیم کر کے معاشرے کی ناہمواریوں کو استوار کریں۔ اگر معاشرے میں امیری غریبی کا فرق نمایاں ہے۔ تو عقائد و اعمال میں بھی فرق پڑ جائے گا۔ ایک طبقہ دولت کو انعام الٰہی تصوّر کر کے اس سے اپنے لئے وافر اسباب راحت حاصل کرے گا۔ دوسرا طبقہ غربت کو لعنت قرار دے کر اپنی

قسمت کو کوسے گا۔ فالتو دولت مہلک عیش پسندی کی دعوت دیتی ہے۔ اتباع شہوات کی جانب لے جاتی ہے۔ محتاج طبقات میں اس کو خوب کھل کر کھیلنے کا موقع ملتا ہے۔ شکم پری کے لئے غرباء کو روساء کی خواہشات نفسانیہ کی تکمیل پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ اس طرح بے شمار برائیاں جنم لیتی ہیں۔ جن کو چاپلوسی۔ جھوٹ، مکر اور بدکاری کا نام دیا گیا ہے۔ صاحب دولت کو احساس ہی نہیں ہوتا، کہ اس نے اپنی دولت کو خلاف مذہب و عقل استعمال کر کے کتنی برائیوں کو معاشرے میں فروغ دیا ہے۔ شراب خوری۔ بدکاری۔ چوری۔ جوا۔ اغوا۔ بردہ فروشی۔ قتل۔ عصمت فروشی۔ یہ سب برائیاں فالتو دولت کے بے جا استعمال اور خلاف شرع خرچ کرنے سے معاشرے میں پیدا ہوتی ہیں۔

یہ سب دولت پرستانہ نظام کی لعنتیں ہیں جو حب دنیا کے باعث اسلامی معاشرے میں پیدا ہوئیں۔ بادشاہت نے ان برائیوں کو عروج دیا۔

اسلام کا فلاحی نظام۔ امرا کی بداعمالیوں کے باعث نافذ نہ ہو سکا۔ زکوٰۃ۔ صدقات۔ خیرات و خمس و فطرہ کے ذریعہ اسلام جو فلاحی معاشرہ پیدا کرنا چاہتا تھا۔ یہ اب تک نہ پنپ سکا۔ اور اس کا خمیازہ پوری امت مسلمہ کو یوں بھگتنا پڑ رہا ہے۔ کہ اقوام غیر کی تعلیمات۔ تہذیب و تمدن۔ اصول ہائے اخلاقیات و معاشرت ہم میں رائج ہو گئے۔ اور ہمارے اپنے اعلیٰ وارفع اصول ناقابل عمل سمجھ کر طاق نسیان کی نذر کر دیئے گئے۔ تفسیر بالرائے اور اراکین حکومت و دولت کی جانب سے علمائے سُو کی سرپرستی اور اسلامی احکامات کی غلط تاویلات کے باعث اسلام کے فلاحی نظام کو ہماری دسترس سے دور کر دیا گیا ہے اور یوں حریص دنیا امراء و ملوک جابرہ ہم مسلمانوں پر مسلط ہو گئے۔ ہر ایک گروہ مسلم دوسرے کو مورد الزام قرار دیتا ہے مگر خود اپنے گریبان میں جھانک کر نہیں دیکھتا کہ اس نے اسلام کو اپنے عمل سے کس قدر ضعف پہنچایا ہے۔ ایک دوسرے پر الزام تراشی اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ ہم سب مجرم ہیں سب دنیا

پرست ہیں۔ دین پرست ہوتے تو دُنیا کو یوں نہ حاصل کرتے کہ دین مضمحل ہو جائے

۱۰۔ ہم میں سخت مزاج اور تُند خُو لوگ نہیں ہیں۔
اس لئے کہ ہم نے عاجزی اور فروتنی کو اپنا شعار بنا لیا ہے

لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۝ آل عمران ۱۵۹/۳

اے رسولؐ! اگر آپ بد خصلت اور سخت مزاج ہوتے تو یہ لوگ آپ سے دوری اور کنارہ کشی کر لیتے۔

خدا جس خاندان کو دوست رکھتا ہے۔ اس کو نرمی قلب اور ہمواری عطا کرتا ہے جس کو نرمی قلب کی یہ نیکی دی گئی۔ اس کو دُنیا و آخرت کی نیکی مِل گئی۔ اور جو نرمی قلب سے محروم ہے وہ دُنیا و آخرت کی سعادت سے محروم ہے۔

نرم دلی یہ ہے کہ ہر ایک کے دُکھ درد کا احساس ہو۔ دوسروں کے ساتھ نرمی و ہمدردی سے پیش آنا مبارک و سعید ہے۔ غلیظ القلب۔ تُند خُو۔ بدمزاج بے رحم۔ بدسلوک انسان اپنی سختی اور درشتگی سے دوسروں کو اذیت دینے والے لوگ ملعون اور سعادت اخروی سے محروم ہیں۔ جو نرمی قلب رکھتا ہے۔ خدا اس کے ارادہ کو پورا کرتا ہے۔

سخت دلی عادت بد ہے۔ اس کے سبب سے ایمان سے دُوری ہو جاتی ہے اور شیطان سے قربت بڑھ جاتی ہے۔ عقل مندی یہ ہے کہ سخت دلی سے پرہیز کرے ہر شخص کے لیے لازم ہے اپنے دل میں نرم گوشہ بنائے بد خوئی سے بچے۔ نرمی کی فضیلت کو قائم رکھے۔ اگر نرمی قلب کوئی نظر آنے والی شے ہوتی۔ تو اس سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز نہ ہوتی۔ خدا مہربان ہے صاحب رفق ہے۔ اور ان صفات کے حامل انسانوں کو دوست رکھتا ہے۔ جو کچھ نرمی اور رفق سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ وہ سختی اور درشتگی سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

جو بادشاہ اپنے لشکر اور رعیت کے ساتھ نرمی و مہربانی سے پیش آتا ہے۔ اس کی سلطنت کا انتظام درست رہتا ہے اور مملکت مستحکم ہوتی ہے۔ جو سخت دل تُند خُو اور

بدمزاج ہوتا ہے اس کی حکومت میں انتشار اور بدنظمی پھیل جاتی ہے۔ بغاوت و سرکشی عام ہوجاتی ہے۔

وہ لوگ جو ہر لمحہ اسلام کا نام لیتے رہتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ اسلام پسند اور اس کے احکامات پر عامل سمجھتے ہیں۔ وہ ذرا اپنے دلوں کو ٹٹولیں، اور غور کریں کہ انہوں نے اپنی ذات سے کتنے لوگوں کو فائدہ پہنچایا۔ کتنے برادران اسلام کی دستگیری کی۔ کس قدر مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی کوشش کی۔ اور کس قدر ان کی جد و جہد سے مسلمانوں کو غربت و افلاس سے نجات ملی۔ اگر انہوں نے بھوکوں کی بھوک اور غریبوں کی غربت کا علاج کیا ہے تو وہ دعوئے ایمان میں سچے ہیں۔

۱۱۔ ہماری عمریں طویل ہیں اس لئے کہ ہم حقوق العباد ادا کرتے ہیں
انصاف سے حکم دیتے ہیں ہم ظلم نہیں کرتے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ

جو اپنے مال راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔ ان کے خرچ کی مثال اس دانہ کی سی ہے جس کی

سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ

سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو سو دانے ہوں۔ خدا جس کے لئے چاہتا ہے دونا کردیتا ہے

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ البقرہ $\frac{۲۶۱}{۲}$

اور خدا بڑی گنجائش والا اور ہر چیز سے واقف ہے۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا

جو لوگ اپنے اموال راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔ اور پھر خرچ کرنے کے بعد کسی طرح کا

مَنًّا وَّلَاۤ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا

احسان نہیں جتلاتے اور نہ ہی جن پر احسان کیا ہے ان کو ستاتے ہیں۔ تو ان کا اجر و ثواب ان کے

هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ البقرہ $\frac{۲۶۲}{۲}$

پروردگار کے پاس ہے اور وہ نہ تو آخرت میں خوفزدہ ہوں اور نہ غمگین۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ

سائل کو نرمی سے جواب دے دینا اور اس کے اصرار پر اس کو نہ جھڑکنا بلکہ اس سے درگزر کرنا اس خیرات سے کہیں

غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ۝ البقرہ ۲۶۳/۲

زیادہ بہتر ہے جس کے بعد سائل کو ایذا پہنچے۔ خدا ہر شے بے پرواہ اور بردبار ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ

اے ایمان دارو اپنی خیرات احسان جتلانے اور سائل کو ایذا دینے کے باعث اس شخص کی طرح ضائع

مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ

مت کرو۔ جو محض دکھلاوے کے لئے خرچ کرتا ہے۔ اور خدا اور روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ تو اس کی خیرات

عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ

کی مثل اس چکنی مٹی کی سی ہے جس پر کچھ خاک پڑی ہو پھر اس پہ زور و شور کا مینہ برسے۔ اور اس مٹی کو بہا کر لے

مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ البقرہ ۲۶۴/۲

جائے۔ یا چکنا پتھر اچھوڑ جائے اسی طرح ریاکار اپنی خیرات یا اس کے ثواب میں سے جو انہوں نے کی ہے کسی چیز پر قبضہ

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ

نہ پا سکیں نہ دنیا میں نہ آخرت میں اور خدا کافروں کو ہدایت نہیں کرتا۔ نہ ان کو منزل مقصود تک پہنچاتا ہے۔ اور جو لوگ

اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ

خدا کی خوشنودی کے لئے سچے اعتقاد سے اپنا مال (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں۔ ان کی مثال اس ہرے بھرے باغ

فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ البقرہ ۲۶۵/۲

کی سی ہے جو کسی ٹیلے پر لگا ہو۔ اور اس پہ زور و شور سے مینہ برسا۔ تو باغ دو گنے پھل لایا اور اگر اس پہ زور سے

بارش نہ بھی ہو۔ تو اس کے لئے ہلکی پھوار ہی کافی ہے۔ جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس سے خوب واقف ہے

حقوق العباد میں انسان کے انسان پر حقوق۔ رشتہ داروں کے آپس کے حقوق اور تعلقات

ماں باپ۔ اولاد۔ زن و شوہر۔ آقا اور غلام۔ بادشاہ اور رعیت سب کے ایک دوسرے

پر جو حقوق ہیں۔ وہ سب حقوق العباد میں شامل ہیں۔

ان حقوق کی ادائیگی میں توازن قائم رکھنا ہی عدل وانصاف ہے اور ظلم سے بچنا ہے اگر ایک انسان ماں باپ کے حقوق کا لحاظ کرتا ہے۔ بیوی بچوں کی مناسب دیکھ بھال کرتا ہے۔ اور ان کے نان ونفقہ۔ تعلیم وتربیت کو بہتر طریقہ سے ادا کرتا ہے۔ بھائی بہنوں رشتہ ناطے داروں کے حقوق رشتہ اور موقع کی مناسبت سے ادا کرتا ہے۔ آقا وغلام کے حقوق کی رعایت حسب مراتب بجالاتا ہے۔ پڑوسیوں سائلوں اور مسکینوں۔ یتیم اور اسیر کی خبر گیری کرتا ہے۔ تو وہ عدل وانصاف کی راہ پر ہے۔ اور اگر حقوق کی ادائیگی صحیح طریقہ نہیں کرتا یا کسی کے ساتھ زیادہ سلوک کرتا ہے اور کسی کو بالکل ہی نظر انداز کر دیتا ہے، تو یہ عدل کے برخلاف ہے۔ اور اس کی روش کو ظلم کا نام دیا جائے گا۔

حقوق العباد میں صدقات۔ خیرات اور احسان ذی القربا سب آجاتا ہے۔ انصاف کا تقاضہ ہے۔ ان میں سے کسی کی بھی حق تلفی نہ ہونے پائے۔

ظلم یہ ہے کہ جو جس سلوک کا مستحق ہے۔ جس کا جو مقام ہے اس کو نہ دیا جائے کسی کو اذیت دے کر کسی کے ساتھ سلوک کیا جائے۔ یا رُوح نفس اور خودداری کو صدمہ پہنچا کر کسی کی امداد کی جائے یہ ظلم ہے یہ بھی ظلم ہے کہ جس کو جس چیز کی حاجت ہے۔ وہ نہ دی جائے بلکہ کچھ اور دیا جائے۔ جس کی اس کو ضرورت نہ ہو اور وہ اس کے لئے بیکار یا اذیت کا سبب بن جائے۔ جیسے ایک مسخرہ ایک بادشاہ کے دربار میں گیا۔ بادشاہ کو اپنی ظرافت سے خوش کر کے اپنی غربت کا مداوا چاہا۔

بادشاہ نے خوش ہو کر اس کو ایک ہاتھی بخش دیا۔ فقیر جو کہ پہلے ہی اپنی ظرافت کا تماشہ دکھلا کر لوگوں کو خوش کر کے ان کا دل بھا کر اپنے پیٹ کی آگ بجھاتا تھا۔ اس قیمتی بھاری بھرکم ہاتھی کے لئے خوراک کہاں سے لاتا۔ لہذا یہ بخشش بادشاہ کی اس کے لئے بوجھ بن گئی۔ اس نے ہاتھی کے گلے میں بھی کشکول لٹکا دی، اور اس پر لکھ دیا یہ بادشاہ

کا عطیہ ہے اس حیثیت گداگی سے بہ ظرف فیقر اور شاہی ہاتھی گاؤں گاؤں بھیک مانگتے پھرتے۔ لوگ مذاق سمجھ کر دونوں کو خیرات دے دیتے۔ لوگوں نے بادشاہ سے شکایت کی کہ وہ مسخرا فیقر آپ کے عطیہ کی توہین کر رہا ہے۔

فیقر کو دربار میں بلایا گیا۔ پوچھا گیا یہ کیا حرکت ہے۔ جواب ملا۔ ہاتھی پالنا بادشاہوں کا کام ہے۔ یہ ان کی امارت کا نشان ہے۔

فیقر نوا اپنے جسم و جان کی پرورش کے لئے گداگی اور ظرافت کا سہارا لیتا ہے۔ میں تو خود دوسروں کی بخشش اور عطا پر زندہ ہوں۔ اس امارت کی نشانی اور شاہی عطیہ کی پرورش کہاں سے کروں۔

واعظ کے حقوق کی ادائیگی یہ ہے۔ کہ اس کے پند و نصائح پر توجہ دی جائے۔

ادیب کا یہ حق ہے کہ اس کی قلمی کاوشوں کا مطالعہ کیا جائے۔

دُعاگو کا یہ حق ہے کہ اس کے ساتھ حُسنِ سلوک کیا جائے۔

پیاسے اور بھوکے کا یہ حق ہے کہ اس کی گرسنگی کو دُور کیا جائے۔

بے گھر۔ بے در انسان کا یہ حق ہے۔ کہ اس کے لئے چھت کا بندوبست کیا جائے۔

برہنہ۔ بھوکے ننگے لوگوں کا یہ حق ہے کہ ان کی ستر پوشی کی جائے۔ ... فراہم کی جائے۔ اگر ان میں سے کسی حق کی ادائیگی میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ تو اس کی ذمہ داری اس معاشرے کے ہر فرد پر عائد ہوتی ہے۔ جن کے درمیان ایسا شخص یا اشخاص موجود ہیں

امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت ہے کہ:۔

"نماز کو اس کی ضروریات یعنی وضو۔ تکبیرات۔ قیام۔ قرأت۔ رکوع۔ سجود اور حدود کو کامل کر کے ادا کرو۔ اور زکوٰۃ کو اس کے مستحقین تک پہنچاؤ۔ کافروں اور ناصبیوں کو مت دو۔ رسولِ خدا نے فرمایا ہے کہ جو کوئی بھی ہمارے دشمنوں کو صدقہ دیتا ہے۔ گویا وہ خانہ کعبہ میں چوری کا مرتکب ہوتا ہے۔"

جو نیکی تم اپنے نفسوں کے آگے بھیجتے ہو۔ یعنی جو مال تم اطاعت خدا میں خرچ کرتے ہو۔ اور اگر مال نہیں ہے۔ تو اپنے اثر رسوخ۔ دینی و جسمانی طاقت کے ذریعہ جتنا فائدہ اپنے برادران دینی کو پہنچا سکتے ہو۔ اور نقصانوں کو ان سے دور کرتے ہو تو اس نیکی کو تم اپنے لئے خدا کے یہاں موجود پاؤ گے۔ اور قیامت کے دن خداوند عالم تم کو محمدؐ و آل محمدؐ کے ذریعے سے نفع پہنچائے گا۔ اس کی برکت سے تمہارے گناہ جھڑ جائیں گے۔ اور نیکیاں مضاعف ہو جائیں گی۔ درجے بلند ہو جائیں گے۔

وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝ الفتح ۲۴/۴۸

اللہ تمہارے اعمال سے خوب واقف ہے۔

کسی کا ظاہر اور باطن۔ دلوں کا بھید اور اسرار کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ نیتوں اور دلوں کے حال سے واقف ہے۔ وہ تم کو تمہاری نیت اور اعتقاد کی بنا پر جزا یا سزا دے گا۔ وہ دنیاوی بادشاہوں کی طرح نہیں ہے کہ کسی کی خدمات کسی اور کی جانب موڑ دے۔ کسی اور سے اس کے نیک کام منسوب کر دیئے جائیں۔

ان تمام آیات قرآنی سے۔ جو درج کی جا چکی ہیں اور جو انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت و ضرورت کو ظاہر کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ بھی جو مزید آیات کتاب اللہ میں اس مضمون کی موجود ہیں۔ ان سب کو اگر جمع کیا جائے اور ان کے معنی و مطالب پر غور کیا جائے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ رسولؐ اسلام کی پوری زندگی جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بسر ہوئی اور اس کے ہر گوشہ کی تفصیل جو کتب احادیث و اخبار میں موجود ہے کا مطالعہ کیا جائے تو اس سے یہ واضح ہوتا ہے۔ کہ اسلام ایک غیر طبقاتی معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ جس میں غریب و امیر بلند و پست کی تفریق نہیں ہے۔ اسلام میں نماز کا طریقہ۔ حج کے احکام ہمارے اس دعویٰ کے لیے کافی ہیں۔ جس کو مزید تقویت سیرت پیغمبر اسلام سے

ملتی ہے۔ آپؐ نے کبھی بھی اپنے آپ کو عام مسلمانوں کے معیارِ زندگی سے بلندی پر نہیں رکھا۔ آپ کی وہ تمام دولت جو آپ کو اُمّ المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کی جانب سے ملی تھی۔ تبلیغ اسلام پہ اور نومسلموں کی شکم پُری پر خرچ ہوئی۔ آپ کی بیٹی کے گھر میں روزہ پر روزہ رکھا جاتا اور سائل کی شکم پُری کی جاتی۔ آپ اور آپ کے کنبہ کے افراد اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔ کوئی خدمت گار نہ تھا۔ آپ نے تمام مسلمانوں میں عقد مواخاۃ قرار دیا۔ یعنی ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا باقاعدہ بھائی بنا کر اس کے اموال میں اس کو شریک قرار دیا۔ اور اس کے حقوق باقاعدہ وحیِ الٰہی کے بموجب مسلمانوں کو تعلیم کئے۔ مگر ان سب تعلیمات کو پسِ پشت ڈال کر جب احکامِ الٰہی کی تفسیر کی جاتی ہے اس پر عمل کرنے کا حکم دیا جاتا تو نتیجہ مثبت برآمد نہیں ہوتا

۱۲۔ ہم پر قحط نہیں آتا کیونکہ ہم استغفار کرتے ہیں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ٥ انفال ۸/۳۲

اور نہ اللہ ان کو اس حال میں عذاب دے گا۔ کہ وہ استغفار کرتے رہتے ہوں۔

البقرہ ۲/۳۷ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ٥

آدم نے اپنے پروردگار سے کلمات سیکھے۔ خدا نے ان کی توبہ قبول کی کیوں کہ وہی توبہ قبول کرنے والا

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا

ہے۔ اور رحم کرنے والا ہے۔ ہم نے کہا تم سب بہشت سے نیچے اُتر و۔ اگر تمہارے پاس میری جانب

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ٥ البقرہ ۲/۳۸

سے ہدایت آئے۔ تو جو لوگ میری ہدایت کو پالیں گے۔ ان کو نہ تو کسی قسم کا خوف ہوگا۔ اور نہ وہ محزون و مغموم ہوں گے۔

دُنیا دار الامتحان ہے۔ ابلیس ہر لحظہ گھات میں ہے۔ یہ وہ ازلی دشمن ہے جو ہمارے جدِ آدمؑ اور اماں حواؑ کو ورغلا کر بہشت سے نکلوا کر دُنیا میں لایا۔ جب آدمؑ جیسے برگزیدہ

بندے اس کے وسوسہ سے مغلوب ہو گئے۔ تو ہم نسل شمار قطار میں ہیں۔

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ البقرہ ۳۶/۲

پس شیطان نے ان کو جنت میں لغزش میں ڈالا اور اپنے فریب سے ان کو باغ بہشت سے نکلوا دیا

آدمؑ کی توبہ انہی کلمات کے وسیلہ سے ہوئی جن کے بتلانے پر فرشتوں کو سجدہ آدم کا حکم ہوا تھا۔ خدا نے ان کی توبہ قبول کی۔ اور ان سے کہا کہ ہم نے تمہارے لئے زمین میں موت کے وقت تک ٹھکانا بنایا ہے۔ وہاں تمہارے لئے رہائش اور خوراک کا بندوبست ہے۔ دریا اور باغات۔ کھیتیاں۔ میدان اور کوہسار ہیں جس میں تم ناز و نعمت سے بافراغت بسر کرو۔ مجھ کو یاد کرتے رہو۔ توبہ اور استغفار کرتے رہو۔ تاکہ شیطان جو تمہارا دشمن ہے اس کے مکر و فریب سے محفوظ رہو۔

★ دُنیا مکر و فریب سے بھری ہوئی ہے یہاں کی ہر چیز فریب ہے۔

★ جس سے محبت کی وہ بے وفا نکلا۔ جس کو دوست سمجھا وہ مارِ آستین نکلا۔

★ جس کو محبت بھری نظروں سے دیکھا وہ خار بن کر کھٹکا۔

پھر انسان دُنیا سے دلبستگی کا سامان کیوں مہیا کرے۔ جبکہ معلوم ہے کہ ایک دن یہ سب کچھ چھوڑ کر چلے جانا ہے۔ یہ آنا جانا اپنے ارادہ سے نہیں ہوتا۔ بلکہ جو لایا تھا وہی لے جائے گا۔ پس جب ہمارا عزم اور ارادہ کچھ نہیں ہے۔ دُنیا میں آنا اور جانا ہمارے ہاتھ میں نہیں۔ ہمارے اپنے ارادہ سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ سب قادرِ مطلق کے ہاتھ میں ہے۔

جس نے ہم کو دُنیا میں بھیجا اور انواع و اقسام کی نعمتیں ہم کو عنایت کیں طرح طرح کے پھل اور اجناس ہماری خوراک کے لئے پیدا کئے۔ طرح طرح کے جانور ہمارے مختلف امور کی انجام دہی کے لئے مستعد کئے۔ جب ایسا مہربان خدا ہماری نگہداشت اور نگرانی کر رہا ہے۔ ہماری پرورش اور کفالت کا وہ ذمہ دار ہے۔ تو کیا یہ ہمارا

فرض نہیں ہے کہ ہم اُس منعم حقیقی کا ہر لمحہ شکریہ ادا کرتے رہیں۔ اس کی معصیت کے مرتکب نہ ہو۔ توبہ استغفار اور شکرگذاری سے اس کی یاد کو اپنے دلوں میں برقرار رکھیں اور اس کے احکام کی اطاعت پر کمربستہ رہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کو بہشت میں بلا مشقت رزق حاصل تھا۔ مگر دنیا میں آکر ان پر لازم ہوا کہ محنت سے زمین کا سینہ چیر کر رزق حاصل کریں۔ زراعت کا انحصار آب و ہوا اور موسم پر ہے۔ اگر زراعت کو پانی میسّر ہے موسم سازگار ہے۔ ہوا میں طوفانی تندی نہیں ہے قدرت معاون ہے تو زراعت سرسبز و شاداب ہو کر بارآور ہوگی۔ لیکن اگر بارش بند ہے۔ طوفانی ہوائیں چل رہی ہیں۔ پالا و کہر چھا گیا ہے تو زراعت برباد ہو جائے گی۔ ہم لاکھ ہل چلائیں۔ تخم ریزی کریں۔ اگر قدرت مہربان نہ ہو۔ بارش ہوا اور موسم ساتھ نہ دے تو خشک سالی اور قحط کا سامنا ہوگا۔ نہ دانہ اُگے گا نہ سبزہ لہلہائے گا۔ نہ پھول کھلیں گے۔ نہ چمن آباد ہوگا۔ نہ مور ناچیں گے نہ بُلبُل نغمے سنائے گی۔ نہ آہو چھلانگیں لگائیں گے۔ نہ مرغ اذان دیں گے۔ یہ سب کچھ ذات الٰہی کے کرم اور خوشنودی رب العالمین پر موقوف ہے۔ اگر ہم اپنے عمل سے خدا کو راضی رکھیں۔ اس کی یاد کو اپنے دلوں میں برقرار رکھیں۔ اس کی معصیت سے اجتناب کریں۔ استغفار اور شکرگزاری کو اپنا شعار بنا لیں، تو ہم دنیا میں پُرامن اور پُروقار زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ اگر ہم نے اس کی یاد سے غفلت برتی۔ اس کی معصیت پر کمر باندھی۔ توبہ استغفار سے رُخ موڑا عیش حیات میں غرق ہوئے۔ تو پھر ہم کو حوادثات دنیا سے بچانے والا کوئی نہیں ابلیس ہم کو اُلٹے پیر دوزخ میں لے جائے گا۔ یادِ خدا ابلیس کے پھندے سے بچنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

خدا نے جب حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو زمین پر اُترنے کا حکم دیا تو ان کو یہ بھی بتلا دیا تھا۔ کہ میری جانب سے تم کو اور تمہاری اولاد کو برابر ہدایت کا سلسلہ

جاری رہے گا۔

پس تم شیطان کے پھندوں سے بچنے کے لئے مجھ کو برابر یاد کرتے رہنا اور استغفار پڑھتے رہنا اور میری ہدایت پر عمل کرنا۔

جہاں خدا نے ابلیس کو اتنا اختیار دیا ہے۔ کہ انسان کے مال و اولاد میں شریک ہو جائے وہاں یہ بھی کہہ دیا کہ میرے مخلص فرمانبردار بندوں پر تیرا زور نہیں چلے گا اور ابلیس نے بھی اقرار کر لیا۔ کہ خدا کے مخلص بندوں پر اس کا فریب اثر نہیں کرے گا۔

فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ٥ ۳۸ ۸۲-۸۳

تیری عزت کی قسم ہے کہ تمام فرزندان آدم کو گمراہ کروں گا سوائے تیرے خالص بندوں کے

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ٥ الزخرف ۳۶/۴۳

جو کوئی خداوند رحمان کی یاد سے باز رہتا ہے تو ہم شیطان کو متوجہ کرتے ہیں کہ اس کا ہم نشین ہو

اب ہر انسان کی کوشش ہونی چاہئے کہ وہ خدا کا مخلص ترین فرمانبردار بندہ بن جائے تاکہ ابلیسی فریب کے جال میں نہ پھنسے ★ ابلیس کے پھندے اور جال کیا ہیں

★ رنگینیٔ دنیا ★ خواہشات نفسانیہ

انسان کا دل فکر و خیال سے ہرگز خالی نہیں ہوتا۔ اس میں خیالات و افکار ہر لحظہ نمودار ہوتے رہتے ہیں۔ ہر فکر و خیال کا ایک سبب اور منشا ضرور ہے

● فکر باطل کا باعث شیطان ہے۔ ● فکر نیک کا سبب فرشتہ ہوتا ہے۔

★ وہ ارادے جن سے اُمور شر و فساد پیدا ہوں۔ فکر باطل ہے۔

★ اور وہ خیالات جن سے اُمور خیر کا ارادہ ہو فکر نیک ہے۔

جب انسان خواہش شہوت یا غضب میں مبتلا ہو۔ تو شیطان کے لشکر، خانۂ دل میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور وساوس باطل — میں جگہ پاتے ہیں۔

لیکن جب انسان ذکرِ خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور اس کا نفس زہد و تقویٰ

و اطاعت الٰہی پر آمادہ ہوتا ہے تو لشکر شیطان مملکت بدن سے نکل جاتا ہے اور لشکر ملائکہ اس میں آجاتے ہیں ۔ اور ان کے فیوضات الہامات وخیالات نیک اس میں پیدا ہوتے ہیں ۔ اخلاق فاضلہ و ملکات حسنہ ملائکہ کے داخل ہونے کے دروازے ہیں اور اوصاف رزیلہ ابواب الشیاطین ہیں۔

۱۳۔ ہم رنجیدہ اور غمگین نہیں ہوتے کیونکہ ہم لوگ اپنے نفس کو بلا اور مصیبت پر راضی رکھتے ہیں اور ہم صبر کرتے ہیں ۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ

اے رسول جو لوگ اپنے پروردگار کی صبح سویرے اور شام کے وقت یاد کرتے رہتے ہیں ۔ اور اسی

وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ

کی خوشنودی کے خواہاں ہیں ۔ ان کے ساتھ تم خود بھی اپنے نفس پہ جبر کرو ۔ اور ان کی طرف ایسے اپنی

اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝ الکہف $\frac{۲۸}{۱۸}$

نظر توجہ نہ پھیرو ۔ کہ تم دنیا میں زندگی کی آرائشوں کو پسند کرنے لگو اور جس کے دل کو گویا ہم نے خود اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے ۔ وہ اپنی خواہشات نفسانی کے پیچھے پڑا ہے ۔ اور اس کا کام سراسر زیادتی ہے تم اس کا ہرگز کہنا نہ ماننا ۔

مکروہات دنیا پر صبر کرنے کا یہ سنہری اصول ہے یہاں ہر لمحہ آفات اور بلاؤں کا سامنا ہے یہ خدا کی جانب سے بندوں کا دار الامتحان ہے ۔ جو اس امتحان میں پاس ہو گیا اس کے لئے حیات ابدی میں جنت ہے اور جو ناکام رہا اس کے لئے دوزخ ۔ یہ دنیا کارگاہ عمل ہے جس سے جنت اور دوزخ بنتی ہے ۔

امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ایک خطبہ میں فرماتے ہیں ۔

اے لوگو ! آسمان سے ہر لحظہ تیر آرہے ہیں ۔ اور تیر انداز خود خدا ہے ان تیروں میں نعمتیں بھی ہیں اور مصائب بھی ہیں ۔ فرشتوں کو حکم ہوتا ہے مصائب

والے تیروں کا رخ میرے فرمانبردار بندوں کی جانب کردو۔ اور نعمت سے پُر تیروں کو میرے نافرمان بندوں کی جانب موڑ دو۔ فرشتے عرض کریں گے تیرے فرمانبردار بندے تیری نعمتوں کے زیادہ مستحق ہیں۔ بہ نسبت نافرمان کافروں کے۔

خُدا جواب میں فرمائے گا۔ میں مومن کو رنج اور اذیت سے اور نافرمان ناشکرے کافر کو اپنی نعمتوں سے آزماتا ہوں کہ دیکھوں کون صابر اور فرمانبردار ہے اور کافر پہ یوم الحساب حجّت باقی نہ رہے کہ دُنیا میں بھی اس کو کچھ نہ ملا۔ اور آخرت میں تو اس کے لئے خسارہ ہے ہی

یہ دُنیا ایک ایسا مکان ہے جس کو بلاؤں نے گھیر رکھا ہے اور مکر و حیلہ کے ساتھ یہ معروف اور مشہور ہے اس کی بے وفائیاں زبان زد خاص و عام۔ اس کے حالات ہمیشہ ایک طریقہ پر نہیں رہے۔ نہ اس میں آنے جانے والے سالم رہ سکتے ہیں۔ اس کے حالات مختلف اس کا عیش و راحت ناپسندیدہ۔ یہاں امان معدوم ہے۔ اہلِ دُنیا اس میں ایسے نشانے ہیں جن کو ہدف بنایا گیا ہے اور دنیا ان پر تیروں کی بوچھار کرتی ہے اور موت سے ان کو فنا کر دیتی ہے۔

وہ زمانہ بہت جلد آنے والا ہے جب کوئی شخص بھی فتنہ و فساد سے رہائی نہ پا سکے گا۔ مگر وہ بے نشان مومن خداپرست کہ اگر مجلس میں حاضر ہو تو کوئی اس کا شناسا نہ ملے۔ اور اگر غائب ہو تو کوئی اس کی تلاش اور جستجو نہ کرے۔

یہی لوگ چراغ ہدایت اور نشان روشن ہیں۔ شب تاریک میں رہبری کرنے والے۔ یہ لوگ فتنہ و فساد پھیلانے کے لئے دوسروں کے یہاں آمد و رفت نہیں رکھتے۔ خلق کے عیب اور بدی کو آشکارا نہیں کرتے ہیں سفیہ اور بیہودہ گو نہیں ہیں۔ انہیں لوگوں کے لئے خدا نے رحمت کے دروازے کھول دیئے

ہیں۔ اور اپنے عذاب کی سختی کو ان سے برطرف کر دیا ہے۔

اے لوگو! وہ زمانہ بہت جلد آنے والا ہے۔ جب اسلام کو اس طرح الٹ دیا جائے گا۔ جیسے برتن کو اس کی تمام چیزوں سمیت الٹ دیا جاتا ہے۔

اے لوگو! اللہ نے تمہیں اس بات سے پناہ دی ہے کہ کوئی تم پر ظلم کرے لیکن آزمائش سے تم کو پناہ نہیں دی ہے۔

○ فرمایا ابو عبداللہ علیہ السلام نے کہ "صبر ایمان کا سر ہے"۔
صبر کا ایمان سے وہی تعلق ہے جو سر کا جسم سے ہے اگر سر نہ ہو تو جسم بیکار ہے۔ اسی طرح صبر کے بغیر ایمان بیکار ہے۔
جس نے صبر کیا اس نے تھوڑی مدت صبر کیا لیکن اس کا اجر باقی رہنے والا ہے اور جس نے بیتابی کا اظہار کیا تو اس کی یہ بے تابی تو تھوڑی دیر کے لئے تھی۔ مگر اس کا اثر یعنی شرمندگی دیر پا ہے۔ صبر کو اپنے لئے لازم قرار دو۔
خداوند عالم نے اپنے تمام امور میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا۔ اور ان کو صبر اور مدارا کرنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا لوگوں کے کہنے پر صبر کرو۔ اور پوری طرح ان سے قطع تعلق کرو۔ اور جھٹلانے والے دولت مند کو چھوڑ دو۔ لوگوں کے اعتراض کا اچھے طریقہ سے دفعیہ کرو۔ آج جس سے تمہاری دشمنی ہے۔ ممکن ہے کہ کل وہ خالص دوست بن جائے۔ اور اس کی توفیق نہیں ہوتی مگر صبر کرنے والوں کو یا جن کو بارگاہ الٰہی سے بڑا حصہ ملا ہے۔

مدارا بھی نرمی کے قریب تر ہے، اور اس کے معنی ہیں کہ جو کچھ دکھ یا تکلیف اپنے کسی برادر ایمانی کی جانب سے پہنچے اس پر صبر کیا جائے۔ اور اس کو ظاہر نہ کیا جائے۔ یہ صفت تمام صفات سے بڑھ کر ہے اور انسان کو دنیا و آخرت میں بلند مراتب پر فائز کرتی ہے۔ اسی کو عالی ظرف کہا جاتا ہے۔

اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا ۔۔۔ اے موسیٰؑ! اپنے دل میں میرے اسرار کو پوشیدہ رکھو ۔ اور اپنے ظاہر میں ان کو آشکار کرو ۔ اور میرے اور اپنے دشمن سے مدارا کرو ۔ یعنی خدا کی جو عظمت بزرگی طاقت اور حکومت قدرت وسطوت ہم کو بتلائی اور دکھلائی جا چکی ہے ۔ اس کو اپنے دل میں ہر وقت نہاں رکھ کر اس کے اوصاف حمیدہ کو اپنے عمل سے ظاہر کرنا چاہیئے ۔ وہ رحیم ہے کریم ہے صابر ہے قادر ہے وہ معمولی معمولی باتوں پہ دشمن کی گرفت نہیں کرتا ۔ بلکہ صبر کرتا ہے ۔ موقعہ دیتا ہے ۔ اصلاح کر لینے کا قصور معاف کرا لینے کا ۔ بندہ مومن کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے ۔

عاجزی و فروتنی بھی مندرجہ بالا صفات کا لازمہ ہیں ۔

جو شخص سخت مزاج اور تُند خُو نہ ہوگا ۔ وہ لازماً نرم مزاج اور خاکسار اور رحمدل منکسر المزاج ۔ ہمدرد اور شفیق انسان ہوگا ۔

قرآن اور رسولؐ اسلام ایسے ہی اوصاف تمام مسلمانوں میں پیدا کرنا چاہتے ہیں کاش! مسلمان غور کریں ۔ اور متعصب مسلمان بننے کے بجائے محض انسانیت مُسلم بن جائیں مذہبی جذبہ خدمت انسانیت باعث نجات ہے ۔

۴۲ ۔ ہمارے اموال پر آفات نہیں آتیں ہیں ۔
اس لئے کہ ہم خدا کے سوا کسی پہ بھروسہ نہیں کرتے اور ستاروں کو بلاؤں کا سبب نہیں سمجھتے بلکہ تمام اُمور کا منجانب خدا ہونا ہی ہمارا عقیدہ ہے ۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ۝ الزمر ۳۶/۳۹

کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے ۔

وَمَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ

جب تم کو کوئی فائدہ پہنچے تو سمجھ لو کہ یہ خدا کی طرف سے ہے اور جب کوئی تکلیف تو جان

نَفْسِکَ ۝ النساء ۴/۷۹

لو کہ یہ خود تمہاری (معصیت) کی بدولت ہے۔

فرمایا حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے۔ "مومن کا شرف قائم اللیل ہونا ہے۔ اور اس کی عزت اس میں ہے کہ لوگوں سے بے پرواہ ہونا (کسی سے کوئی حاجت نہ رکھتا ہو)

فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی یہ چاہے کہ جو کچھ خدا سے مانگے وہ اس کو مل جائے تو اس کو چاہیئے کہ بالکل لوگوں سے مایوس ہو کر اپنے تمام امور میں پورا پورا بھروسہ اور امید خدا پر رکھے۔ جب خدا اس کے دل کی بات معلوم کرے گا۔ تو پھر اس سے بندہ جو سوال کرے گا۔ وہ اسے پورا کرے گا۔

فرمایا حضرت امام زین العابدین علی ابن الحسین علیہ السلام نے۔ "میں بھرپور نیکی کو اس امر میں دیکھا۔ کہ انسان جو کچھ دوسرے لوگوں کے پاس دیکھے۔ اس سے اپنی طمع کو قطع کرے۔ اور جو کوئی بندوں سے امید نہ رکھے گا۔ اور تمام امور میں خدا سے لو لگائے گا تو خدا ہر امر میں اس کی دعا قبول کرے گا۔

لوگوں سے اپنی حاجتوں کو طلب کرنا اپنی عزت کا کھونا ہے۔ اور حیا کو رخصت کرنا ہے اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے پرواہ ہونا مومن کے لئے دین میں عزت ہے۔ اور طمع تو وہ ظاہر بظاہر فقیری ہے۔

فرمایا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے مایوس ہونا ان چیزوں سے جو لوگوں کے قبضہ میں ہیں۔ مومن کے لئے دین میں باعث عزت ہے کیا تم نے حاتم کا یہ قول نہیں سنا ہے کہ "جب میں نے لوگوں سے امید قطع کی۔ تو استغنا کو حاصل کر لیا۔ بشرطیکہ نفس اس کا اس بات کو سمجھتا ہو۔ یعنی اوپر دل سے نہ ہو اور لالچ تو فقیری ہے۔

تیرے دل میں لوگوں کی طرف سے احتیاج اور بے پروائی اس طرح جمع

ہو کہ تیری احتیاج اُن سے کلام کی نرمی اور شگفتہ روئی سے ہو۔ اور بے پروائی اُن سے آبرو کی حفاظت اور بقائے عزت کے لئے ہو۔

جب اللہ کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو کسی مصیبت میں مبتلا کر کے اس کو غمناک بنا دیتا ہے۔ ہم اور ہمارے دوست اسی حالت میں صبح و شام کرتے ہیں

جب اللہ کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اس کو رنج و بلا و مصیبت و بیماری میں مبتلا کر کے غمزدہ کر دیتا ہے۔ اور اس مصیبت کی وجہ سے اس کو اپنی جانب بلاتا ہے اور جب وہ مومن دعا کرتا ہے تو خدا فرماتا ہے۔ میرے بندے میں موجود ہوں۔ جو تو نے مانگا ہے وہ میں فوراً دینے پر قادر ہوں۔ لیکن میں نے تیرے لئے ذخیرہ کیا ہے اور جو کچھ ذخیرہ کیا ہے وہ تیرے لئے بہتر ہے۔

آج دُنیا میں فساد صرف اس لئے ہے کہ لوگ صبر اور قناعت کو چھوڑ کر اسباب راحت کے حصول کے لئے ہر جائز و ناجائز ذریعہ اختیار کرتے ہیں۔

ان کی نگاہیں اسباب راحتِ دُنیا کی جانب للچائی ہوئی اُٹھتی ہیں۔ اور وہ اس کے حصول کے لئے کہیں کسی انسان کے سامنے ناک رگڑتے ہیں۔ اور کہیں دھوکا ظلم چاپلوسی اور سینہ زوری دکھلاتے ہیں۔ لہٰذا وہ صراط مستقیم سے دُور جا پڑے ہیں۔ صراط مستقیم یہ ہے کہ جو کچھ خُدا نے عطا کیا ہے۔ اس پر صبر و شکر کرے۔

حصول رزق کے لئے کسی دوسرے پر ظلم و زیادتی نہ کرے۔ اور احکام الٰہی کے مطابق زندگی بسر کرے۔

۱۵۔ ہمارے آباؤ اجداد بھی اسی طریقہ پر زندگی بسر کر گئے۔

ا۔ وہ مسکینوں پر رحم کیا کرتے تھے۔

مصدقہ حدیث ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص کی عمر قبل صلہ رحم کرنے کے صرف تین سال باقی تھے۔ مگر صلہ رحم کرنے کے بعد خدا اس کو تینتس ۳۳ سال کر دیتا ہے

اس طرح مسکینوں۔ اعزاء اور ہمسایوں پر رحم کرنے سے ان کے ساتھ بخشش اور عدالت کرنے سے عمر طویل ہو جاتی ہے۔

صلہ رحمی خلق کو اچھا کرتی ہے ہاتھ کو صاف کرتی ہے نفس کو پاک کرتی ہے اور رزق میں زیادتی کرتی ہے۔ موت میں تاخیر کرتی ہے۔ اس سے زیادہ انسان کو کیا چاہیئے صاحب خلق۔ بااخلاق۔ صاحب کرم۔ پاکیزہ نفسی۔ رزق وافر۔ اور طویل عمری۔

۲۔ ہمارے بزرگ فقیروں کے ساتھ مواسات رکھتے تھے۔

مواسات کے معنی ہیں غمخواری۔ ہمدردی۔ مدد کرنا۔ دکھ بٹانا۔

فقیروں کے ساتھ مواسات کا مطلب یہ ہوا کہ ان کی دلجوئی کرنا، اور ان کی کفالت کرنا۔ مشہور حدیث ہے کہ ہمارے مالدار لوگ امیر مومن ہمارے مال کے امین ہیں۔ اپنے صاحب احتیاج لوگوں کے لئے پس ایسے لوگوں کی مالدارو تم حفاظت کرو۔ اللہ تمہاری حفاظت کرے گا۔

فرمایا پیغمبرؐ اسلام نے خدائے فقر کو اپنے بندوں کے پاس بطور امانت رکھا ہے جو اس کو چھپاتا ہے۔ خدا اس کو قائم اللیل اور صائم النہار کا اجر عطا فرماتا ہے۔ اور جس نے اپنی حاجت ایسے شخص پر ظاہر کر دی جو [illegible] سکتا ہے۔ مگر اس نے اس کی حاجت روائی نہ کی تو اس محتاج کو گویا اس نے قتل کر دیا۔ نہ تلوار یا نیزہ سے نہیں بلکہ اس چیز سے جو قلب کو توڑ دیتی ہے۔

فقراء و مساکین کو دوست رکھنا ایک تو خوشنودی رب کا باعث ہے۔ دوسرے انسان میں انکساری اور مروت پیدا کرتا ہے۔ غرور اور قساوت قلبی کو مٹاتا ہے۔ انسان دوستی کے جذبات پیدا کرتا ہے معاشرے سے حسد۔ بغض اور عداوت کا خاتمہ کرتا ہے۔

۳۔ اگر ہمارے بزرگوں پر کوئی ظلم کرتا تھا تو وہ اس کو معاف کر دیتے تھے۔

احادیث پیغمبر اور اقوال معصومین سے واضح ہے کہ ظلم تین طرح سے ہے۔

ایک ظلم ایسا جس کو اللہ بخش دے گا۔ دوسرا ظلم وہ ہے جس کو خدا نہیں بخشے گا۔ تیسرا ظلم وہ ہے جسے اللہ نہ چھوڑے گا

جو ظلم اللہ نہ بخشے گا وہ شرک ہے۔

جو ظلم اللہ بخش دے گا وہ انسان کا اپنے نفس پر ظلم ہے۔ جیسے خودکشی وغیرہ جو توبہ واستغفار سے بخش دیا جائے گا۔ کیوں کہ اس سے کوئی دوسرا مظلوم نہیں بنا سوائے اپنے نفس کے۔

وہ ظلم جس کا عدالت خدا میں فیصلہ کیا جائے گا وہ ظلم ہے بندوں کا بندوں پر اس میں وہ انصاف کرے گا اور حق دار کو اس کا حق دلائے گا۔

ظالم کو معاف کر دینا اعلیٰ صفت ہے۔ مگر یہ اصول صرف اس وقت تک نافذ رہے گا۔ جب تک معاملہ دو افراد کے درمیان ہے۔ مظلوم معاف کر سکتا ہے۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ۝ النسآء ۴ ۱۴۸

اللہ نفظوں میں کھول کر بدی بیان کرنے کو پسند نہیں کرتا سوائے اس کے جس کو ستایا گیا ہو

لیکن اگر ظلم اس حد سے تجاوز کر جائے کہ معاملہ دو افراد سے بڑھ کر پورے معاشرے کو یا بہت سے لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے تو پھر عدالت قائم کی جائے گی۔ جس کے اصول اسلام نے بڑی خوبصورتی سے پیش کئے ہیں۔ اصول شہادت بھی موجود ہے اور معیار عدالت بھی مگر افسوس کہ بعد رسولؐ ان پر عمل نہ ہو سکا۔ کیوں کہ امارت و ریاست اور اس کی سیاست انصاف کے اصول پر گامزن نہیں ہوتی۔ وہ اپنی بقا کو ہر چیز پر مقدم قرار دیتی ہے، اور اس کی بقا ظلم د زیادتی پر ہے۔ انصاف اور عدالت پر نہیں۔ انصاف اور عدالت کا لازمہ مساوات اور احترام حقوق انسانی ہے اور یہ

شہنشاہیت اور آمریت کی بقاء عدم مساوات اور حقوق انسانی کی پائمالی پہ ہے لہٰذا ظلم لوازمہ سیاسیات اور امارتِ دُنیا ہے۔ جس کا مشاہدہ کل اور آج یکساں ہے۔

۴۔ ہمارے بزرگوں کے ساتھ کوئی بدی کرتا تھا تو وُہ اس کو معاف کر دیتے تھے۔

مشہور حدیث ہے کہ خدا نے جنت کو حرام قرار دیا ہے۔ اس شخص پر جو بدگو بدزبان اور بے حیا ہے اس کی بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس نے کیا کہا۔

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کی رضا کے لئے ہر مصیبت کو برداشت کر گئے۔ اور پابندی سے

مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ

نماز ادا کی۔ اور جو روزی ہم نے ان کو دی ہے۔ اس میں سے راہ خدا میں خرچ کیا۔ اور بُرائی کا

لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۙ الرعد ۲۲/۱۳

دفعیہ بھلائی سے کیا انہیں کے لئے آخرت کی کامیابی ہے۔

رسول اللہ نے حکم دیا کہ دشمن کے ساتھ بھی حسن سلوک کرو۔

حضرت علی علیہ السلام کے ضربت کھانے کے بعد جب قاتل کو ان کے سامنے پیش کیا تو آپؑ نے اس کی پیاس کو محسوس کر کے اس کے لئے شربت کا جام منگوایا۔ اور وصیت کی کہ اس کو بھی ایک ہی ضرب لگائی جائے میرے بعد

حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ کے قاتل شمر نے جب حسینؑ کے جنبش کرتے ہوئے لبوں سے کان لگائے تو ان پر یہ دُعا تھی۔ اے خُدا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ یہ کتنا عظیم گناہ کر رہے ہیں۔ تو میرے نانا کی اُمت کو بخش دے۔

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ

الزام تو بس انہیں لوگوں پہ ہے جو روئے زمین پر زیادتیاں کرتے پھرتے ہیں۔ ایسے ہی

بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ

لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے اور جو صبر کرتے ہیں۔ اور قصور معاف کر دیتے ہیں

لِمَنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۞ شوریٰ ۴۳-۴۲

تو یہ بے شک بڑے حوصلہ کا کام ہے۔

یہ وہ سنہری اصول قرآن نے ہم کو دیا تھا جس پر صرف رسول اکرمؐ اور ان کے خاص اصحابؓ نے عمل کیا۔ اگر یہ عمل جاری رہتا تو مسلمانوں نے دنیا تسخیر کر لی ہوتی۔ کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے تسخیر کر لی تھی مگر اس میں ظلم و زیادتی کی آمیزش تھی لہذا وہ دنیا ہم سے چھن گئی۔ اور آج ہم دوسروں کے رحم و کرم پر ہیں۔ اقبال نے کہا ؎

یقیں محکم، عمل پیہم محبت فاتح عالم

جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

دنیا محبت سے تسخیر کی جا سکتی ہے۔ تلوار اور بندوق سے نہیں۔ ظلم اور ڈاکہ زنی سے نہیں۔ آج ظلم و زیادتی سے ہر مظلوم قوم اسی لیے چیخ رہی ہے کہ امداد کے نام پر ان کو لوٹا جا رہا ہے۔ اعلانیہ ظلم اور ڈکیتی کے بجائے ان کو ان کے اپنے ضمیر فروشوں ابن الوقت آدمیوں کے ذریعے اسیر کیا جاتا ہے ان کے اذہان تبدیل کیے جاتے ہیں۔ ان کی تقلب و نظر میں تغیر و تبدل کر دیا جاتا ہے جھوٹ کو سچ بنا دیا جاتا ہے۔ اور سچ کو جھوٹ ثابت کر دیا جاتا ہے۔

قرآن غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ اور انسان کو دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لئے بہت سے اعلیٰ اصولوں کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ جن میں اصول اخلاق سرفہرست ہیں مگر مسلمانوں نے قرآن تو حفظ کر لیا۔ نماز، روزہ کو اصل دین سمجھ کر عمل کر لیا۔ مگر حب دنیا ان کو اخلاقیات کے اصولوں پر گامزن ہونے سے روکنے پر آمادہ ہو گئی اور یہی نکتہ مسلمان کی گمراہی کا ہے۔ اسی منزل سے مسلمان بھٹکا۔ اصول اخلاقیات میں قرآن پکار رہا ہے۔

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۞ الرحمٰن ۶۰/۵۵

ترجمہ: کیا نیکی کا بدلہ سوائے نیکی کے کچھ اور ہو سکتا ہے۔

مگر مسلمانوں کی اولین تاریخ شاہد ہے۔ کہ مسلمان اس منزل پر ناکام ہو گیا۔ واقعہ کربلا۔ واقعہ حُرّہ اور حجاج بن یوسف کا ایک لاکھ مسلمانوں کو قتل کرنا اسلامی تاریخ کے وہ سیاہ ابواب ہیں جو مسلمانوں کے ماتھے کا کلنک ہیں۔ چونکہ ہمارا ماضی ایسا تھا لہٰذا ہم سے مستقبل میں بھی یہی احسان فراموشی ظاہر ہو رہی ہے چنانچہ اس سلسلہ میں الجزائر کی آزادی کے ہیرو احمد بن بیلا اور انڈونیشیا کے رہبر انقلاب و آزادی ڈاکٹر احمد سکارنو کا نام پیش کیا جا سکتا ہے۔ ان کی خدمات کا جو صلہ ان کی قوم نے ان کو ان کی زندگی میں دیا وہ تاریخ واخبار کے اوراق میں ثبت ہو چکا ہے تمام دنیا اس سے آگاہ ہے۔

جناب پیر علی محمد صاحب راشدی ایک بلند پایہ محقق سابق وزیر اور صحافت کے میدان کے شہسوار ہیں۔ آپ ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔ جو روزنامہ جنگ ۹ر نومبر ۱۹۸۴ء میں شائع ہو چکا ہے۔

جدھر دیکھو مسلمانوں کی پٹائی ہو رہی ہے۔ جدھر نظر کرو مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے انسانی حقوق سے تو وہ من حیث القوم مدتوں سے محروم تھے۔ جو کچھ اسلام نے ان کو دیا تھا۔ وہ چند غاصب لوٹ کر لے گئے تھے۔ مگر اب جو تھوڑا بہت باقی رہ گیا ہے۔ یعنی صرف جسم اور جان اس کے پیچھے بھی لوگ ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں آج کل کی اسلامی دنیا کا نقشہ سامنے رکھو۔ جس علاقہ پر انگلی رکھو گے۔ کوئی نہ کوئی افتاد آئی ہو گی۔ جتنا خون مسلمان کا اس دور میں بہنے لگا ہے اس سے پہلے کی تاریخ میں کبھی نہیں بہا۔ لڑائیاں اس سے پہلے بھی لڑی جاتی تھیں۔ مگر وہ علاقائی اور محدود ہوتی تھیں جن کو مرنا ہوتا تھا۔ مر جاتے تھے باقیوں کی خیر۔ اس کے برعکس اب تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ عالمگیر پیمانے پر مسلمانوں کی جڑ اکھاڑنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ انسانی حقوق سے محروم ذلیل اور خوار تو وہ تھے ہی اب ان کو سرے سے صفحہ ہستی سے مٹا

دینے کے بندوبست ہو رہے ہیں۔ ان کا دوست اور حلیف اس دُنیا میں کون رہا ہے۔ کیا وہ خود بھی اپنے دوست اور بہی خواہ ہیں۔

کیا ان میں حمیّت کا جذبہ باقی ہے کیا۔ رُحمَاءُ بَینَھُم کی کوئی جھلک ان میں ان کے کردار میں دکھلائی دیتی ہے کیا یہ حقیقت نہیں کہ آج کل مسلمان ہی مسلمان کا خون بہا رہے ہیں۔ یہ جلّاد اپنے کو مسلمان تو کہتے ہیں۔ اور بڑی بڑی قرآنی آیات اپنی حمایت میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن کیا ان کے عمل سے مسلمانی کی بُو آرہی ہے کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ دیکھے بھالے مسلمانوں کا قصہ تو اپنی جگہ مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان اپنے ہی مسلمان بھائی پہنچا رہے ہیں۔ ۶ (ابشکریہ جنگ)

۵۔ ہمارے بزرگ امین تھے خیانت نہیں کرتے تھے۔

اَلَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَھْدِ اللّٰہِ وَلَا یَنْقُضُوْنَ الْمِیْثَاقَ ۝ الرعد ۲۰/۱۳

یہ وہ لوگ ہیں کہ خدا سے جو عہد کیا۔ اس کو پورا کرتے ہیں۔ اور اپنے پیمان کو نہیں توڑتے۔

اِسلام بھی ایک امانت ہے جو خدا نے اپنے رسولؐ کے ذریعے ہمارے سپرد کی ہے۔ اس کی اسی طرح حفاظت لازم ہے۔ جس طرح کسی کے مال اور اسباب کی اور اس امانت کو بعینہ محفوظ کر کے ہم کو یوم الحساب خدا کے سامنے پیش کرنا ہے مشہور حدیث رسولؐ ہے۔

بس تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔

• کتاب اللہ و عترتی اھلبیتی •

بعض روایات میں کتاب اللہ و سُنتی کے الفاظ ہیں۔

قرآن کے ساتھ ہمارا امین ہونا بس یہاں تک ہے کہ ہم اس کے حافظ اور قاری ہیں اس پر عامل نہیں۔ اس کی تفسیر اور تعبیر ہماری اپنی رائے فلسفہ اور نظریات پر موقوف ہے۔

عترت اور اہل بیت رسالت کے ساتھ ہمارے سلوک کی گواہی کربلا اور واقعہ حرّہ مدینہ دے رہا ہے۔

سنتِ رسولؐ کے ساتھ ہماری الفت کا ثبوت مسلمانوں کے بہتّر۔ تہتر فرقے ہیں۔ جن کا عمل ایک دوسرے سے مختلف ہے لہٰذا سنت رسولؐ کو بھی ہم سنبھال کر نہ رکھ سکے۔ اس میں اختلاف کیا۔ جب ہی تو مختلف مکاتیب فکر کو رسولؐ کی سنت مختلف نظر آرہی ہے۔

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ

اے رسول بھلا وہ شخص جو یہ جانتا ہے۔ کہ جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے

اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (الرعد - ۱۹/۱۳)

بالکل ٹھیک ہے۔ کبھی اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو دل کا اندھا ہو۔

ہرگز نہیں۔ اس سے تو بس کچھ سمجھ دار لوگ ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

اگر مسلمان۔ اسلام قرآن اور سنت کو اسی طرح محفوظ رکھتے۔ جیسے کہ رسولؐ نے ان چیزوں کو ان کے درمیان چھوڑا تھا، تو آج مسلمانوں کی یہ حالت نہ ہوتی۔ کچھ مسلمانوں کو سیرت رسول دوسروں سے مختلف نظر آئی۔ کسی باعث انہوں نے تاویل و تفسیر اپنے حسب منشاء کر لی۔ اسی طرح تفسیر و معنی و مطالب کلام الٰہی میں اختلاف کیا گیا۔ اور عترت و اہلبیتؑ رسالت کی شناخت میں بھی شبہ پڑا۔ اور ان کے احترام اور ان سے مودّت میں کمی آئی۔ جس کے باعث مسلمان مختلف مکاتیب فکر میں بٹ گئے اور ان میں حُبِّ ریاست و دولت یا حُبِّ ایمان اس کو آپ جو کچھ بھی کہہ لیں۔ اس قدر تفرقہ اور نظریات میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ ایک گروہ دوسرے گروہ کو برداشت کرنے کو تیار نہیں ہے۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی ؕ الشوریٰ ۲۳/۴۲

تم کہہ دو میں اس تبلیغ رسالت کی کوئی مزدوری طلب نہیں کرتا مگر اپنے قرابت داروں کی محبت

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی

اور یہ جان لو کہ جب کسی طرح کی غنیمت (منافع) تمہارے ہاتھ لگے۔ اس کا پانچواں حصہ اللہ کے رسول کا

وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ؕ الانفال ۴۱/۸

اور رسول کے قرابت داروں۔ یتیموں۔ مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا

بالتحقیق اللہ اور اس کے فرشتے نبی (یعنی محمد اور ان کی آل پر) درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اے ایمان لانے

عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ؕ الاحزاب ۵۶/۳۳

والو تم بھی ان پر درود بھیجو اور ان کی فضیلتوں کو تسلیم کرو۔

مسلمانوں کے لئے خدا اور رسولؐ نے مرکز وحدت فکر و خیال مرکز اتحاد و اتفاق مرکز عقیدت و محبت و مودت اور مرکز الفت و خلوص کی مندرجہ بالا آیات کے ذریعہ رہنمائی کر دی تھی مگر اس کی تفسیر و تاویل میں اختلاف پڑ جانے کی بنا پر تمام فرقہائے اسلامی کے مرکز محبت و مودت اور مرکز فکر و خیال بٹ گئے۔ جس کے باعث ان کے درمیان وحدت فکر نہ رہی۔ اور یہ نظریہ اپنا لیا گیا کہ ہر بزرگ کی پیروی سے راستہ مل جائے گا۔ مگر چودہ سو سال سے ہم منزل گم شدہ کی تلاش میں ہیں۔ مگر منزل دور ہوتی چلی جا رہی ہے۔

ہمارے دشمن اس چیز سے فائدہ اٹھا کر ہم کو ایک دوسرے کا دشمن بناتے اور ہمارے اختلافات کو رائی کا پہاڑ بنانے میں مشغول ہیں۔ انہوں نے ہمارے اتحاد کے راستے میں بڑے بڑے بہت کھڑے کر دیئے۔ جن سے مرعوب ہو کر ہم نے متحد رہنے کا خیال چھوڑ دیا ہے۔ اور ایک دوسرے کی بیخ کنی اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش میں مشغول ہیں۔

تحقیق حق اور تلاشِ حق کا کام مذہبی و گروہی عصبیت کے باعث نہیں ہو سکتا۔

افلا تعقلون اور افلا یعقلون کا قرآنی درس ہم بھول چکے ہیں۔

۶۔ ہمارے بزرگ آباء واجداد

ہمیشہ سچ بولتے جھوٹ نہیں بولتے تھے۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ

(اے رسول) یہ عرض کیا کرو۔ کہ اے میرے پروردگار مجھ کو پسندیدہ مقام پر پہنچا اور خوبی کے

اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ۝ بنی اسرائیل ۸۰/۱۷

ساتھ یہاں سے نکال لے جانا اور میرے لئے اپنی طرف سے مدد کرنے والا غلبہ مقرر فرما۔

كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ التوبہ ۱۱۹/۹

سچوں کے ساتھ رہو

صدق کو پسندیدہ صفت اور عمدہ چیز قرار دیا گیا ہے۔ سچوں کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

سچائی وہ بلند منارہ ہدایت ہے۔ کہ جس کی روشنی میں چل کر انسان معراج انسانیت کی اعلیٰ ترین منزل پر فائز ہو سکتا ہے۔ دُنیا کا ہر مذہب سچائی کی تلقین کرتا ہے۔ اپنے ماننے والوں کو سچے انسانوں کی صحبت اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

آئمہ معصومین علیہم السلام نے فرمایا ہم پر کوئی جھوٹ نہ بولو۔ ورنہ دین اسلام سے خارج ہو جاؤ گے، اور سرداری کے خواستگار نہ بنو۔ ورنہ بھیڑیا بن کر لوگوں پر ظلم کرو گے۔ اور ہماری مدح پہ غلو کر کے لوگوں کا مال نہ کھاؤ ورنہ محتاج ہو جاؤ گے۔ تم روز قیامت پیشِ خدا کھڑے ہو گے۔ اور تم سے سوال کیا جائے گا پس اگر تم نے ہمارے متعلق سچ کہا ہے تو ہم تصدیق کریں گے۔ اور اگر تم نے جھوٹی روایت بیان کر کے غلو کر کے لوگوں کا مال وصول کیا ہے۔ تو ہم تم کو پیش خدا جھٹلائیں گے۔

ہر جھوٹ کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ مگر تین شخصوں سے نہیں۔ اول دشمن سے بوقت جنگ جھوٹ بولنا اور متکبرانہ انداز سے دشمن کے سامنے چلنا افعال پسندیدہ خدا ہیں۔

دوئم اصلاح بین الناس کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے۔

سوئم۔ اہل و عیال سے کسی چیز کا وعدہ کر کے پورا نہ کر سکے۔ تو ان کی دل شکنی سے بچنے کے لئے جھوٹ بول سکتا ہے۔

غیر اصلاحی اُموریں جھوٹ اور متکبرانہ انداز سے گلی کوچوں میں چلنا خدا کو ناپسند ہیں۔ ان کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

- غور کریں کیا ہم جھوٹ بول کر اپنا پیٹ تو نہیں بھر رہے۔
- جس کے باعث باوجود امارت کے محتاج اور بیکس ہیں کمزور ہیں۔
- ہماری بات کوئی نہیں مانتا۔ کسی کی نظر میں ہماری عزت نہیں ہے۔
- صرف ظاہری آؤ بھگت ہے، اور مذہب کے نام پر لنگر جاری ہے۔
- واعظین و ذاکرین کے قول اور فعل میں تضاد ہے۔
- ہمارے افعال اور اعمال ہمارے قول اور عقیدہ سے ہم آہنگ نہیں ہیں۔

آج اسلام کا نام استعمال کر کے اپنے افعال پر جھوٹ کا ملمع چڑھایا جا رہا ہے۔ دُنیا پرستوں نے جھوٹ کے ذریعہ دین کی عبا میں اپنے جسم کو چھپا لیا اور رہبر و رہنما بن کر دین و ایمان کی رہزنی کی۔

احکام خدا اور رسول کی تاویل اور تعبیر جھوٹ کے ذریعے اپنی حسب خواہش کی جب کذب اس قدر کثرت سے بولا جائے کہ اس پر صدق کا گمان ہونے لگے۔ تو ایسا معاشرہ شیطان کی چراگاہ بن جاتا ہے۔ ایسا سربراہ اپنے کو خدائی اوتار کا درجہ دے دیتا ہے۔ جو کذب سے مذہب کا ہیرو بن جائے۔ ایسا گروہ اپنے آپ کو خدا کا محبوب

بندہ تصور کرتا ہے جھوٹی روایات کی بنا پر۔

ایسے لوگ احکام الٰہی کی غلط تاویل اور تفسیر کے باعث دینی اور دنیاوی دونوں سعادتوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اور کفار و دہریئے ان پر غالب آجاتے ہیں۔ پھر پوری قوم قعر مذلت میں گر پڑتی ہے۔

سچے مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ سوائے خدا کے کسی سے نہیں ڈرتا۔ مگر کمزور ایمان والے معرفت الٰہی نہ رکھنے والے اپنی بقا اور اپنے اموال کی حفاظت کے لئے ہر بڑی طاقت والے سے ڈرتے ہیں۔ اور اس کی پناہ چاہتے ہیں۔ اس طرح کفار ان پر غلبہ حاصل کر لیتے ہیں۔ اور باوجودیکہ کلمہ گو ہیں۔ کفر کی آغوش میں سانس لیتے ہیں یہ نتیجہ ہے اسلام کے احکامات اور تعلیمات کی غلط تفسیر و تعبیر کا۔ اگر مسلمانوں میں طبقاتی کشمکش نہ ہوتی بلند و پست کا تصور نہ ہوتا۔ امراء غرباء کو اپنا محکوم اور غلام نہ سمجھتے سب بھائی بھائی ہوتے۔ سب اسلام کے مجاہد ہوتے۔ سب اسلام کے جانثار ہوتے۔ سب کے حقوق معاشرے میں برابر ہوتے تو آج ہم کو یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا۔

۶۔ ہمارے آباؤ اجداد کا مسکینوں پر رحم کرنا۔ فقیروں کے ساتھ مواسات کرنا۔ ظلم اور زیادتی کرنے والوں کو معاف کر دینا۔ بدوں کے ساتھ نیکی کرنا۔ ان کا امین اور صادق ہونا۔ یہ سب افعال پسندیدہ خدا ہیں۔ لہٰذا خدا نے ان کے تمام امور میں برکت دی۔ اور اصلاح کی اور دنیا اور عقبیٰ دونوں جگہ سرخرو ہوئے۔

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ

ان لوگوں سے کہدو کیا میں تم کو دنیاوی نعمات سے بہتر چیز بتلا دوں اچھا سنو۔ جن لوگوں نے

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ كا د

پرہیزگاری اختیار کی ان کے لئے ان کے پروردگار کے یہاں بہشت کے باغات ہیں۔ جن کے نیچے نہریں

رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ ۝ آل عمران ۱۵/۳

جاری ہیں۔ اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے لئے صاف ستھری ازواج ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر خدا کی خوشنودی ہے اور خدا اپنے بندوں کو خوب دیکھ رہا ہے۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي

جو لوگ سچی بات کلمہ توحید (تعلیمات رسول اسلام) پر صدق دل سے ایمان لا چکے ہیں۔ ان کو دنیا کی زندگی

الْاٰخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۝ ابراہیم ۲۷/۱۴

میں ثابت قدم رکھتا ہے۔ اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھے گا۔ اور ان کو سوال اور جواب میں کوئی دقت نہ ہوگی۔ اور سرکشوں کو خدا گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اسلام محروم طبقات کو بلند کرنا چاہتا ہے تاکہ معاشرے میں مساوات پیدا ہو۔ دولتمند دل کو اسلام تنبیہ کرتا ہے کہ غریبوں کو حقیر نہ سمجھو۔ اسلامی اخوت کے باعث تمام کلمہ گو ایک دوسرے کے بھائی قرار پاتے ہیں۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ۝ الحجرات ۱۰/۴۹

مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں پس تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دو۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰى ۝ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى ۝ اَوْ

ایک شخص نے اس لئے تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا کہ نبی کے پاس ایک نابینا آ گیا۔ اور تجھ کو

يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝ فَاَنْتَ لَهٗ

کیا معلوم ہے کہ شاید وہ پاکیزہ ہو جائے یا نصیحت حاصل کرے۔ تو شاید اس کو وہ نصیحت نفع

تَصَدّٰى ۝ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝ وَ

پہنچائے۔ لیکن جو مالدار ہے اس کے لیے تو تو آمادہ رہتا ہے حالانکہ تجھ کو اس کی پرواہ نہیں ہونی

هُوَ يَخْشٰى فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝ عبس ۱۰-۱/۸۰

چاہیے کہ وہ پاکیزہ نہیں ہوتا۔ اور وہ جو تیرے پاس نیکی کی غرض سے آتا ہے اور وہ خدا سے بھی ڈرتا ہے تو اس سے تو اعراض کرتا ہے۔

یہ آیات امراء و رؤساء و حکام کے لئے بے حد سبق آموز ہیں۔ اسلام میں معیار بزرگی تقویٰ ہے۔ تقویٰ کے معنی خوفِ خدا ہے۔ خدا چاہتا ہے کہ اس کے بندے میرے خیال سے میرے کمزور اور مفلوک الحال بندوں پر رحم اور شفقت کریں۔ ان سے کراہت اور نفرت نہ کریں۔ تاکہ میرے غریب بندے اپنے امیر بھائیوں کی جانب سے اپنے دل میں بغض و حسد نہ پیدا کریں۔ ورنہ معاشرہ پُرسکون نہ رہے گا۔

اگر بعد رسول اسلام کی تعلیمات اسی نہج پر جاری رہتیں جس طرح حیات رسول میں تھیں تو آج مسلمان اس رنگ میں نہ نظر آتے جو ان پر غالب آ چکا ہے۔

موجودہ اسلامی دنیا میں اخوت و محبت کا فقدان ہے۔ غربت اور امارت میں بعد المشرقین ہے۔ اقوامِ غیر نے اپنی تعلیمات اور ترغیبات اپنے فلسفہ اور تمدن اور اپنے اصولہائے معاشرت و معیشت کے زور پر ہمارے اذہان اور بود و باش کو غیر اسلامی بنا دیا ہے۔ ہم اسلام کے پاکیزہ نظام کے بجائے کفر و الحاد کے گندے نظام کو پسند کرنے لگے ہیں

أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ٥ الفرقان ۴۳/۲۵

جس شخص نے اپنے ہوا و ہوس کو اپنا خدا قرار دیا ہو (یعنی ہوا و ہوس کی پیروی کی ہو) کیا تم اس کی اصلاح کر سکتے ہو۔ اور اس کے فساد کو دفع کر سکتے ہو۔

یہ لوگ اس نظام کو پسند کرنے لگے ہو جس کا مقصد زیادہ سے زیادہ اسباب راحت و عیش حیات کا اپنے لئے ذخیرہ کرنا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی با اطمینان و فراغت سے بسر کر سکیں خواہ اس کے لئے دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ہی ڈالنا پڑے۔ دوسروں کے مصائب و آلام میں مبتلا کرنا پڑے۔

خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ٥ البقرہ ۷/۲

خدا نے پردہ غفلت کو ان کے دل اور گوش و چشم پر مضبوط کیا ہے پس وہ حق کو نہیں سمجھتے نہیں سنتے اور نہیں دیکھتے۔

پیغمبر اسلام نے رنگینی دُنیا سے بچنے اور خدا سے ڈرتے رہنے کی تعلیم دی تھی۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ

جو شخص اپنے پرور دگار سے ڈرتا ہے۔ اور ہوا و ہوس سے باز رہتا ہے تو بہشت

الْمَاْوٰى ٥ ۴۱-۴۰/۷۹

اس کا مسکن ہے۔

مگر بعثت رسول کے وقت شیطان نے طے کر لیا تھا۔ کہ مسلمانوں کو حُبِ دُنیا میں مبتلا کرکے گمراہ کرے گا اور وہ اس میں کامیاب ہے۔

★ ہر شخص کے لئے ایک شیطان موجود ہے

چونکہ شیطان صرف آگ سے خلق کیا گیا ہے وہ ایک لمحہ کے لئے بھی ساکن نہیں رہتا ہے بلکہ ہمیشہ اس کا شعلہ تیز اور متحرک رہتا ہے۔

انسان کے اندر جو قوتیں کام کر رہی ہیں وہ یہ ہیں۔

عقل ـــــ شہوت ـــــ غضب ـــــ اور ـــــ وہم

باقی سب ان کے زیر دست اور تابع فرمان ہیں۔

• عقل کا کام حقیقت امور کو معلوم کرنا اور نیک و بد میں امتیاز کرنا افعال نیک کا حکم دینا اور اُمور بد سے روکنا ہے۔

• قوت شہویہ بدن کو قائم رکھتی ہے۔ یہ کمال نفس کے تحصیل کا ذریعہ ہے اس سے انتظام بدن درست رہتا ہے اور بقائے نسل ہے۔

• قوت غضبیہ نقصانات خارجیہ کو بدن سے دُور کرتی ہے۔ اگر قوت وہم یا شہوت سرکشی کرے تو یہی قوت غضبیہ ان کو راہ راست پر لاتی ہے اور عقل کے ماتحت کرتی ہے۔ ان چاروں قوتوں میں سے کوئی ایک بھی سرکشی کر سکتی ہے۔ اور محکوم ہو کر حاکم بننے کی تمنّا کرتی ہے۔ لہٰذا جو بھی سرکشی کر کے حاکم بن جائے باقی تینوں اس کی محکوم بن جاتی ہیں لہٰذا رنگینیٔ

حیات میں پڑ کر انسان جس راہ پر نکل جائے۔ اس کی عقل اسی کی تابع ہو جائے گی۔

● قوت واہمہ اور قوت غضبیہ و شہویہ کا بھی غالب مادہ آگ ہے۔ اس لئے ان میں اور شیطان میں قرابت پائی جاتی ہے اسی وجہ سے شیطان کو ان پر تسلط حاصل ہے۔

یہ تینوں قویٰ اس کی پیروی و متابعت پر مائل ہیں۔ اور بوجہ آتش مزاجی کے یہ تینوں قوتیں بھی ہمیشہ ہیجان و حرکت میں رہتی ہیں۔

شیطان بھی آدم کی رگوں میں ہمیشہ متحرک رہتا ہے اور ان قوتوں کو وسوسہ سے حرکت میں لاتا ہے۔

حدیث رسول ہے کہ شیطان آدمی کے بدن میں مثل خون کے جاری ہے۔ تمام راستوں سے داخل ہوتا ہے۔

چونکہ شیطان آگ سے ہے اور جس جگہ آگ لگ جائے تو جلد پھیل کر زیادہ ہو جاتی ہے ایسا ہی لشکر شیطان ہے۔ جب کسی کے دل میں ذرا سی جگہ پا جائے تو اپنا مقام وسیع کرتا ہے۔ اور اس کی نسل ترقی کرتی جاتی ہے۔ جب آدمی ایک گناہ کا تصور کرے۔ تو اسی سے سینکڑوں گناہوں کی شاخیں پھوٹ نکلتی ہیں۔

لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ

البتہ میں ان کو تیری راہ راست سے باز رکھوں گا۔ ان کے آگے

أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ الاعراف

پیچھے دائیں بائیں سے حملہ کروں گا۔

شیطان کے انسان کے جسم میں داخل ہونے کے راستے بے شمار ہیں۔ اسی لئے اس کا غلبہ آسان ہے۔ برخلاف اس کے ملائکہ کے داخل ہونے کا راستہ صرف ایک ہے

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ

یہی میرا سیدھا راستہ ہے۔ اسی کی متابعت کرو۔ اور بہت سے راستوں کی پیروی

بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۝ انعام ۱۵۳/۶

نہ کرو۔ کیوں کہ وہ تمہیں راہ حق سے جُدا کر دیں گے۔

سیدھے راستے پر چلنے کے لئے ضروری ہے۔ اسلام کی صحیح تعلیمات پر صدقِ دل سے عمل کیا جائے۔ خدا سے محبت کے لئے ضروری ہے اس کے رسُولؐ کی پیروی کی جائے اور رسُولؐ کے زمانے کے معاشرے اور معیشت کی راہ اختیار کی جائے مسلمان احکام الٰہی کے مطابق معاشرہ کسی دَور میں بھی قائم نہ کر سکے اور دورِ رسالت و خلافت راشدہ کے علاوہ ہر دَور میں سرمایہ دار طبقہ غریبوں کا استحصال کرتا نظر آتا ہے۔

انیسویں صدی میں کارل مارکس نے محروم طبقات کی نجات سوشلزم میں تلاش کی اور ہر چیز کو قومی ملکیت قرار دے کر اس کی مساوی تقسیم کا نعرہ لگایا اور اس کے ساتھ ساتھ خُدا کا بھی انکار کر دیا۔

منکرینِ خُدا کا یہ معاشرہ اور حکومت بیسویں صدی میں رُوس اور اس کے حلیف چند ممالک میں قائم ہو چکا ہے۔ جہاں یکساں لباس۔ خوراک اور رہائش کا بندوبست کیا گیا ہے ہر شخص کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ملک اور قوم کے لئے کوئی نہ کوئی خدمت جو اس کے سپرد کی جائے انجام دے۔ اور قوم و ملک اس کے اور اس کے کنبہ کے تمام اخراجات کی کفیل بن جاتی ہے۔ اس طرح ہر شخص کو روٹی۔ کپڑا اور مکان مہیا کرنا حکومت کا کام ہے اور ہر باشندہ مملکت کا ملازم یا غلام بن جاتا ہے جس کے آقا کی جانب سے اس کو حوائج زندگی مہیا کر دیئے جاتے ہیں۔

اس فلسفہ میں جبر ہی جبر ہے انسان کی اپنی مرضی کا کہیں دخل نہیں ہے نجی ملکیت بالکل ختم کر دی گئی ہے۔ اذہان پر پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں۔

حکمران جماعت جس راہ پر ڈال دے۔ اُسی پہ چلنا ہے۔ کسی فرد واحد کو اپنی

مرضی سے پارٹی سے کوئی کام نہیں کرنا ہے ایک پارٹی کی حکومت ہے۔ اور اسی کی پالیسیاں ملک میں نافذ ہیں۔

الہامی تعلیمات میں یہ مساوات، خشیت الٰہی اور رضائے الٰہی کے لئے اختیار کی جاتی ہے اور کسی کی ملکیت پر ظلم و عدوان سے قبضہ نہیں کیا جاتا نہ ہی عقل وفکر پر پابندیاں عائد کی جاتی ہیں۔ بلکہ اس کے برعکس دعوت عام ہے غور وفکر وتدبیر کی اور کارخانہ عالم کے مشاہدہ کرنے کی۔

سوشلزم اور کمیونزم جو کام جبر وتعدی سے کرتے ہیں اور مساوات پیدا کرتے ہیں۔ وہی کام اسلام میں رضائے الٰہی کے لئے انفاق فی سبیل اللہ کی تلقین کے ذریعہ انجام دینے کا حکم دیا گیا ہے۔

سوشلزم ایک ایسا معاشرہ وجود میں لاتا ہے جو خدا کے وجود کا منکر ہے۔

مگر اسلام خدا شناس اور خدا پرست معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے۔

اگر مسلمان قرآنی تعلیمات اور سنت نبوی کے مطابق معاشرہ قائم کرتے تو وہ سوشلسٹ معاشروں سے بہتر معاشرہ وجود میں لا سکتے تھے۔

کارل مارکس کے پیروکار امپیریلزم سے بغاوت کر کے روس جیسے ملک پر قابض تو ہو گئے۔ مگر بعد میں وہ خود اپنے طرز عمل سے ایک بدترین امپیریلزم سے بھی بدتر آمریت کی شکل میں اپنی قوم اور دیگر اقوام پر مسلط ہو چکے ہیں۔ اس قدیم و جدید امپیریلزم کے ٹکراؤ کے خوف اور ان کی ایک دوسرے کے خلاف مسلسل محاذ آرائی نے دنیا کو ایک تباہ کن جنگ کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ ایسی جنگ جس میں اٹیم بم جیسے مہلک ہتھیار اور خطرناک مزائیلوں کے باعث انسانیت کی مکمل تباہی کا خدشہ ہے۔

انسان جنگی کارخانوں کا ایندھن بن کر رہ گیا ہے۔ فلسفہ اخلاق صرف اس قدر باقی ہے کہ دنیا میں زندہ رہنے کا صرف اس کو حق ہے جو طاقت ور ہے۔ یا دنیا کے

چودھریوں کا حامی یا ان کا تابع مہمل ہے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ

اے ایمان لانے والو ضرور بہت سے علماء اور درویش لوگوں کے مال ناحق کھا جاتے ہیں۔ اور

النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ

ان کو راہ خدا سے روکتے ہیں۔ اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں۔ اور

الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ

اس کو راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے تم ان کو دردناک عذاب کی

اَلِيْمٍ ۝ التوبہ ۳۴/۹

خوشخبری سنا دو۔

پس یہ عالم و فاضل سیاست دان اور انسانوں کی بھلائی کے دعویدار اپنی غلط فکر اور فلسفہ کے سبب سے غریب انسانوں کو تباہی کے دہانے پر لے آئے ہیں آج ان کی چودھراہٹ کے باعث وہی قوم زندہ رہ سکتی ہے جو اُن کے فلسفہ حیات اور ان کی خواہشات کی تابع مہمل بن جائے۔ باقی انسان ان کے لئے خام مال ہیں جو اُن کی ضروریات و حاجات و خواہشات کو پورا کرنے کا اہم ذریعہ بن کر اس دُنیا میں رہ سکتے سکتے ہیں۔ ورنہ فنا ہو جائیں۔

اس طرح دُنیا اور اہل دُنیا الہامی تعلیمات سے منہ موڑ کر خودکشی کی منزل سے قریب ہو گئے۔

دانش مند قوم کا جواب تھا۔ ہم کو مرنا ہے لہٰذا دُنیا کی محبت سے ہمارے دل خالی ہیں۔

★ ہم ہیں چور اُچکے نہیں ہیں کیونکہ ہم حُبِ دُنیا نہیں رکھتے۔

★ ہم ہیں امراء نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ہم مال و دولت کی تمنا میں دشمنی اور عداوت

نہیں مول لیتے۔

★ ہم ہیں بادشاہ نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ہم کو زیادہ مال و دولت کی طلب نہیں ہے۔

★ ہمارے حالات اور اموال یکساں ہیں کیونکہ ہم اپنی دولت کو مساوی تقسیم کر کے برابر ہو جاتے ہیں۔ مساوات قائم کر لیتے ہیں۔

★ ہمارے قول اور فعل یکساں ہیں۔ کیونکہ ہم ایک دوسرے کے لئے محبت و اخوت کے جذبات رکھتے ہیں ہم لڑتے جھگڑتے نہیں ہیں۔

★ ہمارا نفس ہماری خواہشات کا تابع نہیں ہے بلکہ ہم نے اپنی خواہشات اور طبیعت پر اپنی عقل و ہوش کو غالب کیا ہے۔ لہٰذا ہم بد مزاج اور تند خو نہیں ہیں بلکہ حلیم اور منکسر المزاج اور بردبار ہیں۔

★ ہمارے درمیان فقراء اور مفلوک الحال لوگوں کا ہجوم نہیں کیوں کہ ہم نے رحم و مروت ایثار و ہمدردی کو اپنا قومی شعار قرار دیا ہے۔

★ ہم زکوٰۃ۔ صدقات خمس کے علاوہ بھی اپنے زائد از ضرورت اموال کو کم آمدن لوگوں پر مساوی تقسیم کر دیتے ہیں۔

★ ہم اسراف بیجا اور دولت کی نمائش کو ممنوع فعل تصور کرتے ہیں۔ ہم حقوق العباد کی ادائیگی کر کے اور توبہ و استغفار کر کے اور ذکر و اذکار کے ذریعہ خوشنودی رب العزت حاصل کر کے مرگ و اموات قحط و خشک سالی رنج و غم سے بڑی حد تک مامون و محفوظ ہیں۔

★ ہم توہم پرست نہیں ہیں کہ قادر مطلق اور اس کے مقرر کردہ ہادی و راہبروں کو چھوڑ کر شعبدہ بازوں نجومیوں اور دنیا کے رہزنوں کو اپنا رہنما یا رہبر اور نجات دہندہ تسلیم کر لیں۔ اور قدرت کو ان کا تابع سمجھ لیں۔ بلکہ ہم قادر مطلق خلّاق عالم کو ہی ہر طرح کی قوت و طاقت کا مالک و قادر سمجھتے ہیں۔ اسی لئے ہم ہر طرح کی بلاؤں

سے محفوظ ہیں۔

دانش مند قوم کا جواب تھا۔

ہمارے اجداد بھی مساکین سے اُلفت رکھتے تھے۔ فقیروں سے دوستی رکھتے تھے جو اُن پر ظلم کرتا ان کو معاف کر دیتے تھے۔ جو ان کے ساتھ بدی کرتا اس کے ساتھ وہ نیکی کرتے تھے۔ وہ لوگ امین تھے خیانت کے مرتکب نہیں ہوئے۔ سچے تھے انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اس لئے خدا نے اُن کے اُمور میں برکت دی۔ اور ان کا معاشرہ صدیوں قائم رہا۔ وہ دُنیا میں سب سے زیادہ ممتاز اور مثالی معاشرہ تھا کہ ذوالقرنین جیسا خداشناس بندہ اپنی وسیع سلطنت کو چھوڑ کر اس معاشرہ اور اس طرز حیات کے حامل لوگوں میں رہائش اختیار کر لیتا ہے۔ ہم نے اس معاشرے میں رائج تمام اصولوں کو اپنے بیان سابقہ میں قرآن حکیم اور احادیث رسولؐ کے مطابق ثابت کرنے کی پرخلوص کوشش کی۔ ممکن ہے فقیہان حرم اور دعویداران دین کو ہماری یہ جسارت ناگوار ہو۔ اور ملوکیت اور شاہنشاہیت نے ان کو اور ان کے بڑوں کو جس راہ پر لگا دیا ہے یہ راہ اس سے مختلف نظر آئے۔

مگر حُبِ اسلام ہم کو مجبور کرتی ہے۔ کہ دین کو اس کی اصل شکل میں اُبھرنے اور پھیلنے کا موقع دیا جائے۔ اگر ملوکیت اور شاہنشاہیت کا رائج کردہ اسلامی معاشرہ درست ہوتا تو آج مسلمان اقوام غیر سے یہ طعنے نہ سنتے۔ کہ

"اسلام دُنیا کا بہترین مذہب ہے اور مسلمان بدترین قوم" (برنارڈ شا)

"اسلامی برادری میں اصول اخلاق پامال ہو چکے ہیں۔ اور مسلمان اخلاق امانت دیانت وصداقت وعدالت سے محروم ہو چکے ہیں۔ محسن کُشی اور احسان فراموشی مسلمانوں میں عام ہے۔" (احمد بن بیلا)

مسلمانوں غور کرو۔ سوچو۔ سمجھو۔ سنبھلو۔ قرآن تم کو غور و فکر کی دعوت دیتا ہے

تاریخ اپنے کو بار بار دھرا کرتم کو آمریت وملوکیت کے شکنجہ سے نکالنا چاہتی ہے وہ آمریت وملوکیت جس نے آل رسول کو بہیمانہ انداز سے شہید کیا اور تاراج کیا۔ مدینۃ الرسول کو اور سنگ باری کی خانہ کعبہ پر۔ کیا تم اسی کی مقرر کردہ معیشت ومعاشرت کو اپنائے ہوگے۔ اسی کے اصول ہائے حکومت وریاست کو قائم رکھو گے یا قرآن کے درس حیات ودرس مساوات سے سبق لوگے۔

اسلام روز اول سے ہی سرمایہ دار آمروں کی گرفت میں پھنس گیا ہم یہ رائے از خود قائم نہیں کرتے بلکہ اسلام کے تمام مفکرین اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ علامہ ابو الاعلیٰ مودودی علیہ الرحمہ تجدید واحیائے دین کے صفحہ ۳۰۹ میں رقم طراز ہیں:۔

"بغداد ودمشق۔ دہلی اور غرناطہ کے مسرفین مسلمان ہونے کی وجہ سے خدا اور آخرت کے تو منکر نہ تھے لیکن ان کی زندگی کا سارا پروگرام ایسے بنتا تھا کہ گویا نہ خدا ہے نہ آخرت نہ کسی کو جواب دینا ہے نہ کہیں سے ہدایت لینی ہے جو کچھ ہیں۔ ہماری خواہشات ہیں اور ان کی تکمیل کے لئے ہر قسم کے ذرائع اور ہر طرح کے طریقے اختیار کرنے میں ہم آزاد ہیں اور دنیا میں زندہ رہنے کی جتنی مہلت ملتی ہے اس کا بہترین مصرف بس یہ ہے۔

بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

جیسا کہ میں نے اوپر اشارہ کیا اس نظریہ حیات کی عین فطرت یہی ہے کہ اس کی بنیاد پر ایک خالص مادہ پرستانہ نظام اخلاق بنتا ہے۔ خواہ اس کی بنیاد کتابوں میں مدون ہو۔ یا ذہن ہی میں مرتب ہو کر رہ جائے۔ پھر اسی ذہن سے علم وفن افکار وآداب کی آبیاری ہوتی ہے اور پورے نظام تعلیم وتربیت میں الحاد اور مادہ پرستی کی روح سرایت کر جاتی ہے۔ پھر انفرادی سیرتیں اسی سانچے میں ڈھلتی ہیں۔ انسان اور انسانی تعلقات ومعاملات کی تمام شکلیں اور طریقے اسی نقشہ ونہج پر مرتب ہوتے ہیں۔ قوانین کی نشوونما اسی ڈھنگ ہوتی ہے۔ پھر اس طرز معاشرت سے جو لوگ ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ وہ سب سے

زیادہ مکار و بددیانت۔ جھوٹے اور دغا باز سنگدل اور خبیث النفس ہوتے ہیں تمام معاشرے کی قیادت اور زمام کاران کے ہاتھوں میں ہوتی ہے اور وہ شتر بے مہار کی طرح ہر حساب سے بے خوف ہر مواخذے سے بے پرواہ ہو کر خلق خدا پر ٹوٹ پڑتے ہیں مکاولی کا اصول سیاست ان کی ساری حکمت عملی ہوتی ہے اور ان کی کتاب آئین میں زور کا نام حق اور بے زوری کا نام باطل ہوتا ہے۔ جہاں کوئی مادی رکاوٹ حائل نہ ہو۔ وہاں کوئی چیز ان کو ظلم سے نہیں روک سکتی۔ یہ ظلم مملکت کے دائرے میں یہ شکل اختیار کرتا ہے کہ طاقتور طبقے اپنے ہی کمزور طبقوں کو لوٹ کر کھا جاتے اور دباتے ہیں۔ اور مملکت کے باہر اس کا ظہور قوم پرستی۔ ملک پرستی کے نام پر امپیریلزم اور کمزور اقوام کے استحصال اور ان پر معاشی و سیاسی گرفت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ ۶

مولانا شبلی بھی مولانا ندوی اور مولانا مودودی کے اس معاملہ میں ہم خیال ہیں چنانچہ وہ اپنی کتاب علم الکلام میں تحریر کرتے ہیں حصہ اول صفحہ ۱۷

۷ اختلاف عقائد اگرچہ یہ سب اسباب فراہم تھے لیکن ابتداء ملکی سیاست اور اس کی ضرورت سے ہوئی بنو امیہ کے زمانہ میں چونکہ سفاکی کا بازار گرم رہتا تھا۔ طبیعتوں میں شورش پیدا ہوئی۔ لیکن جب کبھی شکایت کا لفظ زبان پر آیا۔ تو طرفداران حکومت یہ کہہ کر چپ کر دیتے کہ جو کچھ ہوتا ہے خدا کی مرضی سے ہوتا ہے ہم کو دم نہیں مارنا چاہیئے یعنی حاکم ظالم جو کرتا ہے خدا کے حکم سے۔ فاسق و فاجر اولی الامر کے احکام پر نکتہ چینی مذہباً ناجائز ہے۔ یہ اسلامی تعلیمات کی توہین اور اس سے بغاوت یا راہ گریز نہیں تو اور کیا ہے۔ دراصل حاکم ظالم کی گرفت معاش و معیشت کے سرچشموں پر ہوتی ہے اس کی مخالفت کر کے معاشرے کے ذرائع کھونا یا جان سے ہاتھ دھونا ہے۔ اس طرح نعوذ باللہ یا تو خدا ظالم ہے یا ظالموں کو دوست رکھتا ہے ۸

کسی قوم کے عروج وزوال کو اس قوم کے مذہب کا عروج وزوال سمجھنا بھی محض اسلام کی ہی قسمت میں لکھا تھا ورنہ کوئی نہیں کہتا کہ جولیس سیزر یا ہنی بال کا عروج کفر کا عروج تھا یا انگریزوں کا عروج عیسائیت کا عروج ہے چونکہ مسلمانوں نے شروع سے ہی اپنی حکومت کو حکومت الٰہیہ قرار دیا اور اپنے آپ کو رسولؐ کا خلیفہ اور جانشین کہلایا لہذا بعد میں آنے والی حکومتوں کو بھی اسی معنی میں حکومت الٰہیہ کہا جاتا رہا جو رسولؐ نے مدینہ میں قائم کی تھی۔ حالانکہ اسلامی متفکرین جن کے اقوال نقل کر چکا ہوں کے مطابق رسولؐ کی مدینہ میں حکومت الٰہیہ اور بعد میں آنے والی خلافت کی دعویدار حکومتیں یکساں نہیں۔ ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

البتہ رسولؐ کے بعد جو حکومتیں اسلام کا نام لیتی ہیں۔ ان کے خدوخال آج کل کی خالص دنیاوی اور سیاسی حکومتوں سے ملتے جلتے ہیں۔ آج بھی طاقت کا نام حق اور کمزوری کا نام باطل ہے۔ بڑی طاقتیں چھوٹی طاقتوں پر قوم پرستی اور ان کے مفادات کے نام پر اپنی گرفت مضبوط کر کے اپنی خواہش اقتدار کو پورا کرتی ہیں۔ اور غریب و کمزوروں کا مالی استحصال کر کے اپنے لئے اسباب راحت وعیش مہیا کرتی ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام اور سوشلزم کا نظام دونوں ایک پُر فریب جال ہیں جس کے ذریعہ بڑے امراءُ ملوک۔ تاجر حاکم عہدیدار اپنی خواہشات وضروریات کی تکمیل وحفاظت کی خاطر ایک ایسا اہرام مصری تعمیر کرتے ہیں جس میں فراعین مصر کی ممیوں کی طرح ان کے مفادات ہمیشہ محفوظ رہیں۔

آج انسانیت کیوں کراہ رہی ہے۔ تڑپ رہی ہے اس کا خون بہہ رہا ہے اس کے فرزند خاک وخون میں لوٹ رہے ہیں، دوسری طرف سامان طرب ہے جشن منایا جارہا ہے۔ آخر کیوں؟

سرمایہ دارانہ نظام اور مارکسی نظام کی بقا کی خاطر یہ ہنگامہ آرائی جاری ہے دونوں

نظاموں کے حامی اور کرتا دھرتا پینٹاگون اور پولٹ بیورو میں بیٹھ کر تسخیر عالم کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ ان کے مہیب اسلحہ خانے اور ان کے پر فریب کارندے تمام سطح ارض پر درندوں کی طرح دندناتے پھر رہے ہیں شکار کی تلاش میں۔ ان کا شکار کمزور قومیں اور بالخصوص مسلمان قوم ہے کیوں یہ خدا کی حکومت اور قانون کے بجائے دنیا پر اپنے قانون اور حکومت کو رائج کرنا چاہتے ہیں۔ یہ خدا کے باغی ہیں۔ گو بظاہر ان میں سے ایک فریق خدا کا اقرار کرتا ہے مگر اپنے عمل میں وہ بھی دہریوں کا ہم پلہ ہے اسلام اور مسلمانوں دونوں سے ان کو نفرت و عداوت ہے۔

ابتدائے آفرینش سے آسمانی ہدایت کا سلسلہ جاری ہوا۔ خدا کے ایلچی درس مساوات اخوت اور محبت دیتے رہے مگر حُبِ دُنیا۔ دُنیا کے متوالوں کو بار بار کی تنبیہ کے باوجود مدہوشی سے نہ روک سکی طلب اقتدار ہوس ریاست و امارت انسان کو خدا کا باغی اور منکر بننے پر آمادہ کرتی رہی۔ انسان انسانیت کی منزل پر آکر پھر بھی اس منزل پہ قائم نہ رہ سکا۔ پھسل کر اسفل السافلین کے درجہ میں پہنچ گیا۔

انبیاء کا قاتل انسان۔ اولیاء کا قاتل انسان۔ آج بھی حقوق انسانی کا علمبردار بن کر کھڑا ہے۔ اپنے کو مہذب دُنیا کا باشندہ اور ترقی پذیر اقوام کا فرد کہلاتا ہے مگر اپنے پیٹ کی آگ بجھانے اپنے جذبہ اقتدار کی تسکین اور اپنے عشرت کدوں کو آباد رکھنے کے لئے دُنیا کو جنگ کی آماجگاہ بنانے اور غریب انسانوں پر آگ و خون کی بارش کرنے سے باز نہیں آتا۔

وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ

اور ہم یہ ارادہ رکھتے ہیں۔ کہ ان لوگوں پر جو اس روئے زمین پہ کمزور کر دیئے گئے ہیں۔ احسان کریں

أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ۝ القصص ۲۸/۵

اور ان کو امام بنائیں اور ان کو ہم وارث قرار دیں۔

خدا دیکھ رہا ہے اس کا یہ وعدہ پورا ہوگا جو وہ قرآن میں کرچکا ہے۔

فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ التوبہ ۷۰/۹

اللہ کی شان نہیں کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ اپنی جانوں پر آپ ظلم توڑا کرتے ہیں۔

وہ دن دور نہیں جب دنیا کی کمزور قومیں ان فراعین کا سر کچل کر رکھ دیں گی۔ انشاء اللہ العزیز

میں ——— آقائے بہشتی! میں دعا کرتا ہوں کہ یہ وعدہ خداوندی جلد پورا ہو اور روئے زمین پر جو لوگ کمزور کردیئے گئے ہیں وہ غالب آجائیں۔

آقائے بہشتی ——— آمین! انشاء اللہ العزیز ایسا ہی ہوگا۔ قرآن کے تمام وعدے اور پیشین گوئیاں پوری ہوچکی ہیں۔ اور باقی بھی انشاء اللہ العزیز جلد پورے ہوں گے۔

میں ——— دراصل مسلمان آمروں کی گرفت میں آجانے کے باعث جادہ ایمان پر استقامت نہ دکھلا سکے۔ اور صاحبانِ زر کی خواہشات پوری کرنے کے لئے دین و ایمان کا سودا کرتے رہے۔

بنو امیہ نے نہایت سستے داموں یہ سودا کیا۔ اور اپنے حصول مطلب کے لئے بہت سی غلط روایات تخلیق کرائیں۔ اسی طرح بنو عباس نے اپنے اقتدار کے استحکام اور اپنی خامیوں کی پردہ پوشی کے لئے بہت سے نظریات ایجاد کئے اور ان کو حدیث و قرآن سے ثابت کرنے کے لئے ترجمہ و تفسیر اور احادیث پر اثر انداز ہونے کے لئے عالمانِ دین کو اپنا ہمنوا بنایا۔ اس طرح اسلام سے وفاداری امراء کی وفاداری سے بدل گئی اور دین شاہی زندان میں اسیر ہوگیا۔

اور برناڈ شاہ انگریز ادیب اور مورخ کو کہنا پڑا۔

"اسلام بہترین دین ہے اور مسلمان بدترین قوم ہے"

آقائے بہشتی ——— ہمارا مقصد ایسا معاشرہ قائم کرنا ہے جس میں دین اپنی پوری آب و تاب سے جلوہ گر ہو۔ اور دانشمند قوم کی طرح اخوت و محبت کے جذبات سے سرشار ہو ——— جہاں نہ کوئی بادشاہ تھا نہ امیر ——— جہاں نہ گدا تھے اور نہ فقیر ——— جہاں نہ چور تھے اور نہ ڈاکو ——— جہاں نہ فسادی تھے اور نہ ظالم ——— جہاں نہ غربت تھی اور نہ افلاس ——— جہاں نہ جھگڑا تھا نہ تنازعہ ——— جہاں نہ قحط تھا نہ بیماری ——— جہاں نہ سرکشی تھی اور نہ بے دینی ——— جہاں ایک کا دکھ سب کا دکھ تھا اور ایک کا سکھ سب کا سکھ تھا۔

ہمارا انقلاب اسی راہ پر گامزن ہے اور ہم اسی طرز حیات کی جانب رواں دواں ہیں۔ ہم رسول اسلام کی گم شدہ مدنی جمہوریت کی تلاش میں ہیں۔ ہم انشاء اللہ یہ منزل حاصل کریں گے۔ گو آج ساری دنیا ہمارے اسلام سے خائف اور ہمارے نظام کی مخالف ہے۔ وہ ہماری کامیابی کو اپنی موت تصوّر کر بیٹھے ہیں۔ اور ساری دنیا کے مستکبرین اور آمرین ہمارے مخالف بن کر ہماری بیخ کنی اور ہمارے دشمنوں کی پشت پناہی پر آمادہ ہیں۔

مگر ہم خدا کی امداد اور نصرت پر بھروسہ کر کے ساری دنیا سے منہ موڑ کر خدا ہی سے لَو لگائے ہوئے ہیں۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ

اور جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور نیک عمل کئے اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے۔

فِي الْاَرْضِ ۝ النور $\frac{55}{24}$

کہ ضرور ان کو اس زمین میں جانشین بنائے گا۔

مسلمان اگر نظام اسلام کو صحیح رنگ میں نافذ دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو ان کو بیرونی اثرات سے نجات حاصل کرنا ہوگی اور اپنا تزکیہ نفس کرنا پڑے گا۔ حُبِ دُنیا دل سے نکال کر حُبِ خدا و رسُول کو دل میں جگہ دے۔ فکرِ دُنیا کے بجائے فکرِ آخرت کرے۔

یادِ خدا سے غافل کرنے والے اسباب حیات کو ترک کردے۔ وہ اسباب حیات جمع کرے۔ جو خدا کی یاد میں معاون ہوں۔ جو امور خدا سے غافل کرنے والے ہیں۔ ان کو معاشرے اور اپنی زندگی سے خارج کردے۔

غرور ــ گھمنڈ ــ عجب ــ خود نمائی ــ خود پرستی ــ غیبت ــ عیب جوئی طعنہ زنی ــ دشنام طرازی ــ حسد ــ ریاء ــ اصراف بیجا ــ اور نمائش ــ

ڈرامہ ــ تھیٹر ــ فلم ــ ناچ گانا ــ ریڈیو ــ ٹی وی ــ کیسٹ ــ ٹیپ وڈیو VCR یہ سب یاد خدا کو فراموش کرنے والے آلات ہیں۔

ان سے اجتناب کے بغیر نفاذ نظام اسلام اور اصلاح معاشرہ کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوسکتی۔

مسلمانوں کو گوش۔ ہوش۔ نگاہ۔ عقل و خرد سب کی حفاظت کرنے اور گناہوں سے بچانے کی تلقین کی گئی ہے۔

جب تک وہ اسباب موجود ہیں جو دعوت گناہ دیتے ہیں۔

جو گوش ہوش اور قلب و نظر کو رنگینی حیات پر مائل کر کے جذبات و احساسات کو معصیت کو راہ پر ڈالتے ہیں۔ اس وقت تک معاشرہ اسلامی رنگ اختیار نہیں کرسکتا ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ٥ الرعد ۲۸/۱۳

خدا کے ذکر سے اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے

موجودہ دور کے ریسرچ اسکالرز کی تحقیق ہے کہ صبح و شام خدا کی یاد کرنے والوں

میں دل کی بیماریاں کم پائی جاتی ہیں۔ وہ امراض دل کے مریضوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ مسلمانوں کی طرح صبح و شام تسبیح کے ساتھ ذکر خدا کریں۔ خدا کو یاد کریں ان کے دل کے امراض میں تخفیف ہوگی۔ یہ قرآنی آیات کی صداقت کا واضح ثبوت ہے کہ مغرب کی نئی نسل اپنے دولت پرست، شہوت پرست اور نفس پرست معاشرے میں راحت قلب اور سکون روح سے محروم ہوگئی ہے۔ اور منشیات کا استعمال کر کے ہپی بن کر بے مقصد زندگی گزار رہی ہے۔

ان مضطرب لوگوں کو صرف خدا کا ذکر مطمئن کرسکتا ہے۔ مگر شیطان نے ان کے قلب و ذہن پر قبضہ کر کے ان کو صرف خدا کا ہی باغی نہیں بنایا۔ بلکہ ان کو اپنے موجودہ پُر از تعیش و راحت معاشرے سے بھی بغاوت پر آمادہ کر کے نشہ بازی اور بے راہ روی۔ اور بے مقصد زندگی بسر کرنے کی راہ دکھلائی۔ جس میں ہر طرح کی بُرائی خوبی بن گئی ہے۔ ہر بُرا کام جائز ہوگیا ہے۔ جس طرح چاہو زندگی بسر کرو۔ کوئی قانون تمدن و معاشرت ان کے لئے ضروری نہیں ہے۔

اے کاش مسلم ممالک کے اسلام پسند ارباب اقتدار جو نفاذ نظام اسلام کے لئے کوشاں نظر آتے ہیں۔ وہ اس بات پر غور کرتے کہ نفاذ نظام اسلام کی راہ میں جو بڑے بڑے بُت راستہ روکے بیٹھے ہیں۔ پہلے ان کو ہٹایا جائے۔ اور کیسے ہٹایا جائے۔ وہ بُت یا رہزن حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مسلمانوں کو یاد خدا سے غافل کرنے والے عوامل۔

۲۔ حُب دُنیا اور دولت پرستی

(الف) ذرائع نشر و اشاعت سے نغمہ و سرود اور جھوٹے قصہ و کہانیوں پر مبنی فلمیں اور ڈرامے تھیٹر کھیل تماشے

ب۔ فلم و اخبارات میں تصاویر کے ذریعہ صنف نازک کے حُسن کی نمائش۔ دولت کی نمائش

ج۔ بڑے بڑے ہوٹلوں اور کلبوں میں ڈنر و ڈانس کی محفلیں اور جمگھٹے۔

د۔ سارا سارا دن کھیلوں اور تفریح ونغمہ وراگ ورنگ کے مشاغل میں عوام الناس کو مشغول رکھنا۔ فضول لہو ولعب کی محفلیں منعقد کرنا۔

اس کے علاوہ آج تک ہم یہ نہ طے کر سکے کہ خداوند عالم نے اپنے نبی کے عمل کے ذریعہ اور قرآنی آیات کے احکام کے ذریعہ ہم کو کس طرح کی زندگی بسر کرنے کا درس دیا ہے۔ آیا قرآن اور پیغمبر اسلام ہم کو دولت وامارت کے گہوارے میں جھولتا اور امارت دریاست کی شان وشوکت کے اظہار اور اس پر فخر کرنے اور اصراف بیجا کا حکم دیتے ہیں۔ یا ان کی نصیحت یہ ہے کہ مسلمان سادہ وپاکیزہ زندگی گزاریں اور اپنے غریب ومفلوک الحال مسلمان بھائیوں کی غربت وافلاس جہالت وکمزوری کو دور کرنے کے لئے ——— اپنے اخراجات میں کمی کر کے ان کی مدد کریں۔ اور ان پر اپنی فالتو دولت خرچ کریں۔ تاکہ طبقاتی تفاوت مسلمانوں میں نمایاں نظر نہ آئے۔ کیا آیات قرآنی

وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ ۰ البقرہ ۱۷۷/۲
اور نماز پڑھے اور زکوٰۃ ادا کرے

کا یہی مطلب نہیں جس کی تکرار قرآن حکیم میں متعدد بار کی گئی ہے۔

میں ——— آقائے بہشتی! اس گفتگو سے یہ تو واضح ہو گیا۔ کہ اسلام کس قسم کا معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ اور خدا ورسول مسلمانوں کو کس رنگ میں دیکھنا پسند کریں گے۔

بہشتی ——— جی ہاں۔ اگر مسلمان اس قسم کا معاشرہ قائم کر سکتے۔ تو آج دنیا جنت کا نمونہ ہوتی۔ دنیا میں نہ سرمایہ پرستی ہوتی نہ مادہ پرستی ہوتی نہ نفس پرستی ہوتی نہ خود پرستی۔ ہر شخص سراپا اخلاص ہوتا۔ معاشی ناہمواریاں نظر نہ آتیں۔ خونریزیاں اور جنگیں نہ ہوتیں۔

میں ——— آقائے بہشتی! کیا اس قسم کا معاشرہ جامد نہ ہو جاتا دنیا کی ترقی کی رفتار رک نہ جاتی۔ دنیا سے رنگینی ختم نہ ہو جاتی۔

بہشتی ——— ہرگز نہیں اسلام سائنس یا ٹکنالوجی کی ترقی کا مخالف نہیں ہے

★ ہمارے رسول کا دعویٰ ہے :-

انا مدینة العلم و علیٌ بابها

★ ہمارے قرآن کا دعوے ہے۔

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ

★ ہمارے خدا کی یہ شان ہے :-

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ یس ۸۲/۳۶

وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرے تو اس سے صرف اتنا فرمائے ہو جا بس ہو جا۔

خدا نے رسولؐ اور ان کی لائی ہوئی کتاب کو مخزن علم قرار دیا۔ رسولؐ کے سپرد یہ کام کیا کہ مسلمانوں کا تزکیہ نفس کرکے ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھلائیں۔

دنیا میں جب سے ابلیس آیا ہے۔ اسی وقت سے وہ آدم کو اور ان کی نسل کو ختم کرنے اور فنا کرنے یا گمراہ کرکے خدا کا باغی بنانے پر مامور ہے۔

لہٰذا ہر پیغمبر خدا کے مقابلہ پر اس وقت کے سرکش لوگوں کو لاتا رہا۔ اور پیغمبرؐ کے دنیا سے جانے کے بعد ان کی تبلیغ کو مٹانے میں بڑی سرگرمی سے مصروف رہا۔

- رسولؐ کے صرف چند رفقاء تزکیہ نفس اور علم کتاب کی منزل پر فائز ہو سکے۔
- رسول اسلام تمام زندگی مصروف جہاد رہے۔ لہٰذا جہاد ہی اسلام کا اصل مقصد تبلیغ سمجھ لیا گیا۔ تزکیہ نفس اور حصول علم کتاب اور حکمت کو فراموش کر دیا گیا۔
- صاحب علم ہونے کا جن لوگوں نے دعویٰ کیا۔ ان کو ———

ارباب سیاست اور اقتدار نے اپنا حریف سمجھ کر پابند سلاسل کیا۔ شہید کیا اور

اور بدنام کیا۔ اس طرح اسلام میں علم وحکمت کی روشنی نہ پھیل سکی اور مسلمان قرآن کے علم سے دُنیا کی رہنمائی نہ کر سکا۔ ہماری ترقی رُک گئی سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں۔

ہمارا تزکیہ نفس بھی نہ ہو سکا۔ کیوں کہ ہم کو جنگی فتوحات اور مال غنیمت کی فراوانی اور آسائشیں اس منزل پر نہ لے جا سکیں۔ جو مقصود خدا ورسولؐ تھا۔

میں ——— آقائے بہشتی! آخر اسلامی حکومت کا نقشہ کیا ہونا چاہیئے آپ کی بیان کردہ داستان دانش مند قوم کے حالات میں انتظام ملکی اور امور تمدن کی بابت کوئی اشارہ نہیں دیا گیا۔ ان میں نہ بادشاہ تھے اور نہ ہی اُمراء

آقائے بہشتی ——— اسلام میں نہ بادشاہت ہے۔ نہ ہی امارت کا رعب ودبدبہ قائم رکھنے کے لئے شاہان جہاں کی طرح دولت وامارت اور رعب حکومت کا مظاہرہ کرنے کی اجازت، مسلمانوں کا والی اور وارث حاکم یا سربراہ اولی الامر صرف اس شخص کو ہونا چاہیئے۔ جو تزکیہ نفس کی بلندیوں پر فائز ہو۔ جو اِنَّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم کی منزل سے گزر کر اولیاء اللہ میں شامل ہو چکا ہو۔ جو خطا وقصور، ظلم وعدوان سے دُور رہو۔ جو کبر وریا، عصبیت اور جاہلیت سے مبرّا ہو۔ جو بے لوثی اور بے غرضی سے مسلم معاشرہ کے لئے خدمت اور اس کی اصلاح کا جذبہ وافر رکھتا ہو۔

میں ——— آقائے بہشتی ایسا انسان نہ تو مسلمانوں کو سابق میں مل سکا۔ اور نہ ہی آئندہ اُمید کی جا سکتی ہے۔ کیوں کہ یہ صفات تو خاصان خدا اور پیغمبران اولی العزم کی ہیں۔

آقائے بہشتی ——— مل سکتا ہے اگر معاشرہ۔ ایمان اور اخلاق کی پر فائز ہے کیوں کہ ایمان کی پہلی شرط معرفت خداوندی ہے۔ معرفتِ خداوندی کا کمال یہ ہے کہ اس کی تصدیق قلب کی گہرائیوں سے ہو اور

تصدیق بالقلب کا کمال یہ ہے کہ خدا کو وحدہ لاشریک سمجھا جائے۔ یعنی توحید۔ اور کمال توحید یہ ہے اس کے غیر کی نفی کی جائے۔ یعنی اخلاص اور اس اخلاص کا کمال یہ ہے۔ کہ خدا کی صفات ظاہرہ کو اس کی ذات سے دُور رکھا جائے۔ کیوں کہ صفت اور موصوف میں مغائرت ہے۔ ہر صفت اپنے موصوف سے علیحدہ ہے یعنی خدا پر اس قدر کامل ایمان گویا اس کو (دل کی) آنکھوں سے دیکھ لیا ہے

جب ایسا خدا ہمارا رب ہے اور ہم کو اس کی معرفت ہے تو ہمارا ایمان کامل ایمان ہوگا۔ اور ہم خطا و قصور سے محفوظ و مامون ہو کر اس کی اطاعت پر کمربستہ ہوں گے اور جب ہم یہ یقین کامل ہوگا۔ خدا نے جب ہماری ہدایت اور بہبود کے لئے یہ دستور حیات بھیجا ہے۔ لہٰذا وہی ہم کو ایسا ہادی و رہبر بھی مہیا کر سکتا ہے۔ جو اس راہ پر پورے معاشرے کو گامزن کر سکے۔

لازمی امر ہے کہ خداوند عالم نے ایسے معاشرہ کی رہنمائی کے لئے بھی کچھ ہستیوں کو مقرر کیا ہوگا۔ جو اس معاشرے کے لئے نمونۂ عمل بن سکیں۔ اور اس کو اس منزل پر قائم کر سکیں۔ اور احکام دین کو پورے خلوص کے ساتھ نافذ کر سکیں۔

جب سے دنیا قائم ہے آسمانی ہدایت کا سلسلہ بھی جاری ہے۔

جب انسان کو دستور کامل دے دیا گیا۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی کہہ کر ——— پھر آسمانی ہدایت کا سلسلہ کیسے ختم ہوا۔

اگر ہدایت مکمل تھی تو مسلمان گمراہ کیسے ہوا ——— آپس میں قتل و غارت گری کا سلسلہ کیوں شروع ہوا۔ اور اگر ہدایت نا تمام تھی۔ تو پھر بھی ایمان و عقیدہ پہ ضرب پڑتی ہے اور قرآن فہمی کی ضرورت باقی رہتی ہے۔

بس ——— یہ بڑی مشکل منزل ہے۔

آقائے بہشتی ——— جی ہاں ۔ اسلامی معاشرے کو ایسے ہی رہبر کامل کی رہنمائی کی ضرورت ہے جس کا کچھ نہ کچھ تعلق خدا سے ہو۔

خواہ وحی کے ذریعے ہو یا تقوی کے ذریعہ ۔

وحی الہٰی نظر نہ آنے والی شے ہے پیغمبر کی زبان اوران کے معجزات نے انسانوں سے وحی الہٰی کو منوایا۔ مگر تقویٰ معروف اور نظر آنے والی شے ہے۔ انسان کا عمل۔ قول اور فعل اس کی گواہی دیتے ہیں ۔

پروردگار کے نزدیک سب سے محبوب انسان وہ ہے ۔جس کو اس نے اپنے نفس امارہ پر مسلط ہونے کی توفیق عطا کی ہو۔ جو خوف خدا کو اپنا لباس بنائے جو موت کے لئے ہر وقت تیار ہو ۔ بس ایسا ہی شخص مسلمانوں کا دینی اور دنیاوی رہنما ہو سکتا ہے ۔ اور خدا ایسا انسان پیدا کرنے پر قادر ہے ۔ جو معرفت خدا سے اس قدر ملحق ہو کہ گناہ کی جرأت ہی نہ کر سکے ۔ اس کی جانب نگاہ اور خیال بھی نہ لا سکے ۔ وہی انسان معصوم عن الخطا ہے ۔

ایسا مخلص انسان جب معاشرے کا رہبر ہو تو اس کے کارندے بھی ایسی ہی صفات کے حامل ہونا چاہیئے ۔ جب حاکم اور حکام ۔ عمال حکومت سب ہی تقوی کے اعلےٰ درجات پر فائز ہوں گے تو پھر محمود اور ایاز کا فرق مٹ جائے گا ۔ اور منزل انسانیت سامنے آجائے گی ۔

حاکم اور محکوم ایک صف میں کھڑے ہیں ۔ ایک دستر خوان پر کھا رہے ہیں ۔ ایک ہی برتن سے پانی پی رہے ہیں ۔ یکساں لباس یکساں رہائش ۔ معاش کی کشادگی کی حد نہیں مگر اصراف بیجا کی اجازت نہیں ۔

ارد گرد کے لوگوں سے غفلت جرم اور ظلم کے خانہ میں درج کی جائے گی ۔ ان کی کفالت اور احتیاج مثل اپنی حاجت کے پورا کرنا پورے معاشرے کی ذمہ داری ہے ۔

ان کی ترقی تعلیم اور تربیت کے یکساں مواقع فراہم کرنا ۔ اخوت اور محبت کے تحت دینی فریضہ ہے ۔

سوشلزم یہ کام حکومت کے جبر سے کرانا چاہتا ہے ۔ اسلام اس کام کو حُبُ اللہ اور خوفِ خدا سے تقویٰ الٰہی کے ذریعے انجام دلانا چاہتا ہے ۔ جبر پھر جبر ہے جس میں انسان طوعاً اور کرھاً کوئی کام کرنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے ۔ اور خدا کی محبت اور اطاعت ، تقویٰ اور خوف الٰہی سے جو کام کیا جائے ۔ انسان اس کی حلاوت اور تسکین اپنے قلب میں محسوس کرتا ہے ۔

میں ——— اور سرمایہ پرستوں کا کیا شیوہ ہے اس بارے میں ۔

آقائے بہشتی ——— یہ سارا فساد دولت پرست طبقہ کا پیدا کردہ ہے ۔ سرمایہ دار بہت قلیل مقدار صدقات خیرات کے نام سے اپنے مال سے نکال کر فلاحی امور میں صرف کرتا ہے اور اس کی نمائش و تشہیر کا اہتمام کرتا ہے اس میں حلال اور حرام ، مباح اور غیر مباح مال کی آمیزش ہوتی ہے ۔ اور اس کے کارکن بھی تقویٰ کی منزل سے دور ہوتے ہیں ۔ لہٰذا ایسے صدقہ جاریہ کا فائدہ کم نظر آتا ہے اور انسانیت دولت پرست طبقات کے لوٹ کھسوٹ کے نظام سے ہر لمحہ تڑپتی نظر آتی ہے ۔

میں ——— کیا زکوٰۃ اور عشر کی ادائیگی سے ہمارا مال پاک نہیں گیا ۔ اور ہم اسلامی ٹیکس ادا کرنے کے بعد باقی دنیاوی ٹیکسوں کی ادائیگی سے بھی مستثنیٰ قرار دیئے جانے کے مستحق نہیں ہو جاتے ، اور معاشرے کے غریبوں کے حقوق ادا نہیں ہو جاتے ۔

آقائے بہشتی ——— یہی تو حُبِ دنیا ہے کہ آپ کا مال زیادہ ہوتا رہے ۔ اور آپ پھلتے اور پھولتے رہیں ۔ اور حکومت آپ کی حفاظت کا پورا بندوبست

کرے معاشرہ آپ کو سر آنکھوں پر بٹھلائے۔ مگر آپ معاشرہ اور حکومت کو کچھ نہ دیں ہر انسان کا دوسرے انسان پر حق ہے اور اسلام میں یہ حق سب سے زیادہ مقدم ہے جس کا عملی نمونہ ہجرت کے موقعہ پر عقد مواخات ہے۔

حکومت کا حق یہ ہے کہ اس کی مال سے اعانت کی جائے تاکہ وہ حفاظت اور فلاحی امور کو انجام دے سکے۔ باشندگان مملکت کا یہ حق ہے کہ ان کے جان و مال۔ آبرو کی حفاظت کی جائے۔ اور ان کے روزگار، اور تعلیم و تعلم تربیت اور وسائل حصول رزق کا اہتمام کیا جائے۔

اس کام کے لئے حکومت کو لازماً کچھ عملہ اور کارکن رکھنا پڑیں گے۔ اور کچھ ٹیکس لگانا ہوں گے۔ جو زکوٰۃ و عشر کی مد سے پورے نہیں ہو سکتے۔

مگر حکام اور کارکنوں کا صاحبان تقویٰ ہونا لازمی ہے۔ ورنہ وہ اصراف بے جا کے مرتکب ہوں گے۔ جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے، اور ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے کہ قوم و ملک کی آمدنی کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کر لیا گیا۔ اور ھذا من فضل ربی کا سنہری بورڈ دروازہ پر آویزاں کر لیا گیا۔ —— مسجد بنوا دی —— حج کر لیا —— زکوٰۃ دے دی —— اور سند یافتہ مومن بن گئے۔

میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اسلام میں تنخواہ دار فوج اور پولیس نہیں ہے۔ یہ مسلح اور با تنخواہ عملہ حکومتِ جور کا خاصہ ہے۔ یہ اپنی طاقت اور اقتدار کو جو اس کو اپنے معاشرے پر حاصل ہوتا ہے۔ اس کا بے جا استعمال کرتا ہے۔ طاقت کے نشہ میں مست ہو کر کمزوروں کو دباتا ہے

رسولؐ کے پاس جو مسلح طاقت تھی۔ جس کی بدولت رسولِ خدا نے غزوات اور جہاد میں کامیابی حاصل کی وہ رضا کار تھے۔ عام شہری ان کی اُجرت مال غنیمت تھا۔ یا خراج کی رقومات اور محتاجوں کی دستگیری زکوٰۃ و صدقات کی رقومات سے ہوتی

تھی۔ جب معاشرے کا ہر فرد مسلح سپاہی ہے۔ اور اس کے سر پہ حاکم خدا کا مخلص اور نیک بندہ ہے۔ جس کا تقویٰ کے ذریعہ خدا سے رابطہ قائم ہے تو پھر اس کو طاقت اور قوت کے بل بوتے پر وہی طاقت زیر کرنے کی کوشش کر سکتی ہے۔ جو نعوذ باللہ خدا کے مدمقابل آئے۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَ

وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے پھونک مار کر بجھا دیں۔ اور اللہ اپنے نور کو

لَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ○ الصف ۸/۶۱

پورا کرنے والا ہے گو کافروں کو برا لگے۔

لیکن اگر معاشرہ پر ایک دنیا پرست۔ بندگان دنیا سے ڈر جانے والا انسان مسلط ہے تو وہ اپنی حفاظت کے لئے پہرے دار مقرر کرے گا۔ اپنی امارت کی حفاظت کے لئے باتنخواہ مسلح ملازم رکھے گا۔ فوج اور پولیس مقرر کرے گا

اور جب یہ لوگ اپنے آقا کو اصراف بے جا کا مرتکب پائیں گے۔ اس کو خائن اور راشی دیکھیں گے۔ اس کو ظلم اور نا انصافی میں مبتلا پائیں گے۔ تو وہ بھی ظلم اور نا انصافی سے معاشرے کو پُر کر دیں گے۔ مملکت پر قبضہ کر لیں گے۔ اس کی معاش کے سوتے اپنی جانب منتقل کر لیں گے۔ اپنے اقتدار کی حفاظت کے لئے وہ ہر کام کریں گے جو کہ از روئے شرع اور اخلاق و آئین دنیا ممنوع ہے

اسلام میں بیشتر امور رضا کارانہ بنیاد پر انجام دیئے جاتے ہیں۔ حق الخدمت صرف اتنا ہے۔ جو معاشرہ کے ادنیٰ ترین شخص کا معیار زندگی ہو۔ تاکہ ادنیٰ غریب اپنے دل کو تسلی دے سکے۔ یہ کہہ کر کہ ہمارا دینی اور دنیاوی حاکم بھی اسی حالت میں ہے جس میں میں ہوں۔ لہٰذا خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اسلام کا فلاحی نظام پورے معاشرے کو ایک سطح پہ لے کر بلند ہونا چاہتا ہے۔

یہ ابلیس ہے جو انسان کے دل میں وسوسہ ڈال کر تفرقہ پیدا کرتا ہے۔ اور ظلم و زیادتی سے حصول دولت پر آمادہ کر کے خیانت و سرقہ۔ بے انصافی اور بے رحمی کی جانب لے جاتا ہے۔

ئیں ______ شہید جب سب رضا کار ہوں گے۔ باتنخواہ فوج اور پولیس نہ ہوگی تو دفاعِ وطن کیسے ہوگا۔

آقائے بہشتی ______ اسلام میں محبت اور وفاداری وطن سے باحکومت سے نہیں ہے۔ بلکہ اسلام میں وفاداری اور محبت صرف دین سے ہے۔ اسلام سے ہے۔ رسول اللہ نے وطن چھوڑ دیا صرف دین کی خاطر۔ رسول اللہ کی جنگیں اور جہاد حفاظت دین کے لئے تھا۔ مسئلہ حُبّ الوطنی متنازعہ ہے۔

ایک نظریہ یہ ہے کہ سماج کے اندر پائے جانے والے تضادات کو نظرانداز کر کے وطن کی زمین۔ آب و ہوا۔ میدان۔ دریا و پہاڑوں سے محبت کی جائے۔ فطری لگاؤ کو جذباتی رنگ میں اجاگر کر کے حکومت اور وطن کو یکجا کر دیا جاتا ہے۔ اس قسم کی حب الوطنی کے لیئے کسی قوم یا ملک کے ساتھ مخاصمت اور رقابت کے جذبات کو ہر دم نمایاں رکھا جاتا ہے۔ کسی بیرونی خطرے کا پروپیگنڈا ضروری ہے اس حربہ سے اقتصادی اور معاشرتی مسائل سے توجہ ہٹا کر اقتدار کو مستحکم کیا جاتا ہے۔ اسلحہ کی خرید اور آیندہ پیش آنے والی جنگ کے لیئے حکمران طبقہ ملک کے تمام مالی وسائل اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے۔ ملک کو آتشیں اسلحہ کے حصول کے لئے رہن رکھ دیتا ہے۔ مسلح طاقت کو بڑھا کر اپنے اقتدار کو محفوظ کر لیتا ہے۔ یہ مسلح لوگ اپنے لئے مزید مالی امداد اور مفادات کے تقاضے پورے کرنے کے لئے۔ بیرونی دشمن کی برتری کا پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں۔ اور اس طرح اسلحہ کی دوڑ شروع ہو جاتی ہے۔ اسلحہ کے کارخانے لگ جاتے ہیں۔ اور انسان کو جنگ کا ایندھن بنانے کا کاروبار شروع ہو جاتا ہے

اسلام ان سب امور سے بچنے کے لئے ہر مسلمان کو اسلام کا سپاہی قرار دیتا ہے۔ باقاعدہ تنخواہ دار فوج رکھنا سنت رسول نہیں ہے۔

جب سے اسلام میں باقاعدہ تنخواہ دار فوج کا وجود ہوا۔ ایسی جنگیں شروع ہوگئیں۔ جن میں وجہ مخاصمت کوئی نہ تھی۔ اسی طاقت نے خلافت کو شہنشاہیت میں تبدیل کردیا۔ اسی ذہنیت نے اسلام کے دامن پر یہ الزام لگوایا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔

یہی ذہنیت یورپ کے اس الزام کا جواز پیدا کرتی ہے۔ کہ مسلمان مہذب قوم نہیں ہیں۔ ان کو دنیا میں زندگی بسر کرنا نہیں آتا۔

میں کہتا ہوں۔

کوئی قوم مہذب نہیں بن سکتی۔ جب تک ساری قومیں تمام موجودہ فوجوں کو ختم نہیں کردیتی ہیں۔

وہ یورپ جو اپنی فوجوں کے وحشی پن اور اپنے آتشیں اسلحہ کے بے پناہ انبار کی بنا پر موجودہ صدی میں دوبار آگ اور خون کا کھیل کھیل چکا ہے۔ افریقہ اور ایشیاء کے نہتے عوام کو اپنے عزائم کی بھینٹ چڑھانا چاہتا ہے کس منہ سے اسلام اور مسلمانوں کو یہ طعنہ دیتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ اے کاش! مسلمانوں نے روز اوّل سے ہی اچھا راستہ اختیار کیا ہوتا، تو آج ہم کو یہ طعنے نہ سننے پڑتے۔

خود یورپ کے صالح ذہن اور امن پسند انسان اپنے مدبرین و اکابرین کی اس جنگجو یانہ پالیسی کی مذمت کرتے نظر آتے ہیں۔

اٹھارہویں صدی کا روشن دماغ فرانسیسی ادیب اور فلاسفر والیٹر جنگ د

جدال اور اپنے وقت کی ظالم بادشاہت کے خلاف تھا۔ اس نے کہا میں مصنف ہوں میرے ہاتھ میں شاہی عصاء کے بجائے قلم ہے۔ تاریخ کو بادشاہوں کے حالات زندگی سے نہیں عوامی قوتوں اور تحریکوں سے۔ قوموں سے نہیں ساری نوع انسانی سے۔ جنگوں سے نہیں انسانی شعور کے سفر سے متعلق ہونا چاہیئے۔

میں جاننا چاہتا ہوں کہ وہ کون سے مرحلے تھے جن سے گذر کر انسان نے وحشیانہ دور سے ایک مہذب دنیا میں قدم رکھا۔

کاش یہ فلسفی حاملان وحی الٰہی کی سوانح حیات سے بھی واقفیت پیدا کرتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ قدرت نے انسان کو وحشی سے مہذب بنانے کے لئے کیا کیا اہتمام کئے پیغمبروں کے علاوہ جتنے بھی صالح دانشور انسانی تاریخ میں ملتے ہیں۔ سب نے حکمرانوں کے اس جنگ و جدال کے کھیل سے شدید نفرت کی ہے۔ جنگی جنون عوام کے استحصال کی بدترین شکل ہے۔

مشہور فلاسفر کانٹ اپنے ایک مضمون میں دائمی امن کے عنوان سے لکھتا ہے۔

ہمارے حکمرانوں کے پاس عوامی بہبود اور تعلیم کے لئے کوئی رقم نہیں ہے۔ کیوں کہ انہوں نے تمام وسائل کو پہلے ہی اگلی جنگ کے حساب میں رکھ چھوڑا ہے قومیں کبھی بھی حقیقی معنوں میں مہذب نہیں بن سکیں گی۔ جب تک تمام موجودہ فوجوں کو ختم نہ کردیا جائے۔ فوجیں حکومتوں کو ہر دم اکساتی رہتی ہیں۔ کہ وہ بھی اپنے حریف کے مقابلے میں فوج کی تعداد اور صلاحیت جنگ میں اضافہ کریں چنانچہ یہ چکر بے حدوحساب بڑھتا رہتا ہے۔ جنگ کا اعلان کرنا اس دنیا میں کتنی معمولی بات ہے۔ اس لئے کہ حکمران اپنے کو ایک شہری نہیں ریاست کا مالک سمجھتا ہے جو ذاتی طور پر جنگ سے بالکل متاثر نہیں ہوتا۔ اس کی میز انواع اور اقسام کے

کھانوں سے بھری رہتی ہے۔ شاندار محلات۔ سرکاری ضیافتوں، خطابات اور میڈلوں
کسی چیز سے بھی تو ہاتھ نہیں دھونا پڑتا۔

کانٹ کہتا ہے۔ کہ انسان کو چاہیے۔ کہ اپنا عہد و پیماں امن سے باندھ لے اس لئے کہ حکومت کا کام اپنے شہریوں کی ترقی اور خوشحالی میں مدد دینا ہوتا ہے۔ نہ کہ اپنے مفادات کے لئے ان کو استعمال کرنا۔ ہر انسان اپنی ذات میں قابلِ احترام ہے۔ اور یہ چیز انسانی شرف کے خلاف ہے کہ اسے خارجی مقصد کے لئے استعمال کیا جائے۔

اسلام بھی یہی کہتا ہے۔ اسلام کا نام صلح و سلامتی رکھا گیا تھا
السلام علیکم۔ وعلیکم السلام بھی ایک دوسرے کو سلامتی کی دُعا دینا اور تمنائے سلامتی ہے۔ مگر فوجوں اور جنگوں کے چکر میں پڑ کر اسلام کا نام بدنام ہو گیا اس کا فلاحی نظام پس پشت چلا گیا۔ صرف حکومت کا حصول اور اقتدار کی حفاظت اور عیش و راحت کا گہوارہ مسلمان صاحبان اقتدار کا من بھاتا کھاجا بن گیا۔

ایک اور انگریز فلاسفر ہربرٹ سپنسر لکھتا ہے۔
زیادہ تر حکومتیں عسکریت پسند ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ جنگ اقتدار کو مضبوط بناتی ہے۔ اور سارے وسائل اور عوام ریاست کے ماتحت ہو جاتے ہیں۔ جب تک جنگ پر قابو نہ پالیا جائے۔ اسے غیر قانونی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ انسانی تہذیب قیامتوں کے درمیان ایک وقفہ کا نام ہے۔ ایک اعلیٰ سماجی ریاست کے قیام کا امکان جنگ کے خاتمہ پر منحصر ہے۔ حُب الوطنی کی بنیاد اپنے وطن سے محبت پر ہونی چاہیے نہ کہ دوسروں سے نفرت پر۔

اٹلی کے فلاسفر بینی ڈیٹو کو غدار قرار دیا گیا۔ جب اس نے ۱۹۱۴ء کی جنگ کی مذمت کرتے ہوئے اس کو خودکشی قرار دیا۔

برطانیہ کا فلاسفر برٹینڈ رسل بھی امن پسندی کی بنا پر کیمبرج یونیورسٹی سے نکال دیا گیا تھا وہ جنگ عظیم میں حکمرانوں کی جنگی پالیسیوں کی حمایت نہ کر سکا تھا۔ وہ نوجوانوں کو فخر سے ناچ کرتے ہوئے مرنے مارنے کے لئے جاتا نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس نے اس بیماری کا سبب ذاتی ملکیتی نظام کو قرار دیا۔

ہٹلر نے اپنی گرم اور پر جوش تقریروں سے جذبات کے وہ طوفان اٹھائے کہ جرمن قوم آج تک محو حیرت ہے اس نے حب الوطنی اور دوسروں پر برتر ہونے کے جذبات بھڑکا کر نہ صرف ساری جرمن قوم کو تباہ کر ڈالا۔ بلکہ تاریخ انسانی کو بدترین تباہی سے دوچار کر دیا۔

ویت نام میں فوجی قوت نے جو ظلم وستم کی ہولی کھیلی۔ اور ریرسوں انسانوں کا شکار کھیلا گیا اس کے بانیوں کو دنیا کی مہذب ترین جمہوریت ہیرو قرار دے کر اعزازات عطا کرتی ہے اس تجزیہ سے معلوم ہو گیا کہ رسولِ اسلام نے کس مصلحت کی بنا پر مدینہ کی مذہبی ریاست میں تنخواہ دار عملہ اور فوج کو پسند نہیں کیا۔ اگر اس ریاست کی سیاست اور طریقے وہی رہتے جو پیغمبرِ اسلام کی حیات میں تھے تو آج دنیا کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔

ہیں ——— آج مشینوں سے جنگ لڑی جاتی ہے اس کے لئے ماہر عملہ مستعد نوجوان سپاہی درکار ہیں۔ اگر مسلمانوں پر کوئی قوم حملہ آور ہو تو وہ کیا کریں گے ؟

آقائے بہشتی ——— اس کا جواب میری قوم فراہم کر چکی ہے جب ہم پر حملہ ہوا ہمارے پاس فوج نہ تھی۔ سپاہ نہ تھی۔ نظامِ حکومت بھی مستحکم نہ تھا۔ مگر جب ایمان ہمارے کام آیا۔ ہمارا بچہ بچہ سپاہی بن کر کھڑا ہو گیا۔ اور آج ہم اپنے ایمان اور اپنی زمین دونوں کے دفاع میں کامیاب ہیں مشینیں فیل ہو گئیں ، زہریلی گیسیں ناکام ہو گئیں ، مہلک ہتھیار کارگر نہ ہو سکے۔ کرایہ کے فوجی ہمت ہار گئے۔ مگر رضا کار اپنے مورچوں میں نہ صرف ڈٹے رہے بلکہ آگے بڑھتے گئے۔ یہ ایمان کی قوت ہے یہ تائیدِ ایزدی ہے۔

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No 11, M.L. Heights, Mirza Kaleej Baig Road, Soldier Bazar, Karachi.
MASOOMEEN WELFARE TRUST (R)

حاشیہ: پیغمبر کے ان لوگوں کی جو ایمان لائے تھے۔ ان کے دشمنوں کے برخلاف تائید کی تو وہ غالب ہو گئے

اگر مسلمان خدا پہ کامل ایمان رکھتا ہے تو پھر اس کو احکام خدا کو بلا چوں و چرا بلا کسی دلیل اور حجت کے بغیر کسی وسوسہ کے اور خدشہ کے قبول کرنا چاہیئے۔ اگر آپ کا ایمان کمزور ہے تو آپ نفاذ اسلام کے لئے زمین ہموار نہ پائیں گے اور مرحلہ وار قدم اٹھانے کی کوشش کریں گے یہ بے کی خرابی آپ کے لئے بھی اور مسلمانوں کے لئے بھی نقصان دہ ہے۔ اسلام نافذ نہیں کیا جاتا اسلام کلمہ پڑھتے ہی نافذ ہو جاتا ہے۔ اب اس پر عمل نہ کریں۔ آپ گناہ گار ہو رہے ہیں اور دوسروں کو بھی گناہ گار بنا رہے ہیں۔ اگر ہم سب عہد کر لیں کہ ہم سب کام اسلام کے احکام کے مطابق کریں گے۔ تو اسلام خود بخود نافذ ہے۔ ہمارا کلمہ پڑھنا اس کا اقرار کرنا ہے

ہیں ——— آقائے بہشتی! اسلام فرقوں میں بٹ کر کے بے بس ہو گیا ہے ایک فرقہ کا اسلام دوسرے کو قابل قبول نہیں ہے، ہر فرقہ اپنے اصولوں کی بالادستی چاہتا ہے۔

آقائے بہشتی ——— معاشرتی اور فلاحی امور میں کسی کو اختلاف نہیں ہے طرز تمدن اور طریقہ نظم ریاست میں اختلاف ہے۔ کچھ لوگ رسولؐ خدا کے طرز حکومت کو ہی اصل و بنیاد اسلامی ریاست سمجھتے ہیں اور بہت سے لوگ رسولؐ کے چاروں خلفاء کے ادوار کو بھی مثل سنت رسولؐ واجب التقلید قرار دیتے ہیں۔ دونوں گروہ رسولؐ کے سیاسی و تمدنی نظام پر متحد ہیں۔ صرف اختلاف رسولؐ کے بعد کے نظام سے ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ آیا رسولؐ کا نظام حکومت اچھا تھا اور دنیا میں رائج ہو سکتا ہے یا نہیں۔ کیونکہ قرآن میں یہ نہیں بتلایا گیا کہ حاکم کے مقرر کرنے کا طریقہ کیا ہونا چاہیئے۔ بادشاہت ہو یا جمہوریت۔ آمریت ہو یا سرداری معاشرے کے سدھارنے اور نظم و ضبط برقرار رکھنے کے لئے تمام اصول و قواعد و ضوابط موجود ہیں۔ مگر طریقہ انتخاب حکمران ندارد۔

ہیں ——— آقائے بہشتی! اس کی وجہ۔

آقائے بہشتی ——— حکمران کو خدا مقرر کرتا ہے جب اس نے قانون دیا۔ نظام دیا

دین عطا فرمایا۔ طریقے بتلائے تو وہی اس کو جاری کرے۔ اس نظام کو بروئے کار لانے کے لئے ایسے صالح انسان بھی عطا فرما سکتا ہے۔ جو اس نظام قانون کو اس کی مشیت کے مطابق چلائیں کہ کوئی حرف گیری نہ کر سکے۔

خدا اور رسولؐ نے یہ انتظام کر دیا تھا۔ کہ مرکز اسلام پر دین کا پیشوا بن کر ایک ایسا صالح انسان موجود رہے جو تقویٰ اور تزکیہ نفس کی اس منزل پہ فائز ہو جس کی دوست اور دشمن دونوں تعریف کرنے پر مجبور ہوں۔ دشمن کو ڈھونڈنے اور تلاش بسیار کے بعد بھی اس کے دامن پر کسی نقص و گناہ برائی و زیادتی۔ ظلم۔ ناانصافی اور جانبداری یا خود غرضی کا دھبہ نظر نہ آئے۔ اپنے اپنے علاقوں میں بے شک وہاں کے مقامی حکمران حکومت کا کاروبار چلاتے رہیں۔ مگر مرکز کا حاکم دینی شخصیت کو ہی ہونا چاہیئے۔ تاکہ دین کے اعلیٰ اصول اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ پورے معاشرے پر چھائے رہیں اور خشیت الٰہی سے معاشرہ لرزتا رہے بے راہ روی کی کسی کو جرأت نہ ہو سکے۔ اگر حکمران کے بارے میں لوگ انگشت نمائی کرنے کا جواز پائیں گے۔ تو پھر اس کے کارندے بھی غلط راہیں تلاش کر لیں گے۔ اس طرح اصول و قواعد اور ضوابط۔ آئین اور عدالت سب معطل ہو کر رہ جائیں گی۔ اور فلاح و بہبود کے سارے منصوبے حکمران کی غلطیوں کی نذر ہو جائیں گے اس کے ممدوحین اور حامی اس کی غلطیوں کی تاویل کرنے پر مجبور ہوں گے۔ یوں یہ غلطیاں ان میں مزید برائیاں پیدا کریں گی۔ کیوں کہ ایک غلطی یا جرم کی پردہ پوشی مزید اغلاط اور جرائم کی پیش خیمہ ہوتی ہیں۔

اس لئے اسلام میں مسلمانوں کا حاکم صرف ایسا شخص ہونا چاہیئے اور یہی منشاء خدا و رسولؐ بھی ہے۔ جو اپنے تقویٰ اور خدا و رسولؐ سے خلوص اور ایمان بالغیب کے ذریعہ مقرب بارگاہ الٰہی مجیب الدعوات اور ولایت کی منزل پہ فائز ہو ایسا شخص ایک نہایت ہی مخلص عالم دین اور مجتہد جامع الشرائط بھی ہو سکتا ہے۔ جو عمر کی اس منزل پر ہو جس میں صرف فکر آخرت ہوتی ہے۔ دنیا میں بڑا بننے اور دنیا سے لطف اندوز ہونے کی خواہش ختم ہو چکی ہوتی ہے۔ ایسا شخص ہمارے نزدیک مامون عن الخطا ہے اور وہی بے لوثی اور پورے خلوص سے بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے منصوبے بروئے کار لا سکتا ہے اور وہی انسانوں کے درمیان انصاف اور مساوات کو فروغ دے سکتا ہے اور جب ایسا رہبر ہم

NAJAFI BOOK LIBRARY
Managed by Masoomeen Welfare Trust (R)
Shop No. 11, M.L. Heights,
Mirza Kaleej Baig Road,
Soldier Bazar, Karachi-74400, Pakistan.

کو میسر آجائے جو انسانوں سے پیار کرے۔ اور ان کے اعمال بد سے بیزار ہو تو ہم منزل انسانیت کو پالیں گے۔ اور اسلام اور اس کے اعلیٰ وارفع اصول ہمارے معاشرے میں آب وتاب سے نافذ نظر آئیں گے۔

میں ——— آقائے بہشتی! ایسا عالم دین اور مخلص شخص ہم کو کس طرح میسر آسکتا ہے

آقائے بہشتی ——— بدقسمتی سے ہمارے درمیان عالم دین کے لئے کوئی کسوٹی نہیں ہے ہر شخص علامہ اور مجتہد بننے کی دھن میں لگا ہوا ہے۔ دینی تعلیم ایک مہذب اور اخلاقی انسان بناتی ہے علم دین حاصل کرنے میں مدت العمر صرف کی جاتی ہے۔ بندہ ہوا وحرص یا بندگان دنیا کی چوکھٹ پر سجدہ ریز اور ان کے ٹکڑوں سے اپنا شکم پر کرنے والے عالمان دین نہیں کہلا سکتے

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا ۵ فاطر ۲۸/۳۵

اللہ کے بندوں میں اللہ سے ڈرنے والے علماء ہیں۔

اللہ سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی قدرت وطاقت سے واقف ہو کر اس کے احکام و قوانین سے واقفیت کی بنا پر پوری پوری اطاعت کی جائے۔

میں ——— آقائے بہشتی! آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ تمام امور پر بالتفصیل روشنی ڈالی۔ کاش! مسلمان اور ان کے زعماء و سرکردہ افراد آپ کے بیان کردہ معاشرے کے قیام کے لیے سرگرم عمل ہوں تو یقیناً اسلام اور مسلمان اس دور میں داخل ہو سکتے ہیں۔ جو حیات طیبہ کا زمانہ کہلاتا ہے جس میں عقد مواخاۃ کیا گیا تھا جس میں طبقاتی تقسیم نہیں تھی۔ جس میں آقا و غلام برابر تھے۔

آقائے بہشتی ——— یقیناً مگر ہم مسلمانوں نے اور بالخصوص عام انسانوں نے خدا کو نہیں نہیں پہچانا جیسا کہ اس آیت میں بیان ہوا۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ۵ الزمر ۶۷/۳۹ ترجمہ اور لوگوں نے عظمت خدا کا اندازہ ہی نہیں کیا جیسا کہ اندازہ کرنے کا حق ہے۔ حالانکہ قیامت کے دن ساری زمین اسی کی ملکیت ہو گی۔

میں ——— بیشک! اگر خداوند عالم کا جاہ وجلال اس کی عظمت کبریائی اس کی جباری اور قہاری پر ہمارے سرکردہ لوگوں کا یقین محکم ہوتا تو ان سے وہ نازیبا افعال نہ سرزد ہوتے۔ جن کے باعث مسلمانوں کو خانہ جنگی میں مبتلا ہونا پڑا۔ یا ظالمین ہمارے سروں پر مسلط ہو گئے۔ اور مدینہ و کربلا، عراق و حجاز میں خون کی ندیاں بہہ گئیں۔

آقائے بہشتی ——— داستان ماضی ایسی ہی ہے مگر اب بے فائدہ ہے آؤ دعا کریں۔

اِنَّ وَلِیِّۦَ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ ۵ الاعراف ۱۹۶/۷

بیشک میرا حامی و مددگار اللہ ہی ہے جس نے یہ کتاب نازل کی اور وہ اپنے نیک بندوں سے دوستی رکھتا ہے۔

1734

مجھے ہے حکم اذاں

لا الٰہ الا اللہ

یہ کتاب نفاذ نظام اسلام اور دین خدا کو اپنی پوری شان سے
جلوہ گر ہوتے دیکھنے والوں کے لئے انمول تحفہ ہے تخلیق کائنات
سے لے کر سطح ارض کی قدیم مخلوق کے حالات کے ساتھ تمام پیغمبران
اولی العزم کے مفصل حالات اور نظام اسلام کا مکمل خاکہ اس کتاب
میں موجود ہے کتاب نہایت سلیس اور آسان زبان میں ہے تاکہ نوجوان نسل
اسلام اور دیگر نظام ہائے دنیا میں فرق محسوس کر کے اپنے کردار
کو بہتر بنائیں۔ ہر گھر میں یہ کتاب موجود ہونا چاہیے۔

افتخار بک ڈپو اسلام پورہ۔ لاہور

یا

دار الادب۔ گلی باغ رحمان پورہ لاہور

سے

طلب کریں۔